بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ اردو

ریویو آف ریلیجنز (قادیان)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر مبصر

علی محمد اجمیری

بابت ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۶۶ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۴۷ء

ماہ ہجرت ۱۳۲۶ھش

جلد ۴۶ عدد ۵

مقاصد و قواعد رسالہ!

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اُردو) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۹۰۲ء میں حسب ذیل مقاصد کے پیش نظر جاری فرمایا تھا۔

غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت ظاہر کرنا۔

مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب دینا۔

صحیح اسلامی عقائد کی اشاعت و تعلیم دینا۔

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے۔ اگر پندرہ تاریخ تک کسی خریدار کو رسالہ نہ ملے تو بروقت شکایت موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ ارسال کیا جائیگا۔

رسالہ کی سالانہ قیمت اندرون ہند تین روپے اور بیرون ہند چار روپے ہے۔ طلباء اور غیر احمدی اصحاب سے رعایتی قیمت اڑھائی روپے لی جاتی ہے۔

خریداران کو دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے ورنہ عدم تعمیل یا تعمیل میں تاخیر کی ذمہ داری دفتر پر نہ ہوگی۔

ترسیل زر اور تمام دفتری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہونی چاہیئے۔

یہ رسالہ جماعت احمدیہ کا ایک ہی قومی اُردو ماہنامہ ہے۔ بوجہ علمی مجلہ ہونے کے اس کے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں اور ایک وسیع علمی طبقہ کی نظر سے گذرتا ہے۔ اسلئے اس میں اشتہار دینا مفید ہے۔ نرخنامہ اشتہارات حسب ذیل ہے:۔

تعداد	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	تیس روپے	اٹھتر روپے	ایکسو چوالیس روپے	دوسو ستر روپے
نصف صفحہ	اٹھارہ روپے	اڑتالیس روپے	چوراسی روپے	ایکسو پچاس روپے
ربع صفحہ	بارہ روپے	تیس روپے	چوّن روپے	نوّے روپے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز
اردو

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہلِ مذاہب کا تشحیذ الاذہان

جلد ۴۶ | ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۶۶ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۴۷ء | عدد ۵

فہرست مضامین

فرقہ دارانہ فسادات اور ہمارا فرض

سِول وار اور خانہ جنگی یہ دو الفاظ ہیں، جو گذشتہ سال ڈیڑھ سال کے عرصہ سے ہر چھوٹے بڑے ہندوستانی لیڈر کی زبان پر چڑھے ہوئے تھے، اور جنہیں یہ اپنی تقریروں، تحریروں اور بیانات میں بلا سوچے سمجھے استعمال کر رہے تھے۔ آخر یہ شعلہ بیانیاں اور اشتعال انگیزیاں رنگ لائیں، اور آہستہ آہستہ سارا ہندوستان واقعی خانہ جنگی کی لعنت میں مبتلا ہو گیا۔ کلکتہ سے لیکر پشاور تک اور بمبئی سے لیکر نیپال کی حد تک قریباً ہر صوبہ میں بدامنی پھیل رہی ہے، اور فرقہ دارانہ فسادات کی آگ بڑے زور سے شعلہ زن ہے۔ بے خبر راہگیروں پر حملے ہو رہے ہیں، بیگناہ انسانوں کا خون بہایا جا رہا ہے، اور سنگدلی اور شقاوتِ قلبی کی حد یہ ہے، کہ عورتوں اور معصوم بچوں تک کو موت کے گھاٹ اُتارنے سے بھی پرہیز نہیں کیا جاتا۔

فرقہ دارانہ فسادات سے سرزمینِ ہند بہت عرصہ سے آشنا ہے، مگر اب کی مرتبہ کے فسادات اپنی نظیر آپ ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فرقہ پرست لیڈروں کی زہریلی تقریروں اور تحریروں سے ہر فرقہ کے لوگ اپنی مدِ مقابل قوم کے لوگوں کو نیست و نابود کرنے پر تلے بیٹھے ہیں، اور اس کے لئے انہوں نے پُوری تیاری کر رکھی ہے۔

گو یہ فسادات گذشتہ سال کی ابتداء ہی سے شروع ہیں، مگر ۲۰ رفروری ۱۹۴۷ء کو جب برطانوی حکومت نے یہ اعلان کیا، کہ ہم جون ۱۹۴۸ء تک ہندوستان کی حکومت کی باگ ڈور ہندوستانیوں کے سپرد کر کے یہاں سے چلے جائیں گے، تب سے اِن فسادات

میں بہت تیزی آگئی ہے۔ ہر فرقہ اس کوشش میں ہے کہ ہم ہی سارے اختیارات سنبھال لیں اور دوسرے فرقوں کو کلیۃً محروم کر دیں۔ حصولِ اقتدار کی یہ خواہش ہی ساری مصیبت کی جڑ ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ ایک خالص سیاسی جنگ ہے مگر چونکہ ہمارے ملک میں سیاسی پارٹیوں کی بنا بالعموم مذہب پر ہے اسلئے اِس سیاسی جنگ میں مذہب کو بھی زبردستی گھسیٹا جارہا ہے۔ اور اس کی مٹی بُری طرح پلید کی جارہی ہے۔ جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے وہاں جب ہندو اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے پر آتے ہیں تو ہزاروں معصوم بچّوں، عورتوں اور بیگناہ مسلمانوں کا قتل عام کرنے کے علاوہ بہت سی عورتوں کو اغوا کر لیتے اور اُن کو زبردستی ہندو بنا کر اُن سے شادیاں کر لیتے ہیں۔ اسی طرح جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں وہ بھی کم و بیش ایسے ہی افعال کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ہر قوم کے ڈاکو اور لٹیرے طبقہ کو مذہب کی آڑ میں کمینہ افعال کرنے کا یہ ایسا عمدہ موقعہ ہاتھ آیا ہے کہ وہ انسانیت سوز افعال کرنے کے باوجود اپنی قوم کے ہیرو کہلاتے ہیں۔ ہندوستان کی اِس جہالت پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

کاش! ہندو اور مسلمان دونوں یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ مذہب کی تبدیلی کا تعلق دل سے ہے۔ وہ تبدیلی جو کسی سے جبراً کرائی جائے بالکل بے معنی ہے۔ تبدیلی کرنے والے کیلئے تو اسکی حیثیت ظاہر ہی ہے، خود مجبور کرنیوالے اور اسکی قوم کو بھی اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ زیادہ سے زیادہ اِس جبری تبدیلیٔ مذہب کی تہ میں یہ جذبہ کارفرما ہوتا ہے کہ تبدیلی پر مجبور کرنیوالی قوم کی تعداد میں اضافہ ہو جائیگا۔ لیکن کیا کوئی قوم ایسے لوگوں کے اضافہ سے خوش ہو سکتی ہے، جو دل میں اسکے خلاف سخت کینہ اور عداوت کے جذبات پرورش کر رہے ہوں۔ یہ لوگ تو موقع پاتے ہی اندر سے اُن کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور اندرونی دشمن جیسا نقصان پہنچانے والا کوئی دشمن نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے لَآ اِکْرَاہَ

فِی الدِّیْنِ کا زرّیں حکم دیکر مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ یہ قومی طور پر نہایت سخت ضرر رساں اور نقصان دہ امر ہے۔

جہانتک مختلف مذاہب کی بُنیادی تعلیمات کا تعلق ہے کوئی مذہب بھی ایسی وحشت اور بربریت اور سفاکی کی تعلیم نہیں دیتا، جس کا ارتکاب آج ہندوستان میں ہندو اور مسلمان کر رہے ہیں۔ لیکن عوام کی جہالت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے لیڈروں نے ان کو غلط راہ پر ڈال دیا ہے، اور ہندو مسلمان کو قتل کرنا اور مسلمان ہندو کو موت کے گھاٹ اُتارنا ثوابِ عظیم کا موجب سمجھتا ہے۔

اِن فسادات میں فرقہ پرست لیڈروں کی خوب بن آئی ہے، وہ پہلے اپنی قوم کے جذبات کو مشتعل کرکے ان کو تشدد پر اُکساتے ہیں، اور جب فساد ہو جاتا ہے، تو وہ ریلیف کے نام پر لاکھوں کروڑوں روپے چندہ جمع کرکے اُسے اپنی مرضی کے مطابق تصرف میں لاتے ہیں۔ نقصان جو کچھ ہوتا ہے وہ عوام کا ہوتا ہے۔ قتل ہوتے ہیں تو عوام، لُٹتے ہیں تو عوام، گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہوتے ہیں تو عوام، اور بیوی بچوں سے محروم ہوتے ہیں تو عوام۔ لیڈر تو ان تمام آفات سے اپنے اثر و رسوخ کی وجہ سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ فسادات کرواتے ہیں۔ ورنہ اگر انکو بھی نقصان جان و مال کا پہنچے، تو کیا مجال ہے کہ پھر کبھی فساد کا نام بھی لے جائیں۔

اگر عوام اِس حقیقت کو سمجھ لیں اور لیڈروں کی خود غرضی اُن پر واضح ہو جائے، تو امید کی جا سکتی ہے کہ یہ فسادات بہت جلد ختم ہو جائیں۔ مگر عوام کو سمجھائے کون؟ مشکل یہ ہے کہ مذہبی راہنما بھی اِس رَو میں بہہ رہے ہیں، اور وہ بھی اپنے زیرِ اثر لوگوں کو نہ اِن ننگِ انسانیت افعال کے ارتکاب سے روکتے ہیں، اور نہ انہیں یہ بتلانے کی جرأت اور ہمت کرتے ہیں کہ ان کے یہ افعال ثواب کے نہیں، بلکہ عذاب کے موجب ہیں۔

مسلمان کو خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں شہید یعنی تمام دُنیا کا نگران قرار دیا ہے، جیسا کہ فرمایا وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۔ یعنی اے مسلمانوں! ہم نے تم کو وسطی اُمت بنایا ہے، جو افراط و تفریط سے پاک اور میزانِ اعتدال سے نہ اِدھر جھکنے والی ہے، اور نہ اُدھر۔ تاکہ تم سب لوگوں پر نگران بنکر رہو ●

گویا مسلمان کا منصب اسلام نے یہ مقرر فرمایا ہے، کہ وہ تمام دُنیا کا نگران ہے، اور سب لوگوں کی جسمانی اور روحانی حفاظت کا ذمہ دار۔ جہاں کہیں اسے کوئی بے انصافی نظر آئے، اس کا فرض ہے، کہ اس بے انصافی کو دُور کرے، اور جہاں کوئی خرابی نظر آئے، اس کی اصلاح کی کوشش کرے۔ یہی وہ اعلیٰ مقام ہے، جس کا پاس اور لحاظ کرنے کی وجہ سے مسلمان ہر قوم کا عزیز بن گیا تھا۔

حمص سے جب خلافتِ راشدہ کے عہد کے مسلمان جنگی ضروریات کی بناء پر نکلنے لگے، تو اہلِ حمص رو رو کر اُن کو روکتے تھے، اور ان کے لئے دعائیں کرتے تھے، کہ خدا اِن فرشتہ خصلت انسانوں کو جلد از جلد دوبارہ واپس لائے اسکی وجہ کیا تھی؟ یہی کہ مسلمان جہاں جاتا تھا رحمت بن کر جاتا تھا، اور بنی نوع انسان کی خدمت اپنا فریضہ سمجھتا تھا۔ اور دُنیا اسے فرشتۂ امن سمجھتی تھی۔

شام کے عیسائیوں نے رومی عیسائیوں کے خلاف مسلمانوں کی مدد کیوں کی تھی؟ اس لئے کہ مسلمانوں کا کیریکٹر مضبوط تھا، اور وہ سب کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کو اپنا اسلامی فرض سمجھتے تھے۔

یہ تاریخی واقعات ہیں، حقائق ہیں، افسانے نہیں ہیں۔ دُنیا میں کسی قوم نے ظالم بن کر کبھی ترقی نہیں کی۔ ترقی کے لئے شرافت اور انسانیت کے اعلیٰ جوہروں کی ضرورت ہے۔ جب کوئی قوم اخلاق اور کیریکٹر کے اعتبار سے پختہ ثابت ہو جاتی ہے

تو سب اُس سے مرعوب ہو جاتے ہیں۔ وہ رُعب جو ڈاکہ زنی اور قتل و غارت سے پیدا کیا جائے، کبھی کسی قوم کے حق میں مفید نہیں ہو سکتا۔ یہ رُعب دوسرے لوگوں میں بداعتمادی پیدا کرتا ہے۔ اور جس قوم پر دُنیا کو بداعتمادی ہو وہ کبھی پنپ نہیں سکتی۔ لیکن جو رُعب اخلاق اور کیریکٹر کی مضبوطی سے حاصل ہوتا ہے، وہ قوموں کو بامِ عروج پر پہنچا دیتا ہے۔ یہی وہ رُعب ہے کہ جب یہ ادنیٰ اور کمزور قوموں کو بھی حاصل ہو جاتا ہے، تو وہ دُنیا کی قسمتوں کے مالک ہو جاتے ہیں۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ اس کی شاہد ہے۔

احمدی جماعت جو اِس زمانہ میں خدا تعالےٰ کے ایک مامور کی جماعت ہے، اور جس نے اسلام کی تعلیم کو دُنیا میں قائم کرنے کی ذمہ واری اُٹھائی ہے، اسے اپنا یہ مقام کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے، بلکہ ہمیشہ یہ بات مدّنظر رکھنی چاہیئے کہ وہ اسلام کے اعلیٰ اصول کی حامل ہونے کی مدّعی ہے۔ لہٰذا اس کا ہر عملی قدم اس کے اِس دعویٰ کی تائید میں اُٹھنا چاہیئے۔

خدا تعالےٰ جس قوم کو دُنیا کی اصلاح کے لئے چُنتا ہے، وہ ساری دُنیا کے لئے نمک کی حیثیت رکھتی ہے۔ سو ہم انسانی سوسائٹی میں نمک کا درجہ رکھتے ہیں۔ جس طرح نمک کے بغیر انسانی زندگی قائم نہیں رہ سکتی، اسی طرح زندگی کے اعلیٰ اصول اور تقویٰ اور پاکیزگی کی وہ تعلیم جو اسلام اور احمدیت نے ہمیں دی ہے، اس کے بغیر بھی انسانی زندگی محال ہے۔ ہم گو تھوڑے ہیں۔ مگر نمک بھی تو کھانے میں تھوڑا ہی ہوتا ہے۔ پس ہمیں اپنی قلتِ تعداد اور بے بضاعتی کے احساس کو دل سے نکال کر اپنا فرض ادا کرنا ہے، اور اِن پُرفتن ایام میں دُنیا کو امن، صلح اور محبت کا پیغام دینا ہے۔

موجودہ فسادات میں ہمارا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیئے؟ اس کے لئے ہمارے

مقتداؤں کے مندرجہ ذیل ارشادات ہمارے لئے مشعلِ راہ کا حکم رکھتے ہیں۔

(۱) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ہمارا اصول یہ ہے کہ کُل بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ اگر ایک شخص ایک ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے کہ اسکے گھر میں آگ لگ گئی ہے اور یہ نہیں اُٹھتا کہ آگ بجھانے میں مدد دے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اگر ایک شخص ہمارے مریدوں میں سے دیکھتا ہے کہ ایک عیسائی کو کوئی قتل کرتا ہے اور وہ اُسے چھڑانے کیلئے مدد نہیں کرتا، تو میں تمہیں بالکل درست کہتا ہوں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" (سراج منیر ص۲۶)

(۲) سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے موجودہ فسادات کے بارے میں اپنی جماعت کو ہدایات دیتے ہوئے حال ہی میں فرمایا ہے:۔

"ہمیں لوگوں میں صلح کرانے کیلئے اپنی جانیں لڑا دینی چاہئیں۔ جان بیشک قیمتی چیز ہے۔ مگر اخلاق کے مقابلہ میں اسکی کوئی قیمت نہیں۔ ان فسادات میں لوگوں نے جو شنیع افعال کئے ہیں، اس وقت ہماری جماعت کو چاہیئے تھا کہ وہ بیچ میں حائل ہو جاتی، اور کہتی کہ تم عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کی بجائے ہمیں قتل کرو۔ اگر وہ ایسا کرتے تو تم دیکھتے کہ یہ فسادات بڑھنے نہ پاتے۔ کیونکہ غیر محل اور نامناسب جگہ پر عداوت اور غصہ فروغ نہیں پکڑتا۔ اور بہت جلد ندامت محسوس ہونے لگتی ہے۔ پس ایسے مواقع پر اگر ہماری جماعت آگے بڑھے اور ظالموں کی راہ میں حائل ہو جائے تو ظلم کبھی بھی پنپ نہ سکے، اور اس کی بنیادیں ہل جائیں اور ظالموں کے دل پگھل جائیں۔" (الفضل مورخہ ۵ اپریل ۱۹۴۷ء)

ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ آجکل کے حالات میں ان ارشاداتِ عالیہ کو پیشِ نظر رکھے، اور مختلف قوموں میں صلح اور امن قائم کرنے کی پوری کوشش کرے، اور اس مقصد کیلئے اگر اسے اپنی جان بھی دینی پڑے تو اس سے ہرگز گریز نہ کرے کیونکہ یہ وہ مقدس اور پاکیزہ مقصد ہے جسکے لئے جان دینا

مسئلۂ ختمِ نبوّت قرآن کریم کی روشنی میں

(از حضرت علامہ مولانا غلام رسول صاحب فاضل راجیکی)

مسئلۂ ختمِ نبوّت کا اصل ماخذ قرآن کریم کی آیت خاتم النّبیّین ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیّین اسی آیت کی رُو سے قرار دیا گیا ہے۔ ختمِ نبوّت کے منصب کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت بھی آپؐ کے خاتم النّبیّین ہونے سے ہی ماخوذ ہے۔

باوجودیکہ اُمتِ محمدیہ کثیر التعداد فرقوں میں بٹ چکی ہے اور اپنے اندر کئی طرح کے اختلافات رکھتی ہے۔ لیکن اس بات پر کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم النّبیّین ہونا آپؐ کے لئے باعثِ فضیلت ہے اور محلِ مدح پر ہے نہ کہ محلِ ذم پر اُمّت کے سارے ہی فرقوں کا اتفاق ہے۔ اور جب آپؐ کے خاتم النّبیّین ہونے کو محلِ مدح پر تسلیم کیا جائے تو لازماً ختمِ نبوّت کو بھی جو آپؐ کا منصب ہے محلِ مدح پر ہی تسلیم کرنا پڑے گا۔ پس اس بحث میں کہ خاتم النّبیّین سے کیا مراد ہے اور ختمِ نبوّت کا کیا مطلب ہے، اگر اس کے لئے دونوں کا نقطۂ مرکزی محلِ مدح اور امرِ فضیلت قرار دیا جائے، تو یہ بحث بہت جلد ختم ہو سکتی ہے، اور اختلافی صورت اتحادی تبدیل ہو سکتی ہے۔

غیر احمدی علماء کا اہم اختلاف ہم احمدیوں سے علی العموم آجکل مسئلۂ ختمِ نبوت کے متعلق ہی پایا جاتا ہے۔ لیکن اس مسئلہ میں بھی کئی پہلوؤں کے لحاظ سے ہمارا

اور اُن کا اتفاق ہے۔ مثلاً وہ یہ مانتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا، جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ کرے، اور ہم بھی یہی مانتے ہیں۔ پھر وہ یہ مانتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا نبی بھی نہیں آسکتا جو آپؐ کی اتباع سے الگ ہو کر یا آپؐ کی شریعت کی پیروی کے سوا آئے، اور ہم بھی یہی مانتے ہیں۔ وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مسیح موعود آنیوالا نبی اللہ ہے، اور ہم بھی یہی مانتے ہیں۔ وہ اِس بات کو بھی مانتے ہیں کہ آنیوالا مسیح موعود شریعت محمدیہ کا تابع ہو کر آنیوالا ہے نہ کہ ناسخ شریعتِ محمدیہ ہو کر، اور ہم بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ ہاں فرق ہے تو یہ کہ غیر احمدی علماء مسیح موعود سے مراد مسیحِ اسرائیلی لیتے ہیں، اور ہم مسیح موعود سے مراد مسیحِ محمدی لیتے ہیں اور مسیح اسرائیلی کی وفات کے ثبوت سے ہماری تائید ہوتی ہے، اور ان کی تردید۔ نیز ہمارے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والا نبی آپؐ کی اُمّت سے آسکتا ہے، اور آپؐ کے فیض سے۔

اب غیر احمدی علماء خاتم النبیین یا ختم نبوّت کے مفہوم کو جن معنوں میں بھی سمجھیں، اگر وہ اِن کے مفہوم کو محلّ مدح یا امرِ فضیلت پر محمول کریں گے، تو نبوّتِ مطلقہ کی نفی سے وہ اپنے عقیدہ کو خود باطل کرنے والے ٹھہریں گے۔ کیونکہ اگر وہ یہ تسلیم کریں کہ خاتم النبیین اور ختم نبوّت کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کسی طرح کا بھی نبی نہیں آسکتا، تو اس سے ایک طرف تو ان کا یہ عقیدہ باطل ٹھہرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسیح موعود آئیں گے جنہیں پیشگوئی میں نبی اللہ قرار دیا گیا ہے۔ اور دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ کی اُمّت سے تیس۳۰ بلکہ بعض روایات میں ستّر۷۰ اور بہتّر۷۲ دجّالوں کا آنا ثابت ہے، جو اُمّتِ محمدیہ کے علاوہ دوسری اُمّتوں کو بھی گمراہ کرنے کے لئے فتنہ اور فساد برپا کریں گے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس صورت میں ایسے دجّالی فتنوں کو دُور کرنے کے لئے کسی نبی کا مبعوث نہ ہونا بلکہ نبی کی بعثت کو

روکنا اور دجالوں کو نہ روکنا، کیا اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا یا آپؐ کا منصب ختم نبوت محل مدح پر ثابت ہو سکتا ہے یا عقل اسے باعث فضیلت قرار دے سکتی ہے؟

اور آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ[1] سے یہ استدلال کرنا کہ جب دین کامل ہو چکا اور نعمت بھی پوری ہو گئی تو پھر اب نبوت کیسی؟ جب قیامت تک یہی کامل دین قائم رہنے والا ہے، اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت جو کامل نعمت ہے، وہ بھی قیامت تک باقی رہنی ہے تو اب کسی اور کی نبوت کے لئے گنجائش ہی کہاں رہی؟ کیونکہ جس طرح قیامت تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دین قائم رہنے والا ہے، ویسے ہی آپؐ کی نبوت بھی قیامت تک قائم رہنے والی ہے۔ سو واضح ہو کہ اس استدلال کے متعلق جواباً کئی امور قابلِ ذکر ہیں۔

(الف) آیت پیشکردہ میں ضمیر جو لکم و دینکم و علیکم میں جمع مخاطب کے طور پر استعمال کی گئی ہے، اس کے مخاطب اُمتِ محمدیہ کے لوگ ہیں، جو قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ اور جب دین کو بلحاظ ضمیر خطاب انہی کے لئے کامل کیا گیا ہے تو نعمت کو پورا بھی بلحاظ ضمیر مخاطب انہی پر کیا گیا ہے۔ اور نعمت پوری اگر نبوت ہے، تو اس آیت میں اُمتِ محمدیہ کو نبوت ملنے کا وعدہ بھی دیا گیا ہے۔ ہاں جس طرح دین کامل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ملا ویسے ہی نبوت کی نعمت بھی آپؐ کی اتباع اور فیض کے ذریعہ پوری پوری ملے گی۔ اور اس ضمیر خطاب سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے سوا آئندہ نہ دین کامل کسی اُمت کو مل سکتا ہے اور نہ انعامِ نبوت یعنی آئندہ آنے والا نبی اُمتِ محمدیہ کا فرد ہوا کرے گا نہ کسی دوسری اُمت کا۔ یعنی اُمتی نبی ہونا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی اُمت کے لئے بطور علامتِ فضیلت ہو گا۔

---

[1] ترجمہ:۔ آج کے دن میں نے کمل کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین اور پوری کر دی تم پر اپنی نعمت۔

(ب) دینِ کامل کا قیامت تک کے لئے پایا جانا اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ محفوظ بھی رہے۔ مکانات کی عمارت کامل بنائی جاتی ہے لیکن جب محفوظ نہیں رہتی اور گر کر ویران ہو جاتی ہے تو اُسے دوبارہ بلکہ سہ بارہ بھی بنایا جاتا ہے۔ ہاں محفوظ عمارت کو دوبارہ بنانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اِسی طرح دینِ اسلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کامل بھی ہے اور اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ[1] کی رو سے محفوظ بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت یعنی دینِ اسلام اور قرآن کریم کو ہمیشہ کے لئے محفوظ ہونے کے باعث دائمی طور پر پیش کیا گیا۔ اور اِسی لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دوسرے نبیوں کے مقابل پر اس امر میں فضیلت حاصل ہے کہ دوسرے نبیوں کی شریعت اور دین مخصوص القوم، مخصوص الزمان اور مخصوص الحالات تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دائمی شریعت تمام دُنیا کے لئے عطا فرمائی گئی۔ پس آپ کے بعد کسی نئی شریعت کے لئے کسی نبی کا مبعوث کیا جانا چونکہ شریعتِ محمدیہ کے نسخ کا ذریعہ ٹھہرتا ہے اور اس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا وسیع دامن جو قیامت تک خدا تعالےٰ کے وعدہ کے مطابق پھیلایا گیا ہے اس کا ابطال لازم آتا ہے اس لئے ایسے نبی ناسخ شریعتِ محمدیہ کا آنا ممتنع قرار دیا گیا۔ لیکن ایسی نبوت جس سے شریعتِ اسلامیہ کی حفاظت اور حمایت اور اشاعت کا فائدہ حاصل ہو، اور اُمتِ محمدیہ کے لئے ہر دورِ جدید میں نئے نئے تغیرات کے باعث نئی تربیت اور اصلاح کی ضرورت کو پورا کرنے والی ہو اور پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور فیض سے ہو، تو ایسی نبوت باعثِ فضیلت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے، اور اُمتِ محمدیہ کے لئے بھی۔ ہاں اگر کسی دوسری اُمت سے نبی آئے، جیسا کہ غیر احمدی علماء حضرت مسیح اسرائیلی کے آنے کے متعلق عقیدہ

[1] یقیناً ہم نے اتارا ہے اِس نصیحت کو اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں +

رکھتے ہیں تو اس سے اُمتِ محمدیہ اور اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شک کسرِ شان اور ہتک متصور ہے۔

(ج) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت جو مستقل اور شریعت والی اور قیامت تک کے لئے ہے، اس کا مستقل اور دائمی شریعت والا ہونا ہی خود اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مستقل نبوت کا پایا جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مستقل نبوت کے منافی اور آپ کے بعد کسی نئی شریعت والی نبوت کا پایا جانا آپ کی شریعت والی نبوت کے منافی اور آپ کے بعد کسی دائمی شریعت والی نبوت کا پایا جانا آپ کی دائمی شریعت والی نبوت کے منافی ہے۔ لیکن ایسا انعامِ نبوت جو دعائے سورۂ فاتحہ یعنی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اور آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ کی رو سے اور آیت وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ[۱] کی شرطِ اطاعت کے پورا کرنے کی رو سے اُمتِ محمدیہ کے لئے قومی انعام کے طور پر متصور کیا گیا ہے، (جیسے کہ حکومت اور سلطنت بھی انعامِ نبوت کی طرح قومی انعام ہے) تو ایسی نبوت کا ملنا اُمتِ محمدیہ کے لئے ضروری ہے۔ اور اِسی میں دینِ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ ورنہ محرومی سے تخلفِ وعدہ کا الزام عائد ہوتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مناسب نہیں۔

(د) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت جو مستقل اور دائمی شریعت والی ہے، وہ بوجہ محفوظ اور قائم رہنے کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مستقل اور دائمی

---

۱ ترجمہ:- اور جو اطاعت کرے گا اللہ کی اور اس رسول کی تو ایسے لوگ اُن لوگوں میں سے ہونگے جن پر انعام کیا اللہ نے یعنی نبی، صدیق، شہید اور صالح۔

شریعت والی نبوت کو روکتی ہے لیکن اُمتِ محمدیہ کا وجود چونکہ دینِ اسلام اور شریعتِ محمدیہ اور قرآن کریم کی طرح ایک حالت پر قائم رہنے والا نہیں بلکہ ہر نئی نسل اُمتِ محمدیہ کے سلسلہ کو نئی تبدیلی کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ اور اس کی ہر نئی نسل کی تبدیلی سے نئے حالات اور نئے نئے تغیرات کا رونما ہونا ضروری تھا۔ اس لئے اُمتِ محمدیہ کی ہر نئی نسل کے لئے نئے اُستاد اور نئے شاگرد اور نئے امام اور نئے مقتدی پیدا ہونے سے اُن کے مذہبی خیالات میں بھی بدعات اور ضلالات کا پیدا ہو جانا ممکنات سے تھا۔ جیسے کہ حضرت ابراہیمؑ ابو الموحدین کی نسل بدلتے بدلتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ ظہور تک توحید کو چھوڑ کر بتوں کی پرستار ہو گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی فرما دیا تھا کہ خیر القرون کے تین زمانوں تک ہی خیر و رشد اور صداقت و ہدایت کا سلسلہ قائم رہے گا۔ بعد میں کذب و ضلالت اور بدعات کا دروازہ کھل جانیوالا ہے۔ اور اُمتِ محمدیہ میں دجالوں کے ذریعہ فتنے اور فسادات زور کیساتھ پیدا ہو جانیوالے ہیں۔ یہاں تک کہ ایمان ثریا پر چلا جانے والا ہے۔ اسلام کا محض نام رہ جائیگا اور قرآن کی رسم۔ اور مساجد کا ہدایت کی محرومی سے ویران ہو جانا۔ علماء سُوء کا بدترین خلائق ہو جانا وقوع میں آجائے گا۔ پس جب اُمت محفوظ نہ رہنے والی تھی تو اُس کے لئے بغرضِ ہدایت و اصلاح کسی نبی کا مبعوث فرمایا جانا لابدی امر تھا۔ اور مسیح موعود اور مہدی کی پیشگوئی کے مطابق کسی کا آنا بھی ضروری تھا۔ اور کسی نبی کا آنا صرف شریعت اور احکامِ شریعت اور تکمیلِ شریعت کے لئے ہی نہیں ہوتا بلکہ قرآن کریم کی آیت كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ[1] کے

[1] ترجمہ:۔ لوگ ایک ہی گروہ تھے پس اللہ نے نبیوں کو بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا اور اتاری اُن کیساتھ کتاب تا وہ فیصلہ کرے لوگوں کے درمیان جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

روسے اُمت کے باہمی اختلافات کے درمیان فیصلہ کرنے کی غرض سے بھی نبی مبعوث کئے جاتے ہیں۔ اور جب اُمتِ محمدیہ کا تفرقہ بہتر تہتر فرقوں تک خود حدیث نبوی میں مروی ہے، اور ان کے اختلافات کے لئے مسیح موعود کا حکم عدل ہو کر آنا بھی مصدقہ امر ہے، تو ایسے نبی کے آنے سے کسی قسم کا محذور لازم نہیں آتا۔ بلکہ ایسے نبی کا نہ آنا خود قابلِ اعتراض امر ٹھہرتا ہے

اسی طرح آیت وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ[۱] اور آیت دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا[۲] سے یہ نتیجہ نکالنا کہ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالےٰ نے رحمۃ للعالمین اور سراج منیر قرار دیا ہے اسلئے آپ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں، غلط ہے۔ کیونکہ یہ عجیب بات ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا رحمۃ للعالمین اور سراج منیر ہونا دجالوں کی آمد کو تو نہ روکے جو مومنوں کو کافر اور موحدوں کو مشرک اور بہشتیوں کو دوزخی بنانے والے ہیں لیکن جو شخص نبی مبعوث ہو کر ان دجالوں کے فتنوں اور فسادات کو دُور کرنے کے لئے آئے اُس کی آمد کو آپ کا رحمۃ للعالمین اور سراج منیر ہونا منع کرے۔ کیا اس طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمۃ للعالمین اور سراج منیر ہونا محلِ مدح پر ثابت ہوتا ہے یا محلِ ذم پر۔ گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رحمت اور انارت دجالوں کو نہیں روکتی، مگر نبیوں کو روکتی ہے۔ وباؤں کو تو پھیلنے کے لئے اجازت ہے تا لوگ مریض ہوں اور ہلاک ہوں، اور ڈاکٹروں کے لئے اجازت نہیں تا اُن کے علاج سے کوئی شخص مرض اور ہلاکت سے بچ سکے۔ معلوم نہیں کہ اس طرح کی شانِ رحمت

---

[۱] ترجمہ:۔ اور نہیں بھیجا ہم نے تجھے مگر رحمت بنا کر سب جہانوں کے لئے۔

[۲] ترجمہ:۔ اے نبی! ہم نے بھیجا ہے تجھ کو پکارنے والا بنا کر اللہ کی طرف اُس کے اذن سے اور سورج روشن کرنے والا +

اور شانِ امارت خدا تعالیٰ کی کس حکمت پر محمول ہو سکتی ہے۔ کیا خدا تعالیٰ کی قدوس اور حکیم ذات کی طرف ایسی بات منسوب کی جا سکتی ہے؟ وسبحان اللہ عما یصفون۔

پھر تعجب ہے کہ علماء مخالفین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سراج منیر کی شان سے سورج قرار دیکر آپ کی موجودگی کو کسی نبی کے ظہور کے لئے تو مانع قرار دیتے ہیں لیکن اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سورج ہونا کسی نبی کو روکتا ہے اس لئے کہ اُمت کیلئے آپ کا سورج ہونا کافی ہے تو پھر خود ان علماء کی اِس سورج کی موجودگی میں کیا ضرورت ہو سکتی ہے؟ کیا اُمت کے لئے اِن علماء کی جگہ جو کرم شب کی طرح ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کافی نہیں؟ اور اگر تعلیم اور ہدایت کے لئے اُمت کی ہر نئی نسل کے لئے نئے علماء کی ضرورت ہے تو علماء کے بگڑ جانے پر نبیوں اصلاح اور ہدایت کے لئے کسی نبی کی ضرورت نہیں؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی خصوصیت محلِ مدح کے لحاظ سے کن معنوں پر دلالت کرتی ہے۔ سو اس کے لئے مندرجہ ذیل اشارات عرض کرتا ہوں۔

(۱) چونکہ خاتم النبیین کا مرتبۂ فضیلت تمام نبیوں اور رسولوں میں سے صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی مخصوص کیا گیا ہے، اس لئے آپ کی اِس خصوصیت نے بعد میں آنے والے نبی اور منصبِ نبوت پر فائز ہونے والے رسول کے لئے پہلے نبیوں اور رسولوں کے مقابل یہ خصوصیت پیدا کر دی کہ وہ اُمتِ محمدیہ سے ہو۔ اور اُمتِ محمدیہ سے ہونا یا اُمتی نبی ہونا ایک نئی اصطلاح ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی نئی اصطلاح کے باعث پیدا ہوئی۔

اور خاتم النبیین کی نئی اصطلاح سے اُمتی نبی کی نئی اصطلاح کا پیدا ہونا بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور اُمتِ محمدیہ کے لئے باعثِ فضیلت ہے نہ کہ باعثِ

نقص۔ کیونکہ اُمتی نبی سے مراد ایسا نبی ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ کی اُمت سے آنے والا ہو نہ کسی دوسرے نبی کی اُمت سے، جیسا کہ پیشگوئی میں مثیلِ موسےٰؑ کی آمد کی نسبت حسبِ ارشاد الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْإِنْجِيْلِ[1] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے اُمی نبی ہونے کی خصوصیت ظاہر کی گئی کہ وہ آنے والا اُمی نبی اُم القریٰ (مکہ) سے ظاہر ہونے والا ہے۔ اِس میں یہ بتایا گیا ہے کہ مثیلِ موسیٰ بنی اسماعیلی نسل سے آنے والا ہے، جن کا وطن عرب اور مرکزی شہر مکہ ہوگا، نہ کہ اسحاقی اور اسرائیلی نسل سے، جن کا وطن ملک شام ہے۔ اسی بناء پر ارشاد هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ[2] میں اس پیشگوئی کی تصدیق میں فرمایا گیا کہ خدا نے وہ رسول جس کا وعدہ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی مشترکہ دُعا میں کیا گیا تھا اُسے اُمّیّین یعنی اُم القریٰ والوں میں سے مبعوث فرما دیا۔ پس جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو مثیلِ موسےٰؑ ہو کر آئے، اُن کا اُمی ہونا یعنی اُم القریٰ سے ظاہر ہونا اور اسماعیلی خاندان سے ہونا بطور علامت مقرر کیا گیا تھا، اور اِن معنوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اُمّی ہونا اسحاقیوں کے بالمقابل اسماعیلیوں کے لئے باعثِ فضیلت قرار پایا، اِسی طرح مسیحِ محمدی کا اُمتی نبی ہونا دوسری اُمتوں کے بالمقابل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت کیلئے باعثِ شرف و فضیلت ٹھہرایا گیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والا نبی جو مسیح موعود ہو کر آنے والا تھا اس کی نسبت قرآن کریم میں وَعَدَ اللّٰهُ

---

[1] ترجمہ:۔ رسول، نبی، اُمی وہ جسے یہ پاتے ہیں لکھا ہُوا اپنے ہاں تورات اور انجیل میں +

[2] ترجمہ:۔ وہی ہے جس نے بھیجا اُمیوں میں رسول اُنہیں میں سے +

اَلَّذِیْنَ[1] اٰمَنُوْا مِنْکُمْ[1] اور حدیث میں وَ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ[2] کے ارشاد میں لفظ مِنْکُمْ سے اس طرف اشارہ کیا گیا تھا کہ وہ اُمّتی نبی ہوگا' اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمّت ہی سے آنا اس کی خاص علامت ہے۔ جیسا کہ ظہور میں آکر اس کی تصدیق بھی ہو چکی۔

(۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ رحمۃ للعالمین بنائے گئے' اور سب نبیوں اور رسولوں کے قائم مقام ہو کر آنے سے تمام نبیوں اور رسولوں کی اُمّتوں کو آپؐ ہی کی ایک اُمّت قرار دے دیا گیا' اس لئے آپؐ کے آنے کے بعد آئندہ منصبِ نبوّت آپؐ کی قومِ ہدایت اور آپؐ کے متبعین سے مخصوص کر دیا گیا۔ اور جس طرح یہ خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی نبی اور رسول کے لئے نہیں کہ وہ خاتم النّبیّین قرار دیا جاتا' اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنیوالے نبی اور منصبِ نبوّت پر فائز ہونے والے رسول کا اُمّتِ محمدیہ سے ہونا ایک لازمی شرط بغرض خصوصیت مقرر کر دی گئی۔ اور ان دونوں خصوصیتوں کے قائم کرنے سے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز اور کمالِ خصوصی دکھانا مقصود تھا۔ پس جس طرح خاتم النّبیّین ہونے کی خصوصیت سے آپؐ کے مجد اور شرف کی امتیازی شان کا اظہار ہوتا ہے' اسی طرح آپؐ کی اتباع اور آپؐ کے فیض سے منصبِ نبوّت پر فائز ہونے والے اور اُمّتی نبی کہلانے والے کی خصوصیت سے آپؐ کی شانِ افلاد کا خاص مرتبہ کمال ظاہر ہوتا ہے۔ نیز اس سے اُمّتِ محمدیہ کی اعزازی شان بھی

---

[1] ترجمہ:۔ اور وعدہ دیا ہے اللہ نے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے تم میں سے ۔ ۔ ۔ ۔ کہ ضرور وہ خلیفہ بنائے گا انکو جیسا کہ اس نے خلیفے بنائے پہلوں میں +

[2] ترجمہ:۔ تمھارا امام تم میں سے ہوگا +

پائی جاتی ہے۔

(۱۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور فیض سے منصب نبوت پر فائز ہونے کے لئے اُمت محمدیہ کے کسی فرد کو خاص کرنا دوسرے نبیوں اور رسولوں کی اُمتوں کے بالمقابل اُمت محمدیہ کے خیر اُمت ہونے کے دلائل میں سے ایک عظیم الشان دلیل بھی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی اُمتی کا نبی ہونا کیا بلحاظ شرف اسلام کے اور کیا بلحاظ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ اعزاز کے اور کیا بلحاظ اُمت محمدیہ کی فضیلت خاصّہ کے تمام اہل اسلام کے لئے قابل فخر عزت اور قابل شکر نعمت ہے۔ کیونکہ دونوں خصوصیتوں میں سے پہلی خصوصیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام نبیوں اور رسولوں پر برتر ثابت کرتی ہے، اور دوسری خصوصیت تمام نبیوں اور رسولوں کی اُمتوں پر اُمت محمدیہ کی برتری کا اظہار کرتی ہے۔ اور یہ دونوں خصوصیتیں ایسی ہیں کہ اگر ہمارے علماء مخالفین بے جا تعصّب اور ضد سے علیحدہ ہو کر غور فرماتے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمت محمدیہ کی جائز عزت و عظمت کا خیال کر کے غور فرماتے، تو انہیں اِن دونوں خصوصیتوں میں سے کسی ایک خصوصیت کی تردید و تکذیب یا بحث و جدال کیساتھ اُلجھنے کی ضرورت نہ تھی۔ ہاں قوم یہود یا قوم ہنود یا قوم نصاریٰ یا کسی اور قوم کی طرف سے اس کے متعلق بحث اُٹھائی جاتی، تو گو وہ بحث بھی غلط اور بے ہودہ تھی، تاہم چونکہ مقابلۃً بوجہ احساس طبیعت و غیرت انہیں اپنے نبیوں اور رسولوں کے بالمقابل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اپنی اپنی قوم کے مقابل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو ہمارا برتری کے ساتھ ظاہر کرنا ناگوار ہو سکتا تھا، سو اگر وہ اس طرح کی بحث کرتے تو چنداں استعجاب کا مقام نہ تھا۔ لیکن اِس بے محل بحث

کے لئے علماءِ اسلام ہی کا میدانِ مقابلہ میں نکل کر آ کھڑے ہونا، اور جو دوسری مخالف قوموں کی طرف سے جھگڑے اور فساد کی کوشش ہو سکتی تھی، اس سے بھی ہزارہا درجہ بڑھ بڑھ کر مخالفانہ کوششوں میں علماءِ اسلام کا مصروف ہو جانا، اور آیت خاتم النبیین اور مسئلہ ختم نبوت اور اس کی حقیقت کے خلاف ایسے ایسے غلط خیالات اور غلط بیانات کا پیش کرنا جن سے بجائے اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امتِ محمدیہ کی عزت اور برتری ثابت ہو ان دونوں کی توہین اور ہتک ظاہر ہوتی ہے، اور شماتتِ اعداء کے لئے محض اپنی ہی غلط بیانی سے ایسا موقع پیش کرنا جس سے غیر اقوام کو ہنسی اور تمسخر کا موقع ملے، اور پھر بار بار سمجھانے پر بھی مخالفت اور ضد اور انکار کا ہی مظاہرہ کرنا یہ سعادت اور دانشمندی کا طریق نہ تھا، جو بدقسمتی سے عمل میں لایا گیا۔

(۴) ہمارے علماء مخالفین خود ہی غور فرمائیں کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا مطلب ان کے نزدیک یہی درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی طرح کا نبی آنا بھی ممنوع ہے، تو پھر مسیح اسرائیلی جو نبیوں میں سے ایک نبی ہیں، ان کے آنے کے لئے جواز کی صورت کہاں سے پیدا ہو گئی؟ اور حدیث لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ کی نفی سے ان کا استثناء کہاں سے جائز ہو گیا؟ کیا علماءِ اسلام علماءِ اسلام نہیں بلکہ عیسائیوں کے علماء ہیں، کہ مسیح محمدی کا آنا ان کے لئے تکلیف دہ معلوم ہوتا ہے، جس کی بناء پر وہ اس کی نفی پر زور دیتے ہیں، لیکن باوجود وفاتِ مسیح کے ثبوت کے وہ اس فوت شدہ اسرائیلی مسیح کو محض تحکم کی راہ سے خلافِ منشاءِ قرآن و احادیث صحیحہ امتِ محمدیہ کا رسول قرار دے رہے ہیں حالانکہ قرآن اُسے رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ کے قول سے اسرائیلی امت کا رسول

قرار دیتا ہے، پھر وہ اُمّتِ محمدیہ کا رسول کیسے ہو سکتا ہے؟ لیکن ہمارے مخالف علماء ہیں کہ اُسے زندہ قرار دے کر دوبارہ لانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر ایسی کوشش عیسائیوں اور اُن کے پادریوں کی طرف سے ہوتی، تو افسوس نہ تھا۔ لیکن علماءِ اسلام ہو کر اسرائیلی مسیح کے لئے یہ کوشش اور مسیح محمدی کے لئے یہ مخالفت کہ اس کا نام بھی سُننا نہیں چاہتے، اور اعتراضات اور اتہامات کے سوا اس کے حق میں انہیں کچھ سُوجھتا ہی نہیں۔ اور اگر پیشگوئی کی رو سے مسیح موعود کا کام کسرِ صلیب اور قتلِ خنزیر اور بشانِ حکمیت وعدلیت اہلِ مذاہب اور اسلامی فرقوں کے باہمی اختلافات کے درمیان فیصلہ کرنا ہے، تو اس سے خود آنے والے مسیح موعود نبی اللہ کی ضرورت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اور اس آنے والے موعود مسیح اور نبی اللہ کی یہ شان اور اس کے یہ کام اِس بات کے مقتضی ہیں کہ وہ آنیوالا موعود محمدی مسیح ہو، نہ کہ اسرائیلی مسیح۔ کیونکہ اسرائیلی مسیح تو حسبِ ارشاد اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ[1] صرف قوم اسرائیل کا رسول ثابت ہوتا ہے، نہ کہ بنی اسرائیل کے سوا کسی اور قوم کا، اور تورات کا مصدق ثابت ہوتا ہے، نہ کہ قرآن کا۔ اور قیامت کے دن کے واقعہ میں بھی جہاں خدا تعالیٰ نے مسیح اسرائیلی کو مخاطب فرماتے ہوئے اپنی نعمتوں کو اُسے یاد دلائے گا اس میں حسبِ ارشاد وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ یہ بھی فرمائے گا کہ اے مسیح! جب تو دُنیا میں موجود تھا تو میں نے تجھ پر علاوہ اور انعامات کے یہ نعمت بھی کی تھی کہ میں نے تو تجھے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل بھی سکھائی تھی۔ اب اگر دُنیا میں مسیح اسرائیلی کو قرآن بھی سکھایا ہوتا تو اس کا بھی ذکر کیا ہوتا۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ جس طرح تورات کی تصدیق کے لئے مسیح اسرائیلی کو بھیجا گیا

[1] ترجمہ:۔ اور جب کہا عیسیٰ بن مریم نے اے بنی اسرائیل! یقیناً میں رسول ہوں اللہ کا تمہاری طرف تصدیق کرنے والا جو مجھ سے پہلے ہے تورات سے۔

مسئلہ کفر و اسلام کی حقیقت

(از جناب مولانا عبدالاحد صاحب فاضل مدرسہ احمدیہ قادیان)

مسلمانوں کی ایک عظیم اکثریت اس حقیقت سے واقف نہیں کہ انسان کافر کب اور کیوں ہوتا ہے اور نہ یہ علم ہے کہ جس طرح ایمان کے مدارج ہیں اسی طرح کفر کے بھی مدارج ہیں۔ ایک مشرک کافر اور ایک اہل کتاب کافر میں فرق ہے۔ اسی فرق کے اظہار کیلئے کفر دون کفر کی اصطلاح رائج ہے۔

کچھ عرصہ ہوا مجھے ایک مجلس میں شریک ہونیکا اتفاق ہوا جسمیں بہت سے معززین موجود تھے ان میں سے ایک نے حاضرین سے میرا تعارف کرایا اور اسکے ساتھ ہی فرمایا کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ جماعت احمدیہ قادیان مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت کر رہی ہے اور انکے موجودہ امام ہر موقع پر مسلمانوں کی صحیح رہنمائی اور خیر خواہی میں مصروف رہتے ہیں اور یہ لوگ اسلام کو ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ ہندوستان سے باہر یورپ و امریکہ میں بھی پھیلانے میں ہمہ تن مصروف ہیں اور احمدی مجاہدین بہت ہمت و استقلال سے اشاعت اسلام میں لگے ہوئے ہیں لیکن یہ امر قابل افسوس ہے کہ جماعت احمدیہ قادیان تمام ان مسلمانوں کو جو حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود نہیں مانتے کافر قرار دیتی ہے حضرت مرزا صاحب بیشک بہت بڑے عالم اور مجدد تھے لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک شخص خدا کے سب رسولوں، کتابوں، فرشتوں، قیامت، قضاء و قدر وغیرہ سب امور پر ایمان لاتا ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا شرف بھی اسے حاصل ہے مگر بقول احمدی صاحبان جبتک وہ حضرت مرزا صاحب پر ایمان نہیں لاتا مسلمان نہیں ہے۔ گویا حضرت مرزا صاحب کے درجہ میں یہ غلو ہے کہ انکا درجہ خدا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھا دیا جائے۔ ایک شخص خدا اور اسکے رسول کو

مانتا ہے لیکن باوجود اسکے وہ مسلمان نہیں جبتک حضرت مرزا صاحبؑ پر ایمان نہ لائے۔

ہم نے انکی خدمت میں عرض کیا کہ جناب نے مسئلہ کفر و اسلام پر غور نہیں فرمایا کہ انسان کب کافر قرار دیا جاتا ہے اگر آپ نے اس مسئلہ پر غور فرمایا ہوتا تو آپ یہ سوال ہرگز نہ کرتے۔ جناب ہی فرمائیں کہ خدا بڑا ہے یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم؟ اسکا جواب یقیناً یہی ہے کہ خدا بڑا ہے۔ اس صورت میں اگر آپ پر کوئی برہمو سماجی اعتراض کرے کہ جناب میں خدا کا قائل ہوں مگر محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کا رسول نہیں مانتا، تو کیا آپ ایسے شخص کو مسلمان قرار دینگے؟ جواب صاف ہے کہ اسے مسلمان قرار نہیں دینگے۔ اب کیا وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ کیا وجہ ہے کہ میں خدا کو مانکر کافر کا کافر رہا جبتک خدا کے ساتھ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان نہ لاؤں! اور کیا ان حالات میں آپ تسلیم کرینگے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ خدا سے بڑے ہیں۔ کیونکہ ایک شخص خدا کو مانتا ہے مگر جبتک اسکے ساتھ محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے تب تک وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ فرمائیے! آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

اس پر انہوں نے فرمایا کہ آپ ہی اس پر روشنی ڈالیں۔ انکے ارشاد پر میں نے عرض کیا کہ کافر کے معنے ہیں انکار کرنیوالا۔ اور اصطلاحی کافر وہ ہے جو خدا تعالیٰ کے کسی حکم کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے۔ وہ حکم خواہ حضرت آدم لائیں یا حضرت نوح یا حضرت ابراہیم علیہم السلام یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا حضرت مرزا صاحبؑ۔ پس جو شخص بھی خدا کے کسی حکم کو نہ مانیگا وہ کافر کہلائیگا! اگر ایک شخص خدا تعالےٰ کے سب انبیاء کو مانتا ہے لیکن کسی ایک کا انکار کرتا ہے تب بھی وہ کافر ہے کیونکہ اس نے دراصل اُس نبی کا انکار نہیں کیا بلکہ اسکے بھیجنے والے کا انکار کیا ہے۔ اسی امر کیطرف قرآن پاک نے یوں اشارہ فرمایا ہے۔ اِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (انعام ع) یعنی اے نبی! کافر لوگ تجھے نہیں جھٹلاتے، بلکہ یہ ظالم آیات اللہ کا انکار کرتے ہیں۔

اگر کوئی شخص بادشاہ کے جاری کردہ حکم کو جسے وہ اپنے وزیر کے ذریعہ جاری کرے مانے لیکن اس حکم کو جسے وہ اپنے کسی گورنر یا کسی اور حاکم کے ذریعہ جاری کرے نہ مانے تو وہ عتاب شاہی سے نہیں بچ سکتا

اور ضرور باغی سمجھا جائیگا۔ وہ یہ عذر نہیں کر سکتا کہ میں نے وزیر کی حکم عدولی تو نہیں کی، میں نے تو صرف گورنر یا اس سے نچلے درجہ کے کسی حاکم کی حکم عدولی کی ہے۔ اس سے وزیر سے کم درجہ والے حاکم کا وزیر سے بڑا ہونا بھی لازم نہیں آتا۔ اب یہاں وہی سوال پیدا ہوگا جو آپ نے اٹھایا ہے، کہ باوجود وزیر کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے اس سے کم درجہ والے حاکم کے حکم کی عدم تعمیل کے باعث اسے کیوں مجرم گردانا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اصل حکم بادشاہ کا ہے، آگے حکم پہنچانے والا خواہ کوئی ہو، جب ایک انسان اس کا انکار کریگا تو وہ لازماً خدا کا باغی کہلائیگا جسے اسلامی اصطلاح میں کافر کہتے ہیں۔ اس سے آپ یہ سمجھ گئے ہونگے کہ مامورِ الٰہی خواہ بڑا ہو یا چھوٹا ہر ایک کا انکار ایک جیسا ہی ہے۔ بڑے درجہ کے مامور کو مانتے ہوئے بھی چھوٹے درجہ کے مامور کو ماننا ضروری ہے، اور اس میں بڑے کی کوئی ہتک نہیں ہے، اور نہ اس سے چھوٹے کا بڑا ہونا لازم آتا ہے۔

چونکہ اسلام کی بنیاد ظاہر پر ہے۔ اسلئے جبتک کوئی شخص اسلام کو قبول نہیں کر لیتا تب تک وہ مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ ہاں کفر کا اُخروی نتیجہ جو خدا سے دُوری اور جہنم میں داخل ہونا ہے وہ بیشک بغیر اتمامِ حجت کے مترتب نہیں ہوتا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ یعنی وہ کسی کو تکلیف مالایطاق نہیں دیتا۔ پس جس شخص پر اتمامِ حجت نہیں ہوتی اُس سے مؤاخذہ نہیں کیا جائیگا۔ اور وہ جہنم کی سزا سے محفوظ رہے گا۔ جماعت احمدیہ کے متعلق بعض لوگ جو اہلِ علم ہونیکے مدعی ہیں وہ بھی جماعت احمدیہ کے اس مسلک کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ جمعیۃ العلماء کے آرگن "زمزم" مؤرخہ ۲۵ نومبر ۱۹۴۶ء میں ایک صاحب لکھتے ہیں:۔ "قادیانی حضرات کے متعلق معلوم ہے کہ وہ دُنیا کے تمام مسلمانوں کو کافر اور جہنمی قرار دیتے ہیں اور صرف اپنے آپکو مسلمان سمجھتے ہیں۔" حالانکہ آج سے کئی برس پہلے خود بانی سلسلہ احمدیہ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں اپنے مسلک کو واضح فرما چکے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں:۔ "اسمیں شک نہیں کہ جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک اوّل قسم کفر (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار) یا دوسری قسم کفر (یعنی حضرت مرزا صاحب کا انکار) کی نسبت اتمامِ حجت ہو چکا ہے وہ قیامت

کے دن مؤاخذہ کے لائق ہوگا اور جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک تمام حجت نہیں ہوا اور وہ مکذب و مکفر ہے تو گو شریعت نے جسکی بناء ظاہر پر ہے اُس کا نام بھی کافر ہی رکھا ہے اور ہم بھی اسکو باتباع شریعت کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں مگر پھر بھی وہ خدا کے نزدیک بموجب آیت لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا قابل مواخذہ نہیں ہوگا" (حقیقۃ الوحی ص۱۸۱) اسلئے احمدیوں کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ غیر احمدیوں کو جہنمی قرار دیتے ہیں درست نہیں کسی کا جہنمی یا جنتی ہونا اسکے اعمال پر موقوف ہے لیکن اگر کسی شخص پر اتمام حجت ہی نہیں ہوئی تو اُسے جہنمی کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکر جو اپنے آپکو مسلمان کہتے ہیں ہم بھی اُنہیں مسلمان ہی سمجھتے ہیں مگر صرف نام کے کیونکہ حقیقتِ اسلام اُن میں نہیں رہی۔ اور یہ ایسی بات ہے جو سب مسلمان کہلانیوالوں کو بھی مسلّم ہے ڈاکٹر اقبال کہہ گئے ہیں ؎

آپ سید بھی ہیں مرزا بھی ہیں افغان بھی ہیں ÷ ہیں بھی کچھ یہ بتائیں کہ مسلمان بھی ہیں؟

جب مسلمانوں سے حقیقتِ اسلام مفقود ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ اور آپ نے اپنی بعثت کی غرض یہ تبلائی ؎

چو دورِ خسروی آغاز کردند ÷ مسلماں را مسلماں باز کردند

پس اِس اعتبار سے کہ مسلمان اپنے تئیں مسلمان کہتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں مسلمان قرار دیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی انکو حقیقی اسلام سے عاری قرار دیا۔ اور اس حقیقی اسلام کو قائم کرنا اپنا مقصد بیان فرمایا۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم مسلمانوں کو کفر کی اسی سطح پر سمجھتے ہیں جس پر عیسائی، یہودی وغیرہ کفار کو کفر دون کفر کے ہم قائل ہیں۔ اور مسلمانوں کو کافر کہنے سے مراد یہ ہے کہ اُن میں حقیقی اسلام نہیں پایا جاتا۔ رہا مسلمانوں کو جہنمی کہنا، سو یہ جماعت احمدیہ پر الزام ہے جس میں قطعاً کوئی صداقت نہیں +

ہندوستان میں
تاریخِ تبلیغِ اسلام

(از جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی)

گذشتہ سے پیوستہ

جنوبی ہند کے مغربی ساحل یعنی ملیبار میں تبلیغِ اسلام کے حالات تو آپ نے پڑھ لیئے اب مشرقی ساحل کے حالات بھی سنیئے :-

ہندوستان کے مشرقی ساحل کو مسلمان مَعبر کہتے تھے۔ اس علاقہ پر سب سے پہلے سلطان علاؤ الدین خلجی کے سپہ سالار ملک کافور نے ۷۱۰ھ ۱۳۱۰ء میں ایک جرار فوج کے ساتھ حملہ کیا۔ مالِ غنیمت میں تین سو بارہ ہاتھی، بیس ہزار گھوڑے اور چھیانوے ہزار من سونا ہاتھ آیا۔ جواہرات اور سچے موتیوں سے بھرے ہوئے بے شمار صندوق اس کے علاوہ تھے۔ یہ سب کچھ مال و دولت ہمراہ لے کر ملک کافور ۷۱۱ھ ۱۳۱۱ء میں واپس دہلی لوٹ گیا۔ اور معبر سلطنتِ دہلی کا ایک صوبہ بن گیا۔ (ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ جلد اوّل صفحہ ۱۳۱) اس حملہ کی وجہ یہ ہوئی کہ سلطنت حاصل کرنے کے لئے سندر پانڈیا کے دو پوتوں میں جھگڑا ہوا۔ اور ان میں سے ایک نے ملک کافور سے امداد کی درخواست کی جس کے نتیجہ میں ملک کافور معبر پر حملہ آور ہوا۔ (تاریخ سلاطین معبر صفحہ ۲۲)

اس کے کچھ عرصہ بعد سلطان محمد تغلق نے کیتھل ضلع کرنال کے ایک شخص سید حسن نامی کو جو اس کے امرائے دربار میں سے تھا معبر کا گورنر مقرر کیا۔ سید حسن وہاں جا کر باغی ہو گیا، اور جلال الدین احسن شاہ کا لقب اختیار کر کے وہاں ۷۳۵ھ ۱۳۳۴ء میں مسلمانوں کی سلطنت

کی بنیاد رکھی مشہور سیاح ابن بطوطہ جب ۷۴۵ھ ۱۳۴۴ء میں معبر آیا ہے تو اُس وقت اِس خاندان کا چھٹا بادشاہ ناصرالدین محمود یہاں سریر آرائے سلطنت تھا۔ (تاریخ سلاطین معبر ص۱۵۱)

اسلامی تسلط سے پہلے یہاں پانڈیا خاندان حکومت کرتا تھا جس کا دارالسلطنت مدورا تھا۔ اِس خاندان کا ایک راجہ تھا سندر پانڈیا۔ جس کا لقب جٹرمن تھا۔ یہ بڑا عظیم الشان راجہ تھا اور مشرقی ساحل کا سارا علاقہ راس کماری سے لے کر نیلور تک اس کے قبضہ میں تھا۔

اِس راجہ کے عہد میں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد اسلامی ممالک یعنی عرب اور عراق وغیرہ سے آکر معبر میں آباد ہوگئی۔ اور یہاں تبلیغ کرکے لوگوں کو مسلمان بنانا شروع کیا۔ جٹرمن اتنا بے تعصب راجہ تھا کہ اُس نے قطعاً اُن سے کچھ تعرض نہ کیا اور یہ اطمینان سے اپنے کام میں مشغول رہے۔

اسلامی ممالک سے آئے ہوئے اِن لوگوں میں سے محمد طیبی نام ایک شخص کے دو لڑکے تھے۔ ایک کا نام جمال الدین ابراہیم تھا اور دوسرے کا نام تقی الدین عبدالرحمٰن۔ یہ دونوں راجہ کے نوکر ہوگئے۔ راجہ ان پر بڑی عنایت اور مہربانی کرتا تھا۔ اپنی لیاقت اور قابلیت کی بدولت دونوں نے بہت جلد ترقی کی اور امیرالامراء کے درجہ پر پہنچ گئے۔ تقی الدین کو راجہ نے اپنا وزیر اعظم اور نائب السلطنت بنالیا اور پٹن، مونگی اور کاٹل کے علاقے اُسے جاگیر میں عطا فرمائے۔ دونوں بھائیوں نے نہایت وفاداری کے ساتھ راجہ کی خدمت کی۔ اور رعیت میں سے کسی فرد کو اپنے سے ناراض ہونے کا موقع نہیں دیا۔ آہستہ آہستہ تبلیغِ اسلام بھی کرتے رہے۔ مشرقی ساحل کے مختلف شہروں میں جس قدر ہندوؤں نے اسلام قبول کیا سب انہی دونوں بھائیوں کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ (تاریخ وصاف جلد ۳ ص۳۰۲)

اگرچہ سندر پانڈیا خود مسلمان نہیں ہؤا۔ مگر اُس نے کبھی نہ تبلیغِ اسلام میں کوئی رکاوٹ ڈالی اور نہ کبھی کسی کو مسلمان ہوجانے کی وجہ سے تکلیف دی۔ یہ نیک دل راجہ

۶۹۲ھ ۱۲۹۱ء میں مرگیا۔ (تاریخ سلاطینِ معبر صفحہ ۲۱)

متذکرہ بالا دونوں بھائیوں جمال الدین اور تقی الدین کی اسلامی ممالک میں بڑی شہرت اور عزت تھی اور لوگ ملک الاسلام اور ملک الاعظم کے لقب سے ان کو یاد کیا کرتے تھے (سلاطینِ معبر صفحہ ۲۱)

تبلیغِ اسلام کا چوتھا ذریعہ

مسلمان سلاطین۔

مسلمان بادشاہوں اور فرمانرواؤں کا بھی تبلیغِ اسلام میں خاص حصہ ہے۔ انہوں نے اِس سلسلہ میں حسب ذیل چھ طریقوں سے کام لیا:۔

(۱) زبانی تبلیغ کر کے۔ چنانچہ جب حضرت محمد بن قاسم نے سندھ کو فتح کیا، تو انہوں نے خود یہاں کے بعض راجاؤں کو زبانی تبلیغ کی اور خدا کا پیغام ان کو پہنچایا۔ (ایلیٹ جلد ۱ صفحہ ۱۷۵) دیبل میں داروغہ قید خانہ کو تبلیغ کرنے اور مسلمان بنانے کا قصہ ہم پہلے مفصل طور پر بیان کر چکے ہیں۔

(۲) تبلیغی خطوط لکھکر۔ چنانچہ دمشق میں جب عنانِ خلافت حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے ہاتھ میں آئی تو انہوں نے ہندوستان کے مختلف راجاؤں کو تبلیغی خطوط لکھے جس کے نتیجہ میں یہاں کے کئی راجکماروں اور راجاؤں نے اسلام قبول کیا اور اپنے نام عربوں جیسے رکھے۔ (ایلیٹ جلد ۱ صفحہ ۱۲۴) ان میں سے ایک راجا کا نام جیشیا تاریخوں میں لکھا ہے۔ (دعوتِ اسلام آرنلڈ صفحہ ۲۰۸) قنوج کے راجہ کو بھی خلیفۂ اسلام کی طرف سے تبلیغی مراسلہ بھیجا گیا تھا۔ (ایلیٹ جلد ۱ صفحہ ۱۷۵)

(۳) تبلیغی اعلانات کے ذریعہ بھی مسلم سلاطین نے یہاں کے لوگوں کو مسلمان بنایا ہے۔ چنانچہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ فیروز شاہ تغلق ایسا بادشاہ گذرا ہے جو تمام ملک میں وقتاً فوقتاً تبلیغی اعلانات کرتا رہتا تھا، جن میں اسلام کی خوبیاں اور اُسکے محاسن عوام کو بتائے جاتے تھے، اور اس طرح لوگوں کو مسلمان ہونے کی ترغیب دی جاتی تھی۔ ان اعلانات میں اِس بات کی بھی مُنادی ہوتی تھی کہ جو شخص اپنی خوشی سے اسلام قبول کرے گا وہ جزیے سے بری کر دیا جائے گا۔

اِن اعلانات سے متاثر ہو کر ہزارہا ہندوؤں نے اسلام قبول کر کے اپنے پُرانے مذہب کو خیر باد کہا۔ (ایلیٹ جلد ۳ صفحہ ۳۸۶) اس کے ثبوت میں خود فیروز شاہ تغلق کے اپنے الفاظ ہم یہاں نقل کرتے ہیں:۔ "مَیں نے کافروں کو مسلمان کرنا بھی چاہا، اس لئے اشتہار دیدیا کہ جو شخص مسلمان ہوگا وہ جزیہ سے معاف کیا جائے گا۔ جب یہ اشتہار ہندوؤں نے دیکھا تو بہت سے گروہ کے گروہ ہندو اسلام سے مشرف ہوئے۔ چاروں طرف سے روز مرہ وہ آتے ہیں اور اسلام اختیار کر کے جزیہ سے بری ہو جاتے ہیں۔ اُن کو تمغے دیئے جاتے ہیں اور ان کی تعظیم کی جاتی ہے۔" (تاریخ فیروز شاہی بحوالہ تاریخ ہندوستان ذکاء اللہ جلد دوم صفحہ ۲۳۳)

(۴) اپنا نیک نمونہ دکھا کر بھی شاہانِ اسلام ہندوستان میں لوگوں کو مسلمان بنانے کا باعث ہوئے ہیں۔ اِس سلسلہ میں ایک بہت ہی سبق آموز حکایت سُنیئے۔ اودھ میں بجگوٹی راجپوتوں کا خاندان بہت معزز اور مشہور ہے اور یہ سب لوگ مسلمان ہیں۔ ان کا مورثِ اعلیٰ تلوک چند نامی ایک شخص تھا۔ یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے جبکہ ظہیر الدین بابر کا بیٹا اور جلال الدین اکبر کا باپ نصیر الدین ہمایوں ہندوستان کے تخت پر متمکن تھا۔ خوشامدی مصاحب اور بد خصلت جلیس بادشاہوں اور امیروں کو اس طرح چمٹے رہتے ہیں جیسے مٹھاس کو مکھیاں۔ عیاشی اور فضول خرچی کی کوئی تحریک

ایسی نہیں ہوتی جس کی طرف یہ بدکردار انیس اپنے آقا کو راغب کرنے کی کوشش نہ کرتے رہتے ہوں۔ کیونکہ اس قسم کے بدقماش لوگوں کی روزی آقا کی بدراہی پر ہی منحصر ہوتی ہے۔ جتنا زیادہ کسی رئیس کو عیاش دیکھو سمجھو کہ اس کے مصاحب اتنے ہی زیادہ بدطینت ہوں گے۔ مولانا حالی ایسے ہی "شرفا" کی نسبت فرماتے ہیں سے

امیروں کے بنتے ہیں جب یہ مصاحب ÷ تو جاتے ہیں ہو کر حمیت سے تائب

بدقسمتی سے اسی قماش کے چند لوگ ہمایوں کی بھی ناک کا بال بنے ہوئے تھے۔ ان بدبختوں نے کہیں سے سُن پایا کہ تلوک چند کی بیوی شکل وصورت میں اپنا نظیر نہیں رکھتی جھٹ ہمایوں کی خدمت میں پہنچے اور نہایت لسّانی اور چرب زبانی کے ساتھ اس کی تعریف میں ایسے زمین و آسمان کے قلابے ملائے کہ بادشاہ اُس کا بیحد مشتاق ہو گیا تیر نشانہ پر لگا اور مصاحبوں کی مراد برآئی۔ انہوں نے کہا "حضور ایک دیہاتی آدمی ہرگز اس قابل نہیں کہ ایسی کوہ قاف کی پری اُس کے گھر میں رہے۔ وہ تو محلِ شاہی کی زینت بننے کے لائق ہے اگر اعلیحضرت ارشاد فرمائیں تو اس کا اُٹھا لانا کوئی مشکل امر نہیں۔ تلوک چند کرہی کیا سکتا ہے! وہ اُس کا حق کیا ہے کہ وہ ایسی حُورِ آسمانی کو اپنا رفیقِ زندگی بنائے رکھے۔ گلاب کا پھُول اور موتیا کا پودا تو کچھ چمن اور گلستاں ہی میں اچھے لگتے ہیں۔ جنگل اور صحرا میں نہ ہونے چاہئیں نہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ ع ہے کون رنگ و بُو کا وہاں اُن کے قدرداں

ہمایوں نہ عیاش تھا نہ ظالم طبع۔ مگر مصاحبوں نے اُسے ایسا شیشے میں اُتارا کہ بادشاہ بے اختیار ہو گیا اور کہنے لگا "جو چاہو کرو۔"

بس پھر کیا تھا۔ بلّی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ مصاحب دَوڑ پڑے۔ غریب دیہاتی عورت اپنی ہمجولیوں کے ساتھ گاؤں کے ایک میلے میں گئی ہوئی تھی کہ بدبخت وہاں پہنچکر زبردستی اُسے اُٹھا لائے۔ کس کی مجال تھی جو بادشاہی آدمیوں کے سامنے بولتا اور اپنی جان کھوتا؟ ڈر کے مارے سب چُپ رہے اور کوئی شخص اُف نہ کرسکا۔

ابلیس صفت مصاحب "مالِ غنیمت" لیئے محلِ شاہی میں پہنچے اور بڑے فخر کے ساتھ اپنا شیطانی کارنامہ بادشاہ کو سُنایا۔ عورت کو اُس کے حوالہ کیا اور چل دیئے۔ اب تنہائی تھی اور اُس غریب کی قسمت!

ہمایوں نے مصاحبوں کے جانے کے بعد تلوک چند کی بیوی کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔ جس قدر مصاحبوں نے اس کے متعلق کہا تھا اُس سے وہ چند پایا۔ خلاصہ یہ کہ آج تک بادشاہ نے ایسی عورت نہ دیکھی تھی جو قدرت کی صناعی کا ایسا بہترین نمونہ ہو۔

ہمایوں نہایت والہانہ طور پر عورت کے نظارہ میں محو تھا کہ یکایک اُس کے دل میں سے آواز آئی "کیا یہ کُھلا ہوا ظلم اور بدترین بے حیائی نہیں؟ بادشاہ رعیت کا باپ اور اُس کی جان و مال اور عصمت کا محافظ ہوتا ہے یا اُن پر ڈاکہ ڈالنے والا؟ کیا شرافت اسی کا نام ہے؟ کیا اسلام اِس ذلیل حرکت کی اجازت دیتا ہے؟ جس وقت قیامت میں تُو خدا کے سامنے بطور مجرم پیش ہوگا تو اُس وقت تیرا کیا حشر ہوگا؟"

دل کی یہ لرزا دینے والی آواز سُن کر ہمایوں کی گردن شرم و ندامت سے جُھک گئی۔ وہ پسینہ پسینہ ہوگیا اور سخت پشیمان ہو کر سوچنے لگا کہ "افسوس! نالائق مصاحبوں کے بہکانے میں آکر مَیں کیسا اندھا ہوگیا تھا، میری آنکھوں پر بے حیائی اور بے شرمی کے کیسے پردے پڑ گئے؟ اور اَب اِس ناپاک جرم کی تلافی کس طرح ہوسکتی ہے؟ خدا میری اِس سیاہ کاری کو معاف فرمائے۔"

یہ خیال آتے ہی بادشاہ فوراً سجدہ میں گر پڑا اور نہایت گڑگڑا کر خدا تعالےٰ سے اپنے قصور کی معافی چاہی۔

بے بس اور مظلوم عورت حیرانی کیساتھ یہ نظارہ دیکھ رہی تھی، مگر اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ بادشاہ نے سجدہ سے سر اُٹھایا تو وہ بدستور کھڑی خوف کے مارے کانپ رہی تھی۔

ہمایوں اب بالکل بدل چکا تھا اور اُس کے پہلے سارے گندے خیالات کافور ہو چکے تھے۔ اُس نے بڑی ہی نرمی کے ساتھ عورت سے کہا "تم میری بہن ہو قطعاً مت ڈرو اور میرے محل میں آرام سے رہو تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ میں فوراً تمہارے شوہر کو بلاتا ہوں۔ پھر تم اُس کے ساتھ چلی جانا۔" یہ کہہ کر عورت کو محل میں بھیجدیا اور اس کی خاطر مدارات کی تاکید کردی۔

اس کے بعد ہمایوں نے ایک سپاہی بھیج کر تلوک چند کو بلوایا۔ جب سرکاری پیادہ اسکے پاس پہنچا تو وہ غریب بیوی کی طرف سے تو مایوس ہو ہی چکا تھا سمجھا کہ اب میری جان کی بھی خیر نہیں، دربار میں پہنچتے ہی مار ڈالا جاؤں گا۔ لیکن حکم حاکم مرگ مفاجات۔ کیا کرتا چاروناچار سرکاری پیادہ کے ساتھ ہو لیا۔ اور گھر والے روتے پیٹتے رہ گئے۔

پیادہ نے حضورِ سلطانی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ "فرمانِ عالی کی تعمیل میں تلوک چند کو لے آیا ہوں اور وہ درِ دولت پر حکمِ شاہی کا منتظر ہے۔"

ہمایوں نے کہا "فوراً بلاؤ۔" اور ساتھ ہی ایک دوسرے خادم کو حکم دیا کہ "تلوک چند کی بیوی کو محل سرا میں سے لے آؤ۔"

تلوک چند بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بالکل خلافِ توقع بادشاہ اُس سے نہایت ہی مہربانی سے پیش آیا۔ وہ بہت متعجب تھا کہ کیا معاملہ ہے؟ اتنے میں اُس کی بیوی بھی آگئی اور خاوند کو دیکھ کر بڑی خوش ہوئی۔ مگر تلوک چند نے اُسے دیکھتے ہی اپنا مُنہ پھیر لیا۔ درحقیقت اُسے اپنی بیوی کو دیکھ کر اور یہ خیال کرکے کہ اب یہ محلِ شاہی کی زینت ہے بڑی روحانی کوفت ہوئی تھی۔ اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اپنی بیوی کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھے۔ لیکن بیوی بڑی طمانیت کے ساتھ اُس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔

اب ہمایوں نے کہنا شروع کیا "تلوک چند! تم میری رعایا ہو اور تمہاری ہر قسم کی حفاظت بحیثیت بادشاہ میرا فرض ہے۔ تم سے نرمی اور محبت سے برتاؤ کرنے کا مجھے

اسلام کی طرف سے حکم ہے ۔ میرے آقا اور مقتدا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے رعایا سے ہمدردی اور سلوک کرنے کا مجھے ارشاد فرمایا ہے ۔ مَیں قیامت کے روز خدائے ذوالجلال کے حضور اُس سے بدرجہا زیادہ اپنے اعمال کا جواب دہ ہوں گا جیسا ایک ادنیٰ سرکاری ملازم آج میرے آگے جوابدہ ہے ۔ مَیں بالکل صاف طریق سے لیکن نہایت ہی شرمندگی کے ساتھ اپنے اِس جُرم کا اقرار کرتا ہوں جو مجھ سے تمہاری بیوی کو پکڑوا منگانے میں سرزد ہوُا ۔ مگر فوراً مجھے اِس ناپاک حرکت پر پشیمانی ہوئی ۔ میرے دل نے مجھ پر لعنت کی اور مَیں روزِ حشر میں خدا تعالےٰ کے سامنے بطور مجرم کھڑا ہونے سے ڈر گیا ۔ مَیں نے فوراً تمہاری بیوی کو محلِ شاہی میں بھجوا دیا اور اس کے بعد سے اِس وقت تک مَیں نے اس کی شکل نہیں دیکھی ۔ مگر جو کچھ ہو چکا ہے اس کا افسوس مجھے عمر بھر رہے گا ۔ تمہیں مَیں نے اس لئے بُلوایا تھا کہ تمھاری امانت تمھارے حوالے کر دوں ۔ اور اس امانت میں جس خیانت کا مَیں نے اپنے نفس سے مجبور ہو کر ارادہ کیا تھا اس کی معافی تم دونوں سے مانگوں ۔

اپنے گناہ کے کفارہ کے طور پر وہ علاقہ جس میں تم رہتے ہو سارے کا سارا تمہیں عطا کرتا ہوں ۔ اور فرمان جاری کر دیتا ہوں کہ اُس علاقہ کے تمام کھیتوں اور زمینوں پر تمھارا قبضہ کرا دیا جائے ۔ اس کے علاوہ ایک لاکھ روپیہ تمہیں خزانۂ شاہی سے مل جائے گا ۔ جاؤ اور جاگیر کے انتظام میں معروف ہو ۔ مگر جانے سے پہلے خوشی کے ساتھ یہ کہتے جاؤ کہ " ہم دونوں نے تیرا قصور معاف کیا ۔"

سلطانِ وقت کا اپنے ساتھ یہ سلوک دیکھ کر تلوک چند کا دل رقت سے بھر گیا ۔ اور وہ کہنے لگا " حضور عالی ! مَیں تو اپنی زندگی سے بالکل مایوس ہو کر یہاں آیا تھا ۔ اور مجھے ہرگز یہ امید نہیں تھی کہ یہاں سے زندہ واپس ہوں گا ۔ لیکن خدمتِ سلطانی میں پہنچ کر جو کچھ مَیں نے حضور والا کی زبانِ مبارک سے سُنا وہ بالکل میری توقعات کے

خلاف تھا۔ میں اپنی بیوی کو صبر کر چکا تھا اور اس بات کا مجھے وہم بھی نہ آیا تھا کہ زندگی میں پھر کبھی اس کی شکل دیکھوں گا۔ مگر حضور کے اعلیٰ اخلاق نے مجھے بندہ بے دام بنا لیا۔ جو مذہب ایسی اعلیٰ اور ایسی بہترین تعلیم دیتا ہے اور جس مذہب کے پیرؤوں کے اخلاق و عادات ایسے بے نظیر ہوں کیوں نہ اُسے اختیار کیا جائے۔ پس میں آج سے اپنے سابقہ مذہب کو چھوڑتا ہوں اور اسلام قبول کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہمیشہ نیکی اور نیک بختی کی توفیق دے۔"

تلوک چند نے یہ کہہ کر اپنی بیوی کی طرف دیکھا۔ وہ پہلے ہی بادشاہ کے حسن سلوک سے بے حد متاثر تھی۔ کہنے لگی "اچھا ہوا کہ تم نے خود ہی اپنے اسلام کا اظہار کر دیا۔ میں تو بادشاہ کے اِس احسان کی وجہ سے اور اُس حسنِ سلوک کے باعث جو محلِ سلطانی میں میرے ساتھ ہوا دل میں پہلے ہی مسلمان ہو چکی تھی۔ اور سوچ رہی تھی کہ اب تمہارے ساتھ کس طرح بسر ہو گی۔ پس میں بھی بڑی خوشی کے ساتھ اپنے اسلام کا اعلان کرتی ہوں۔ خدا ہمارے بادشاہ کو سلامت رکھے جن کی بدولت ہمیں اسلام جیسی بیش بہا دولت ملی۔"

اِس کے بعد ہمایوں نے دونوں میاں بیوی کو بڑی مہربانی کے ساتھ رخصت کیا۔ اور تلوک چند کی مسلمان اولاد آج تک ہمایوں کی بخشی ہوئی جاگیر پر قابض اور بڑے عیش و آرام سے زندگی بسر کر رہی ہے۔ (گزیٹیر صوبہ اودھ جلد اوّل صفحہ ۳۶۶ اور دعوتِ اسلام آرنلڈ صفحہ ۲۷۶)

(۵) بخشش کر کے، جاگیریں دے کر اور مال و منال عطا کر کے

بھی ہندوستان کے بادشاہوں نے لوگوں کو موقع دیا کہ وہ اسلام کو قبول کریں۔ چنانچہ اورنگ زیبؒ کے متعلق شمس العلماء مولانا ذکاء اللہ اپنی مشہور کتاب "تاریخ ہندوستان" جلد ۸ صفحہ ۴۳ میں لکھتے ہیں:-

"عالمگیر اورنگ زیب نے کسی ایک ہندو کو بھی زبردستی مسلمان نہیں کیا مگر اُس کے عہد کی تاثیر ایسی تھی کہ دار الخلافہ اور اطراف میں ہنود مسلمان ہوتے جاتے تھے۔ جو ہندو مسلمان ہوتا اُس کو عہام شرعیہ کے ناظم بادشاہ کی بارگاہ میں لاتے اور اُسے کلمۂ طیبہ کی تلقین کرتے اور بادشاہ اُس کو خلعت و انعام اور نقود دیتا اور بقدر حال اُس کے عطایا سے نوازش کرتا۔ اور جو ممتاز ہنود مسلمان ہونے تو وہ بے واسطہ بادشاہ پاس آتے۔ اور بادشاہ اُن کو خود اپنی زبان سے کلمۂ طیبہ پڑھواتا اور خلعت اور عنایات سے اُن کو فائز کرتا۔"

اگرچہ روپے کے لالچ اور مال کی طمع سے مسلمان ہونے والے ہندو بندۂ زر، مال کے بھوکے اور عام طور پر خوشامدی شخص ہوتے تھے اور بادشاہ بھی اِس بات کو خوب سمجھتے تھے۔ لیکن وہ ان سے اس لئے حسن سلوک سے پیش آتے تھے کہ اگر ان کے دلوں میں اسلام پُورے طور پر جڑ نہیں پکڑے گا تو ان سے جو نسل چلیگی وہ سچی اور پکی مسلمان ہوگی۔ اور بعد کے واقعات سے ظاہر ہے کہ مسلمان بادشاہوں کا یہ اندازہ بالکل ٹھیک ثابت ہؤا۔

کچھ اورنگ زیب پر ہی موقوف نہیں۔ شروع سے ہندوستان کے سلاطینِ اسلام کا طریقہ یہی رہا کہ منجملہ دیگر فرائضِ سلطنت ادا کرنے کے وہ اِس بات کا بھی باقاعدہ التزام رکھتے تھے کہ جو ہندو اُن کے پاس مسلمان ہونے کے لئے آئے وہ اُسے کلمہ پڑھواتے اور نقد و جنس سے اُس کی امداد کرتے تھے، مگر اِس عمل میں زبردستی یا جبر و زور کا نام و نشان نہ تھا۔ چنانچہ جو اوقات اِس کام کے لئے مقرر تھے اُن میں بکثرت ہندو آتے اور مسلمان ہونے کے بعد انعامات سے مالامال ہو کر واپس جاتے۔ مولانا ذکاء اللہ کے الفاظ یہ ہیں :-

"اُس وقت ہند میں یہ دستور تھا کہ جو ہندو اسلام میں آتا وہ بادشاہ کے روبرو جاتا اور علیٰ قدرِ مراتب اُس کو لباسِ فاخرہ اسونے کے کنٹھے وکڑے بادشاہ دیتا" (تاریخ ہندوستان جلد ۲ صفحہ ۳)

اِس دستور کی بدولت تو ایک مرتبہ ہندوستان میں ایسا عظیم الشان فتنہ برپا ہُوا کہ سلطنت تباہ ہوگئی اور ایک بادشاہ اور اُس کے خاندان کے سارے شہزادوں کو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔ واقعہ حسب ذیل ہے:۔

ہندوستان کے مشہور و معروف شہنشاہ سلطان علاؤ الدین خلجی کی وفات کے بعد دہلی کی سلطنت پر سلطان قطب الدین مبارک شاہ (۷۱۶ھ/۱۳۱۶ء تا ۷۲۱ھ/۱۳۲۱ء) متمکن ہوا۔ اِس بادشاہ کے عہد میں ایک نہایت خبیث اور کمینہ انسان جو بہت ہی نیچ ذات کا ہندو تھا اِسی انعام و اکرام کے لالچ میں بادشاہ کے پاس آکر مسلمان ہوگیا۔ اور اپنا نام حسن رکھا۔ بدنصیب بادشاہ کو نہ معلوم اس کم بخت کی کونسی ادا پسند آئی کہ اُسے اپنی خدمت میں رکھ لیا۔ اور اُس پر بے حد عنایات کرنی شروع کیں اور تھوڑے ہی دنوں میں اُسے خسرو خاں کا خطاب دے کر وزارتِ عظمیٰ کا قلمدان اس کے حوالے کر دیا۔ بادشاہ کو اس سے اتنی محبت تھی کہ ایک دم کے لئے بھی اُس کو یہ گوارا نہ تھا کہ خسرو خاں اُس سے جُدا رہے۔ وہ کہا کرتا تھا کہ خسرو خاں کے سر کا ایک بال مجھے اپنی ساری سلطنت سے زیادہ عزیز ہے۔

اِس کافر نعمت اور نمک حرام نے اس قدر عروج پاکر اب چاہا کہ اپنے ولی نعمت اور آقا کو ٹھکانے لگائے اور اُس کی جگہ خود بادشاہ ہو جائے۔ اس لئے پہلے تو اُس نے یہ کام کیا کہ تمام سابقہ مقربینِ بارگاہِ سُلطانی کو آہستہ آہستہ برخاست کر کے اُن کی جگہ اپنے ہندو بھائی بند مقرر کئے۔ شاہی محل کو تمام ہندو سپاہیوں اور چوکیداروں سے بھر دیا۔ اس کے بعد سلطنت کے تمام بڑے بڑے عہدوں پر

اپنے رشتہ داروں کو مقرر کیا۔ جب سب کام پختہ ہو گیا تو اب اُس نے بادشاہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ (تاریخ ہندوستان جلد ۲ ص ۳۰۵)

اِس قتل کی کیفیت مشہور سیاح ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں اس طرح لکھی ہے۔

خسرو خاں اپنے آقا کے قتل کا سارا انتظام کر چکنے کے بعد بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ "ہندوؤں کی ایک جماعت حضورِ سلطانی میں حاضر ہو کر مسلمان ہونا چاہتی ہے۔ مگر وہ لوگ اپنے رشتہ داروں کی ملامت اور اپنے ہم مذہبوں کے طعن کے خوف سے دن کو خدمت سلطانی میں آنے سے شرماتے ہیں"۔ بادشاہ نے کہا "کوئی مضائقہ نہیں انہیں رات کو میرے پاس لے آنا"۔ واپس جا کر اس کمینہ نے چند ہندوؤں کو منتخب کیا اور اُن کو اپنے ارادہ سے مطلع کر کے اپنے ساتھ محل میں لے آیا۔ گرمی کا موسم تھا۔ بادشاہ نے اپنا پلنگ محل کی چھت پر بچھوایا تھا۔ اور وہ وہیں اُن لوگوں کی آمد کا منتظر تھا۔

خسرو خاں بادشاہ کی خدمت میں پہلے چلا آیا۔ اور کہنے لگا "حضور وہ لوگ مسلمان ہونے کے لئے آ رہے ہیں"۔ بادشاہ نے کہا "اچھا"۔

محل کے پانچ دروازے تھے جن پر خسرو خاں کے آدمی پہلے سے متعین تھے۔ اس لئے وہ لوگ جن کو خسرو خاں نے بادشاہ کو قتل کرنے کے لئے مقرر کیا تھا، اُن دروازوں سے بے روک ٹوک چلے آئے۔ لیکن جب پانچویں دروازے پر پہنچے تو قلعہ شاہی کے داروغہ قاضی خاں کو ان لوگوں کی شکلیں دیکھ کر کچھ شبہ ہوا۔ اور اُس نے کہا "ٹھہرو۔ پہلے تم لوگوں کے لئے بادشاہ سلامت سے اجازت لے لی جائے پھر تم جانا"۔ ان قاتلوں نے سوچا کہ یہ تو بنا بنایا کام بگڑا۔ داروغہ خبر نہیں بادشاہ کے کان میں کیا جا کر پھونک دے اور سارا منصوبہ دھرا رہ جائے۔ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً تلوار نکال قاضی خاں کا صفایا کر دیا۔

شور و غل جو ہوا تو بادشاہ نے گھبرا کر پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ خسرو خاں نے اطمینان سے جواب دیا "کچھ نہیں، ان آدمیوں کو قاضی خاں نے خواہ مخواہ روکا ہوگا۔ اس پر کچھ تو تو مَیں مَیں ہونے لگی ہوگی" مگر بادشاہ سمجھ گیا کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔ اور میری جان کی خیر نہیں۔

یہ سوچ کر وہ چھت سے نیچے بھاگا کہ محل میں پہنچکر دروازہ بند کرلے۔ خسرو خاں نمکحرام اس کے پیچھے بھاگا۔ اور اُس کی کمر کو پکڑ لیا۔ اتنے میں اس کے آدمی پہنچ گئے اور انہوں نے بادشاہ کا سر کاٹ کر صحن میں پھینک دیا۔ اس کے بعد محل میں گھس گئے، اور خاندانِ شاہی کے ہر فرد کو حتّٰی کہ شیرخوار بچوں کو بھی موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اور اس طرح خلجی خاندان کا خاتمہ کر دیا۔

دوسرے دن یہ بدذات، نمکحرام، خبیث اور پاجی انسان ناصر الدین خسرو خاں کا لقب اختیار کر کے تختِ سلطنت پر بیٹھا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ بظاہر یہ مسلمان اور باطن میں کٹّا ہندو تھا۔ بادشاہ ہوتے ہی ایسے ظلم و ستم پر کمر باندھی کہ خدا کی پناہ۔ بڑے بڑے معزز مسلمان امراء کی بیویاں زبردستی چھین کر ہندوؤں کے حوالے کر دیں۔ مسجد کی محرابوں میں بُت رکھوائے اور وہیں ہندوؤں کو بلا کر اُن سے اُن کی پُوجا کرائی۔ کم بخت نے شہر بھر کے قرآن جمع کر لیئے۔ اور اُن کی بہت سی اونچی اونچی ڈھیریاں لگوا دیں۔ اس کے بعد ہندوؤں کو اُن پر بٹھایا۔ غرض ایسے ایسے افعال ناشائستہ اور حرکاتِ قبیحہ اُس سے سرزد ہوئیں کہ شرم و حیا نے اپنا مُنہ پیٹ لیا۔

مولانا ذکاء اللہ لکھتے ہیں کہ "اگر خسرو خاں کسی عالی خاندان سے ہوتا تو یقیناً اتنا زبردست راجہ ہوتا کہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں پھر دوبارہ سلطنت کا آنا بڑا دشوار ہو جاتا۔ مگر خسرو خاں کی ذات پرواری تھی، اور پرواد ایسی گندی، ناپاک اور نیچ ذات

ہندوؤں کی ہے کہ اعلیٰ گھرانوں کے ہندو اس ذات کے افراد کو اپنے شہر میں گھر بھی نہیں بنانے دیتے۔ اور انہیں نہایت ہی ذلیل اور ناپاک سمجھتے ہیں۔ اس لئے عام ہندوؤں نے خسرو خاں کا ساتھ دینے میں اپنی بے عزتی سمجھی اور خاموشی سے بیٹھے تماشا دیکھا کئے"

خسرو خاں کے مظالم آخر رنگ لائے۔ اور ابھی اُسے سلطنت کرتے تین چار مہینے ہی ہوئے تھے کہ قطب الدین مبارک کے امراء میں سے ایک شخص غازی ملک نام حاکم دیپال پور نے لشکر لے کر اُس کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا۔ طرفین میں گھمسان کے معرکے ہوئے۔ جن میں خسرو خاں گرفتار ہوا اور کتے کی موت مارا گیا۔ اُسے پکڑ کر اسی جگہ لائے جہاں اُس نے اپنے ولی نعمت کا گلا کاٹا تھا۔ اُسی طرح اُس کا گلا کاٹا گیا اور اُسی طرح سر چھت پر سے صحن میں پھینک دیا گیا۔ اس طرح اس کی ناپاک زندگی کا خاتمہ ہوا۔ اور اس کے قتل ہونے کے بعد غازی ملک سلطان غیاث الدین تغلق کے نام سے سریر آرائے سلطنتِ دہلی ہوا۔ خسرو خاں کی ہلاکت ۲۲ رجب ۷۲۱ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۳۲۱ء کو واقع ہوئی۔ (تاریخ ہندوستان جلد ۲ صفحہ ۸۹-۹۴)

دیکھا آپ نے نالائق اور کم اصل کو عزت دینے اور سر پر چڑھانے کا کیا انجام ہوا۔ مگر اس تمام درد انگیز کہانی میں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ باوجود اس قدر سخت تباہی اور بربادی کے اور باوجود اتنا کثیر نقصان اُٹھانے کے مسلم بادشاہوں نے اپنے رویہ میں ذرہ برابر فرق نہیں آنے دیا۔ اُن کے دربار اور اُن کی خلوت گاہیں برابر اور بدستور ہندوؤں کے لئے کھلی رہیں جنہوں نے اپنی خوشی سے بادشاہِ وقت کے پاس آکر مسلمان ہونا چاہا۔ بعد میں کسی ایک مسلم فرمانروا نے بھی یہ خیال نہیں کیا کہ ہم ایک مرتبہ اس دستور کی وجہ سے دھوکہ کھا چکے ہیں آئندہ احتیاط کریں۔ یہ تھا اُنکا ظرف اور یہ تھا انکا تحمل۔ غیاث الدین تغلق کی بجائے اگر گاڈ فرے ہوتا تو یقیناً سارے ملک میں بیت المقدس کی طرح گدھوں کے ہل چلوا دیتا اور ہندوستان کی سرزمین پر خسرو خاں کی ظالمانہ اور بہیمانہ کرتوتوں کی پاداش میں ایک ہندو کی

جان بھی سلامت نہ بچتی۔

اس دستور کی پابندی مسلم سلاطین اس سختی کیساتھ کرتے تھے کہ اکبر جیسا مذہب سے لاپرواہ اور آزاد انسان بھی اسکی پابندی کے لئے مجبور تھا۔چنانچہ جب ۹۸۳ھ میں بھاون نام ایک برہمن دکن سے آکر بادشاہ کے حضور میں اپنی خوشی سے مسلمان ہوا تو اکبر نے اُسے اپنے مصاحبوں میں رکھ لیا اور اس پر بڑی مہربانی کرتا تھا۔(دربار اکبری صفحہ ۱۱۵)

(۶) دلائل اور بحث و مناظرہ کے ذریعہ بھی ہندوستان کے ذی علم اور قابل بادشاہوں نے ہندوؤں تک کلمۂ حق پہنچایا ہے۔چنانچہ شہنشاہ نورالدین جہانگیر اپنی توزک میں اپنے ایک مناظرہ کا حال لکھتے ہیں جو انہوں نے خدا تعالیٰ کی ذات کے متعلق ہندو پنڈتوں سے کیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"ایک دن میں نے پنڈتوں سے پوچھا کہ اگر تمہارے مذہب کا منتہاء یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ذاتِ مقدس نے مختلف پیکروں میں حلول کیا ہے تو یہ بات اربابِ عقل کے نزدیک قابلِ قبول نہیں۔اور اس سے یہ خرابی لازم آتی ہے کہ خدا تعالےٰ جو تمام تعینات سے مجرد ہے صاحبِ طول و عرض و عمق ہو جاتا ہے اور اگر ان اجسام میں نور الہٰی کے ظہور سے مراد ہے تو وہ سب موجودات میں مساوی ہے اور اُن دس پیکروں سے مختص نہیں ہے۔جن کے متعلق تم کہتے ہو کہ ان میں پرماتما نے حلول کیا۔اگر کسی صفت کا اثبات مراد ہے تو اس صورت میں بھی تخصیص درست نہیں۔کیونکہ ہر دین و مذہب میں صاحبانِ معجزہ و کرامت موجود ہیں اور وہ اپنے اپنے زمانہ میں دانش و فراست میں نہایت ممتاز ہوئے ہیں۔

غرض بہت سی گفت و شنود اور ردّ و بدل کے بعد یہ پنڈت اُس خدا کے معترف ہوئے جو جسم و شکل اور زمان و مکان کی قید سے منزّہ اور بالا ہے۔ہندوؤں نے

کہا کہ ہمارا یہ خیال ہے کہ ہم ذاتِ مجرد کے ادراک و شعور میں ناقص ہیں۔ صورت کے بغیر خدا کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی اسلئے ہم نے اِن دس ہیکروں کو اپنی شناخت معرفت کا وسیلہ بنایا ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ تم اِن ہیکروں سے معبودِ برحق تک پہنچنے کا مقصد ہرگز حاصل نہیں کر سکتے۔" (تاریخ ہندوستان ذکاء اللہ جلد ۶ صفحہ ۲۵)

جہانگیر ویسے تو اکبر جیسے ملحد اور بیدین بادشاہ کا بیٹا اور ایک رند مشرب اور آزاد خیال فرمانروا تھا مگر اسمیں شبہ نہیں کہ اپنے مذہب و عقیدہ کا نہایت پختہ تھا اور اسکو اپنے مذہب کا بہت پاس تھا۔ حرمت شرع کا نہایت لحاظ کرتا تھا۔ جب اکبر تو اُس نے سنا کہ بعض مسلمان نوجوان امیرزادے ایک سنیاسی کی صحبت میں رہکر مذہب سے بیگانہ ہو گئے ہیں اور کفر و زندقہ اختیار کیا ہے تو اُس نے فوراً انکو گرفتار کروا منگایا۔ بعض کو قید کیا اور بعض کو سو سو دُرّے لگوائے۔ خود لکھتا ہے کہ جب میں ایکدفعہ اجمیر گیا تھا تو وہاں ایک لاکھ روپے کی لاگت سے ہندوؤں نے ایک مکان تعمیر کیا تھا جس میں سنگِ سیاہ کی ایک مورت رکھی تھی جس کا دھڑ آدمی کا سا اور سر سؤر کا سا تھا۔ میں نے حیرت سے پوچھا کہ یہ کس جانور کی تصویر ہے؟ ہندو کہنے لگے کہ کسی زمانہ میں پرماتما نے سؤر کی شکل میں حلول کیا تھا یہ اُسکی شکل ہے۔ مجھے اُسے دیکھ کر سخت نفرت اور کراہت پیدا ہوئی اور میں نے اُسکو اسی وقت توڑوا کر تالاب میں پھنکوا دیا۔"

حالانکہ خود شراب پیتا تھا مگر بڑی سختی کیساتھ حکم جاری کر دیا تھا کہ جو مسلمان شراب پیئے گا یا شراب بیچے گا یا شراب بنائے گا سخت سزا پائے گا۔

اُس نے تمام ممالک محروسہ میں یہ فرمان بھی جاری کر دیا تھا کہ "کوئی مسلمان ہندوؤں جیسی جاہلانہ رسوم اختیار نہ کرے اور نہ کوئی مسلمان اپنی بیٹیاں ہندوؤں کو نہ دے۔ جو ایسا کریگا غضبِ سلطانی کا متوجب ہوگا۔"

مگر باوجود مذہب کی اسقدر زیادہ پاسداری کے اُس نے تمام ممالکِ محروسہ میں حکم جاری کر دیا تھا کہ "کوئی مسلمان ہرگز ہرگز کسی ہندو کو زبردستی مسلمان نہ بنائے۔" یہ سب کچھ سہی مگر اس کا کیا علاج کیا جائے کہ ان شواہد و حقائق کے باوجود یارانِ وطن کی نظر میں مسلمان حکمران تعصب کے پتلے اور زبردستی مسلمان بنانیکے عاشق واقع ہوئے تھے۔ مجھے کہنے دیجئے کہ تعصب کا پردہ مسلمان حکمرانوں پر نہیں بلکہ اس قسم کے معترضین کی آنکھوں پر پڑا ہوا ہے +

(باقی آئندہ)

۱۔ [illegible] ذکاء اللہ [illegible] جلد ۲

اصحاب احمد علیہ السلام (گذشتہ سے پیوستہ)

حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب سابق جگت سنگھ

(مرتبہ جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے قادیان)

ایک دن حضرت مولوی صاحبؓ نے بتایا کہ آپ کا روپیہ ختم ہو گیا ہے۔ بھائی جی کو بہت تشویش ہوئی۔ مسجد مبارک میں ظہر کے وقت بہت اضطراب سے دُعا کی۔ آپ کو خیال آیا کہ کھانا تو لنگر سے مل جاتا ہے لیکن دھوبی، نائی کے خرچ کا کیا انتظام ہوگا۔ آپ کو فوج میں تینتیس روپے ملتے تھے، اور سردار ٹرڈ نے یقین دلایا تھا کہ چند ماہ بعد ترپن روپے ہو جائیں گے۔ بھائی جی کے گذارہ کے لئے یہ رقم کافی تھی تنگی کا زمانہ نہ دیکھا تھا۔ اب جو یہاں آکر سارا اندوختہ ختم ہو گیا، تو طبیعت میں فکر پیدا ہونا ایک طبعی امر تھا۔ آپ نے خدا تعالےٰ سے دُعا کی کہ وہ خود اپنی جناب سے کوئی راستہ کھولے۔

آپ ان دنوں بغیر تنخواہ کے لبطور محاسب صدر انجمن احمدیہ کام کرتے تھے۔ اسی دن مسجد مبارک میں صدر انجمن احمدیہ کا اجلاس ہوا۔ جب اجلاس ختم ہونے لگا، تو حضرت میر ناصر نواب صاحب نے کہا کہ ابھی کچھ اور بات ہے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ کام تو ختم ہو چکا ہے پھر اور کیا بات ہے؟ حضرت میر صاحبؓ نے کہا کہ سکول کے طالب علم آوارہ پھرتے ہیں، نمازوں میں نہیں آتے، ان کا انتظام کیا جائے کسی نے کہا کہ یہ بات ٹیوٹر (نگران) کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ مگر اس وقت کل انسٹھ روپے سکول کی مد میں ہیں، اور ایکماہ کا خرچ ساٹھ روپے

ادا کرنا ہے۔ گنجائش زائد خرچ کی نہیں ہے۔ حضرت میر صاحبؓ نے کہا، خواہ کچھ ہو اس کا انتظام ہونا ضروری ہے۔ اس پر بھائی جی کو اجلاس میں سے باہر جانے کیلئے کہا گیا۔ پھر آپ کے متعلق یہ فیصلہ ہوا کہ دو یا تین روپے ماہوار پر وہاں لگا دیا جائے۔ آپ کے لئے دو تین روپے بہت غنیمت تھے۔ آپ کا دل خدا تعالیٰ کے اس فضل پر سرور سے بھر گیا، اور اس کا ہزار شکر ادا کیا۔ بعد میں سکول میں پڑھانے کا کام بھی آپ کے سپرد ہوا، اور تنخواہ تیرہ چودہ روپے ہو گئی، اور پھر بڑھتی گئی۔

آپ کی پیدائش اندازاً ۱۸۷۲ء کی ہے۔ مارچ ۱۸۹۵ء کو قریباً بائیس سال کی عمر میں آپ مستقل طور پر قادیان آ رہے اور اس وقت سے یہیں رہتے ہیں۔ اس وقت آپ کی عمر قریباً پھتر سال ہے۔ آپ کو تیرہ سال سے کچھ زائد عرصہ مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ صحبت میں رہنے کا موقع ملا۔ آپ بیان فرماتے ہیں کہ:۔

(۱) ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، کہ ایران میں تبلیغ کرنے کے لئے کوئی اپنے تئیں پیش کرے، تو میں نے اپنے آپکو پیش کیا، لیکن میں ابھی مبتدی تھا اسلئے مجھے نہ بھیجا گیا۔

(۲) ایک دفعہ حضورؑ نے ہم چند نو مسلموں کو یعنی بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی، شیخ عبدالعزیز صاحب اور مجھے مضمون لکھنے کے لئے فرمایا۔ ہم نے تعمیلِ ارشاد کی۔ حضورؑ نے مسجد مبارک میں پڑھوا کر یہ مضامین بڑے شوق سے سُنے۔ میرے مضمون پر حضورؑ نے اظہارِ خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا، کہ بہت اچھا لکھا ہے۔

(۳) بسا اوقات میں حضورؑ کے دار (گھر) کے اردگرد رات کو پہرہ دیتا۔ بعض اوقات حضورؑ رات کے کسی حصہ میں دریافت فرماتے کہ کون ہے؟ تو میں عرض کرتا کہ بھائی عبدالرحیم۔ [۱]

---

[۱] بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کے مضمون مندرجہ الحکم جلد ۴۲ ص ۱۵ تا ۱۸ مؤرخہ

(۴) قادیان کے جو موروثی لاوارث فوت ہو جاتے تھے چونکہ حضرت کے خاندان کو اُن کی جائیداد کا قانونی حق پہنچتا تھا اس لئے مرزا نظام الدین صاحب کے ساتھ ان کے حصول میں امداد کے لئے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے بھیجا کرتے

(بقیہ حاشیہ ص۴۲)

۲۸ رمئی و ۷ ر جون ۱۹۳۹ء سے معلوم ہوتا ہے کہ لیکھرام کے قتل کے بعد جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکانات کی تلاشی ہوئی۔ تو احباب نے عرض کی کہ احتیاطی تدابیر اختیار کی جانی چاہئیں۔ چنانچہ بھائی عبدالرحمٰن صاحب لکھتے ہیں کہ "حضور پُر نور نے دوستوں کی درخواست کو منظور فرماتے ہوئے اس موضوع پر ایک مختصر مگر رُوح پرور تقریر فرمائی، اور حکم دیا کہ بہتر ہے اگر احتیاطاً پہرہ کا انتظام کر دیا جائے۔" (ص۴)

"خاموش، سنسان اور اندھیری رات کی گھڑیوں میں اچانک کبھی وہ ماہِ کنعان، نورِ قادیان، جانِ جہاں، دُنیا و مافیہا کی رُوحِ رواں ہم پر طلوع فرماتا۔ میاں عبدالرحیم ..... میاں عبدالرحمٰن نام لیکر محبت بھری، نرم، شیریں اور دلکش آواز سے نوازتا۔ اور خود ہماری دلجوئی فرماتا ..... بارہا وہ رحمتِ مجسّم اپنے رہائشی دالان کی غربی کھڑکیوں سے جھانکتا، نظرِ شفقت و رحمت سے ہمیں نوازتا، اور اپنے دستِ مبارک سے اپنے رومال میں لپیٹ باندھ کر شیرینی، خشک پھل وغیرہ جو بھی ہوتا ہمیں عطا فرماتا اور دیر تک مصروفِ گفتگو رہ کر خوش وقت فرمایا کرتا ..... ابتداءً میرے محترم بزرگ و محسن حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب ..... بعض ادر دوست اور راقم الحروف اس خدمتِ پہرہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے رہے۔" (ص۵)

"پہرہ کا ایک دوسرا طریق جو مکانات کی تکمیل کے بعد جاری ہوا یہ تھا کہ حضور پُر نور نے ہمیں اپنے مکانات کے بعض حصوں میں سو رہنے کا ارشاد فرمایا۔ جہاں محترم حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب اور یہ خاکسار اوّل اوّل دونوں ایک ہی جگہ عشاء کی نماز

تھے۔

(۵) جب حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ کا مسجد مبارک کے قریب والا مکان بننے لگا، تو مرزا امام الدین صاحب مزاحمت کرتے تھے۔ وہاں بھی مجھے حضورؑ نے بھیجا، مرزا صاحب موصوف ایک بار وہاں آئے، اور مجھ سے دریافت کیا کہ کیا بن رہا ہے؟ لیکن پھر گورداسپور چلے گئے، اور ہم نے راتوں رات مکان تعمیر کر دیا۔

(۶) حضورؑ ہمیشہ قابلِ اعتبار شخص کو روپیہ دیتے تھے ۱۹۰۵ء کی بات ہے کہ حضورؑ نے فرمایا کہ آٹا ختم ہے آٹا خرید لاؤ (حضورؑ دھاریوال سے آٹا لانے، امرتسر اور لاہور سے سودا سلف خرید نے کے لئے بسا اوقات مجھے بھیجتے تھے) میں نے عرض کیا کہ آج میں نے مسہل لیا ہوا ہے حضور کسی اور کو بھیجدیں، یا میں کل لے آؤں گا۔ حضورؑ نے فرمایا، نہیں آٹا ختم ہے، آپ ٹٹو کرایہ پر لے لیں، جہاں ضرورت ہو اُتر پڑیں اور فارغ ہو کر پھر چل پڑیں۔ چنانچہ میں نے اسی طرح کیا اور اسی دن دھاریوال سے آٹا خرید کر لایا۔ کچھ عرصہ لنگر کا انتظام بھی میرے سپرد رہا۔ حضورؑ نے کبھی حساب کتاب نہیں لیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳)

کے بعد جاتے، اور صبح کی نماز کے وقت وہاں سے آجایا کرتے۔ بعد میں دونوں کو الگ الگ حصوں میں بھی رہ کر خدمتِ پہرہ کا موقعہ ملتا رہا۔ اور یہ تبدیلیاں مکانات کی شکست و ریخت اور ترمیم و تنسیخ کی بناء پر ہوا کرتی تھیں۔ اور حسب ضرورت ہم لوگ مختلف حصص مکان میں راتوں کو کچھ جاگ کر اور زیادہ سو کر ڈیوٹی دیتے رہے۔ پہرہ کا یہ سلسلہ کم و بیش دو تین سال متواتر جاری رہا، اور مختلف دوست اس خدمت کی سعادت پاتے رہے۔"

(صفحہ ۶ کالم ۱)

بلکہ پورا اعتماد فرماتے تھے۔

(۷) جب حسین کامی سفیر ترکی قادیان آیا تو حضورؑ نے مجھے امرتسر برف اور بوتلیں لانے کے لئے بھیجا۔ قادیان کیا بٹالہ سے بھی یہ چیزیں دستیاب نہ ہوتی تھیں میں دیر سے پہنچا۔ حضورؑ نے وجہ دریافت فرمائی، تو عرض کیا کہ سٹیشن پر ایک سپاہی کرٹ نہیں لینے دیتا تھا اور پیسے مانگتا تھا جو پیسے دیدیتا اُسے ٹکٹ لینے دیتا۔ اس لئے میں گاڑی سے رہ گیا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ دفع شر کے لئے اُسے کچھ دیدینا چاہیئے تھا۔

(۸) جب حضورؑ اور حضرت اُمّ المومنین اطال اللہ عمرہا سفر کرتے تو ہمیں حضرت اُمّ المومنین کی رتھ کے ساتھ بطور محافظ جانے کا حکم ہوتا تھا۔ چنانچہ ہم خوب دوڑتے ہوئے بٹالہ تک جاتے اور واپسی پر بھی اسی طرح کرتے۔

(۹) کوئی دن ایسا نہیں ہوتا تھا کہ حضورؑ مجلس میں تشریف رکھیں اور میں حضورؑ کے جسم کو نہ دابوں۔ لیکن جب حضورؑ مجلس میں بیٹھے بیٹھے کوئی تقریر کرتے، تو خود ہی جسم دابنے سے منع فرما دیتے۔ حضورؑ جسم دبوانے کے لئے گھر میں بھی مجھے بلوا لیتے تھے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور میں مرض الموت میں بیمار ہوئے تو نصف شب کو حضرت نواب محمد علی صاحبؓ کو اطلاع ہوئی۔ آپؓ جیل روڈ پر ایک کوٹھی میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ میں اُن کے ہاں بچوں کے پڑھانے پر ملازم تھا۔ اور اُنکے ہمراہ لاہور ہی میں تھا۔ حضرت نواب صاحبؓ مجھے پیچھے چھوڑ کر حضرتؑ کے پاس چلے گئے۔ صبح میں بچوں کو لیکر وہاں پہنچ گیا۔ حضورؑ نے قلم دوات منگوائی اور کچھ لکھنے کا ارادہ کیا۔ میں نے یہ دیکھکر کہ حضورؑ کی حالت تشویشناک سُنی تھی، مگر اب اچھی ہے الحمدللہ کہا۔ لیکن حضورؑ جب بیٹھکر لکھنے لگے، تو لکھا نہ جا سکا۔ بے قاعدہ سا قلم چلا۔ تبھی اُس وقت مجھے یقین ہوا کہ حضورؑ کی حالت خطرناک ہے۔

مجھے دیکھ کر حضورؑ نے پہچان لیا اور تبسم فرمایا۔ پھر اپنی ران پر ہاتھ رکھ کر دبانے کا

اشارہ فرمایا چنانچہ مَیں دابتا رہا، لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا، اور ایک گھنٹہ کے اندر اندر حضورؑ کا وصال ہو گیا۔ وصال کے وقت حضرت نواب صاحبؓ اور مَیں حضورؑ کی پائینتی کی طرف کھڑے تھے۔

(۱۰) حضورؑ کو شہد بہت مرغوب تھا۔ مَیں اور شیخ عبدالعزیز صاحب نومسلم درختوں سے اُتار کر اور بوتلوں میں بھر کر حضورؑ کے لئے لاتے تھے۔ سب سے پہلی بار ہم نے بٹالہ شہر سے بوقت نصف شب بڑی مکھی (ڈُومنا) کا چھتا اتارا۔ رات ہی کو صاف کر کے صبح قادیان پہنچے، اور حضورؑ کی خدمت میں پیش کیا۔

(۱۱) حضورؑ پرندوں کا گوشت بہت پسند کرتے تھے، اور فرماتے تھے، کہ ان کے شوربہ سے طاقت آتی ہے۔ چنانچہ حضورؑ کے ارشاد پر مَیں چڑیا وغیرہ غلیل سے شکار کر کے لا دیتا تھا۔

(۱۲) حضورؑ کے ہاں ایک عورت کام کرتی تھی۔ اُس کا جوان عمر بیٹا محمدالدین عیسائی ہو گیا تھا۔ وہ اسے حضرتؑ کے پاس لائی اور روئی پیٹی کہ یہ بیدین ہو گیا ہے۔ وہ ایک دن قادیان سے چلا گیا۔ سخت گرمی اور دوپہر کا وقت تھا۔ حضورؑ نے بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی، شیخ عبدالعزیز صاحب نومسلم اور مجھے اور ایک اور شخص کو بھیجا، کہ تلاش کرو، اور جس طرح بھی ہو سکے لیکر آؤ۔ ہم تم سے اس کو لیں گے مَیں نے پُوچھا ہم کس طرف جائیں۔ ہمیں علم نہیں، وہ کس طرف گیا ہوگا۔ حضورؑ نے فرمایا بٹالہ کی طرف ہی گیا ہوگا، اور کہاں جاتا ہے۔ چنانچہ ہم تینوں روانہ ہوئے۔ خوب تیز بھاگتے تھے۔ جب تھک جاتے تو کچھ دیر ٹھہر کر پھر بھاگتے تھے۔ اُس دن ہم اتنا دوڑے کہ کبھی نہیں دَوڑے تھے۔ وڈالہ اور دوانی وال کے درمیان ہم نے اُسے جالیا۔ اُس نے یہ عذر کیا، کہ مَیں بیمار ہوں، بخار ہے، چل کر واپس نہیں جا سکتا۔ عذر معقول تھا۔ اتنے میں ایک خالی یکہ آگیا۔ اس پر اُسے سوار کر کے ہم واپس لے آئے۔ وہ مسلمان

ہوگیا اور کچھ دن بعد میں فوت ہوا۔[۵]

(۱۳) ۱۸۹۷ء یا ۱۸۹۸ء کے جلسہ سالانہ کی بات ہے۔ کہ حضرتؑ نے انتظام طعام میرے سپرد کیا۔ اور پانچصد روپیہ اس کے لئے مجھے دیا۔ اور فرمایا کہ سب کیلئے ایک ہی کھانا پکایا جائے۔ بعض نے حضرتؑ سے عرض بھی کیا۔ کہ فلاں اس انتظام کو اچھا کر سکیگا۔ لیکن حضورؑ نے مجھی کو پسند فرمایا۔ خواجہ کمال الدین صاحب آئے۔ اور کہا کہ میرے لئے چاولوں کا انتظام کرا دیں۔ مَیں نے حضرت صاحبؑ کا حکم سُنا دیا۔ وہ ناراض ہوئے۔ مَیں نے کہا آپ حضورؑ سے اجازت حاصل کر لیں۔ کہنے لگے کیا مَیں چاولوں کی خاطر حضورؑ کی خدمت میں عرض کروں؟ مَیں نے کہا کہ پھر مَیں تو حکم کا پابند ہوں۔ چنانچہ وہ ہمیشہ اِس وجہ سے مجھ سے ناراض رہے۔ میاں غلام محمدؐ صاحب کشمیری کاتب میرے بہت دوست تھے۔ انہوں نے بھی چاولوں کا انتظام کرنے کے لئے کہا۔ میرے

---

[۵] مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کے مضمون مطبوعہ الحکم جلد۴۲ نمبر ۲۲، ۲۴ مؤرخہ ۲۱-۲۸ اکتوبر ۱۹۳۹ء سے معلوم ہوتا ہے کہ محمدؐ الدین کی والدہ فضل بی بی، فضل بیگم یا فضل النساء المعروف بہ پھیلاں اہلیہ عبداللہ میراثی ساکن ڈنگہ ضلع گجرات کو شیخ مولا بخش صاحب کے ذریعہ علم ہوا کہ انکے بیٹے میاں احمدؐ الدین ڈنگوی عیسائیت کے زہر سے قادیان جاکر شفایاب ہوئے ہیں، اس لئے وہ اپنے مسلول بیٹے کو علاج کے بہانہ سے قادیان لے آئیں اور نہایت الحاح سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتی رہی، تاکسی طرح اسے روحانی صحت ہوجائے، اور حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ سِل کا علاج کرتے رہے۔ والدہ کہتی تھی کہ ایکدفعہ کلمہ پڑھ لے پھر خواہ مرجائے کئی ماہ وہ یہاں رہا حضورؑ نہایت توجہ سے اُسے سمجھاتے رہے۔ بیکر ٹوکر لانیوالوں میں چوہدری نورالدین اور ایک اور صاحب بھی تھے جسمانی صحت بھی اچھی ہوگئی تھی۔ اور خلاف توقع روحانی صحت بھی حاصل ہوگئی۔ اور مسلمان ہوکر وطن گیا لیکن مرض عود کر آیا اور اسلام کی حالت میں فوت ہوا۔

انکار اور اس پر اصرار پر انہوں نے حضورؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضورؑ اُن کی بہت ناز برداری کرتے تھے۔ حضورؑ نے اپنے مکان کی اُس کھڑکی کو کھولکر جو اَب حضرت میاں بشیر احمدؐ صاحب کے مکان میں کھُلتی ہے، مجھے فرمایا ' ان کے لئے سپاولوں کا انتظام کردیں۔ چنانچہ انتظام کر دیا گیا۔ جلسہ کے بعد میں نے سب حساب لکھکر پیش کر دیا' اور عرض کیا، کہ صرف ڈیڑھ آنہ کا حساب کم ہے۔ حضورؑ نے پوچھا کیا وجہ؟ عرض کیا کہ شاید کوئی چیز خرید کر لکھنا بھول گیا ہوں' بہرحال خرچ لنگر ہی میں ہوُا ہے۔

(۱۴) حضورؑ مجھ سے دوائیوں کے نسخہ جات بنواتے تھے۔ اور بچوں مثلاً نواب مبارکہ بیگم اور صاحبزادہ مبارک احمدؑ کی آنکھوں میں دوائی ڈالنے کا بھی مجھے ارشاد فرماتے تھے۔

(۱۵) منارۃ المسیح کی بُنیاد میرے سامنے رکھی گئی۔

(۱۶) نئی جوتی جب پاؤں کو تکلیف دیتی' تو حضورؑ اسکی ایڑی بٹھا لیتے۔ سیر میں اس سے گرد اُڑ اُڑ کر حضورؑ کی پنڈلیوں پر پڑتی تھی۔ واپسی پر احباب فرطِ محبت سے اپنے کپڑوں سے صاف کر دیتے تھے۔ حضورؑ کی واسکٹ کے بٹن اپنے ٹھیک سوراخوں میں نہ لگانے کی وجہ سے جلد ٹوٹ جاتے' اور حضورؑ اسکی شکایت حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ سے کیا کرتے تھے کہ جلد ٹوٹ جاتے ہیں۔ ایک دفعہ مولٰینا موصوف نے صدری کیطرف دیکھا تو بٹن اپنے خانے میں نہ تھے اس پر ہر دو مسکرا دیئے۔ شیخ رحمت اللہ صاحب لاہوری وغیرہ حضورؑ کیلئے اچھے لباس' کوٹ وغیرہ بنوا کر لاتے تھے۔ سر مبارک کو تیل لگاتے ہوئے حضورؑ کا ہاتھ داڑھی مبارک سے ہوتا ہوُا بعض اوقات سینہ تک چلا جاتا تھا' جس سے کوٹ وغیرہ پر داغ پڑ جاتے تھے لیکن حضورؑ کو ان امور کیطرف توجہ نہ تھی۔ ابتدائی ایام میں حضورؑ بعض دفعہ ترکی ٹوپی بھی استعمال کر لیتے تھے! اور تہبند اور بائیں طرف تکمہ (گھنڈی) والا کُرتہ بھی پہن لیا کرتے تھے۔ تصنیف میں زیادہ مشغول نہ ہوتے' تو اکثر نماز میں دوسروں سے پہلے تشریف لاتے تھے اور ظہر اور مغرب کے بعد زیادہ عرصہ تک مسجد میں رونق افروز رہتے تھے۔ خاموشی کی حالت میں سبحان اللہ اور یا حی و یا قیوم

وصیتیں

(نوٹ) وصایا منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو دفتر کو اطلاع کردے۔ (سیکرٹری مقبرہ بہشتی)

نمبر ۸۶۱۴ :- منکہ محمد عارف ولد محمد بخش قوم وائیں کشمیری پیشہ ملازمت عمر ۲۴ سال ساکن ویڑیالہ جالپ ڈاکخانہ خاص ضلع جہلم۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۵/۴/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری کوئی جائیداد نہیں۔ میری تنخواہ ۲/۔ روپے اور ۱۱/۔ روپے مہنگائی الاؤنس ہے۔ میں اپنی ماہوار آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ آئندہ جو جائیداد پیدا کروں گا اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ کمی بیشی کی اطلاع دیتا رہوں گا۔ میرے مرنے پر جس قدر جائیداد ثابت ہوگی اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد: محمد عارف مال بنگلہ جیون شاہ نہر ضلع منٹگمری معرفت اوورسیر صاحب۔ گواہ شد: محمد یوسف سیکرٹری مال جماعت احمدیہ منٹگمری۔ گواہ شد: خورشید احمد انسپکٹر وصایا +

نمبر ۹۸۶۳ :- منکہ عبدالمنان خان چشتی ولد چوہدری دولت خان صاحب قوم راجپوت پیشہ زمینداری عمر ۴۰ سال پیدائشی احمدی ساکن سرڈوعہ ڈاکخانہ خاص ضلع ہوشیارپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۴/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد کوئی نہیں۔ میرا گذارہ پنشن پر ہے۔ جو مبلغ ۲۴/۔ روپے ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ آئندہ اگر کوئی جائیداد پیدا ہوگی تو اس کی اطلاع دیتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے بعد اگر کوئی جائیداد ثابت ہوگی تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد عبدالمنان خان چشتی۔ گواہ شد: عبدالحکیم محاسب انجمن احمدیہ سرڈوعہ۔ گواہ شد: کیپٹن چوہدری محمد انور خان۔ گواہ شد: چوہدری خورشید احمد انسپکٹر وصایا +

نمبر ۹۹۳۳ :- منکہ سیدہ امۃ الرشید طاہرہ بیگم زوجہ سید بشیر احمد صاحب واقف زندگی قوم سید بخاری عمر ۲۱ سال۔ پیدائشی احمدی ساکن قادیان۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۷/۴/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ زیورات طلائی ۴ تولے ۹ ماشے ۴ رتی۔ زیورات نقرئی ایک تولہ تین ماشہ۔ مہر ایک ہزار روپیہ جس میں سے ۴۴۵/۔ روپے بذمہ خاوند ہیں۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ میرے مرنے پر جو

جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ الامۃ: سیدہ امۃ الرشید طاہرہ موصیہ
گواہ شد: سید بشیر احمد خاوند موصیہ موصی ۱۱۹۵۰۔ گواہ شد: چوہدری خورشید احمد
انسپکٹر وصایا۔ ٭ نمبر ۹۹۷ :- منکہ نذیر احمد ولد حاجی جلال الدین صاحب۔ قوم
جلیانہ راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۲۳ سال پیدائشی احمدی ساکن میانی ضلع سرگودھا اصل قادیان
بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ $\frac{۲}{۴۴}$ ۱۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائیداد
کوئی نہیں۔ صرف -/۲۹ روپے تنخواہ پاتا ہوں۔ اس کے دسویں حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر
میری اور کوئی جائیداد بعد میری وفات کے ثابت ہو تو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن
احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد: نذیر احمد کلرک ڈاک دفتر پرائیویٹ سیکرٹری قادیان۔ گواہ شد:
نور محمد باڈی گارڈ حضرت مصلح الموعود قادیان۔ گواہ شد: محمد داؤد کلرک دفتر پرائیویٹ سیکرٹری ٭
نمبر ۹۸۶ :- منکہ علی احمد ولد چوہدری صدر الدین صاحب قوم جٹ پیشہ ملازمت عمر
۔۔ سال پیدائشی احمدی ساکن ٹھیکریوالہ ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس
بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ $\frac{۱۲}{۴۴}$ ۲۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی جائیداد
نہیں ہے۔ صرف اس وقت ماہوار آمد مبلغ -/۲۹ روپے ہے۔ اس آمد کے $\frac{۱}{۱۰}$ حصہ کی وصیت بحق
صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرے مرنے کے بعد اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس کے
بھی $\frac{۱}{۱۰}$ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد: علی احمد بقلم خود۔ گواہ شد:
سید نور محمد شاہ۔ گواہ شد: محمد شاہ صاحب ٭ نمبر ۹۹۲۸ :- منکہ نواب بی بی زوجہ
چوہدری عنایت اللہ نمبردار قوم جٹ گوندل۔ پیشہ خانہ داری عمر ۴۵ سال پیدائشی احمدی۔
ساکن چک نمبر ۳۵ جنوبی ڈاکخانہ چک نمبر ۳۲ ضلع شاہ پور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس
بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ $\frac{۱}{۴۴}$ ۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میرا حق مہر مبلغ -/۵۰۰ روپے ہے
جو کہ بذمہ خاوند ہے۔ اس کے $\frac{۱}{۱۰}$ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ میری کوئی جائیداد
منقولہ و غیر منقولہ نہیں۔ اگر میرے مرنے پر کوئی دیگر منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد ثابت ہو۔ تو
اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ الامۃ: نواب بی بی بقلم خود۔ گواہ شد: عنایت اللہ خاوند
موصیہ۔ گواہ شد: ہدایت اللہ نمبردار $\frac{۱}{۴۴}$ ۲۶ ٭ نمبر ۹۹۱۴ :- منکہ ربیعہ بی بی زوجہ
غلام محمد ریوڑی فروش۔ قوم بٹ عمر ۳۲ سال پیدائشی احمدی۔ ساکن لاہور بھاٹی گیٹ ڈاکخانہ
لاہور ضلع لاہور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ $\frac{۱}{۴۶}$ ۳۰ حسب ذیل وصیت

کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائیداد صرف حق مہر -/۵۰۰ روپے ہے جو کہ بذمہ خاوند ہے۔ اور پانچ روپیہ ماہوار جیب خرچ ہے۔ میں اس کے اور جو جائیداد میری وفات پر ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ الامۃ:۔ نشان انگوٹھا رابعہ بی بی۔ گواہ شد:۔ غلام محمد خاوند موصیہ مذکور ٭ **نمبر ۹۹۳۶**:۔ منکہ مسماۃ بسم اللہ بیگم زوجہ شیخ رحمت اللہ صاحب۔ قوم شیخ قریشی۔ پیشہ خانہ داری عمرہ ۲۵ سال۔ پیدائشی احمدی۔ ساکن نابھہ محلہ پانڈولہ ڈاکخانہ خاص ضلع نابھہ صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۶/۴/۱۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد صرف حق مہر مبلغ -/۲۰۰ روپے ہے جو میں اپنے خاوند سے معاف کر چکی ہوں۔ اس کے ۱/۳ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ آئندہ جو جائیداد پیدا کروں یا بوقت وفات ثابت ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ الامۃ: بسم اللہ بیگم۔ گواہ شد:۔ چودھری خورشید احمد انسپکٹر بیت المال۔ گواہ شد:۔ شیخ عبدالشکور ریاست نابھہ۔ گواہ شد:۔ شیخ قدرت اللہ والد موصیہ مذکور ٭ **نمبر ۹۹۳۹**:۔ منکہ برکت علی ولد عبداللہ صاحب قوم رائیں پیشہ زمینداری عمرہ ۴۴ سال پیدائشی احمدی ساکن محمود پور ڈاکخانہ گوہلا ضلع کرنال صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۳/۴/۱۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ اراضی ۱۸ بیگھہ خام واقعہ موضع محمود پور میں بلا شرکت غیرے ہے اور اراضی مرہونہ -/۱۲۰۰ روپے کی ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور قرضہ میرے ذمہ -/۲۰۰ روپیہ ہے۔ وہ منہا سمجھا جائے گا۔ آئندہ جو جائیداد پیدا کروں گا اس کی اطلاع دیتا رہوں گا۔ اس پر اور نیز میری وفات پر جو جائیداد ثابت ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میرا گذارہ سالانہ آمد پر ہے جو کہ -/۱۰۰ ملتا ہے۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ العبد:۔ برکت علی ولد عبداللہ۔ گواہ شد:۔ چودھری خورشید احمد انسپکٹر بیت المال۔ گواہ شد:۔ شیخ قدرت اللہ امیر جماعت احمدیہ نابھہ سٹیٹ۔ گواہ شد:۔ شیخ عبدالرشید ولدہ ٭ **نمبر ۹۹۶۰**:۔ منکہ مسماۃ کلثوم زوجہ شیخ عبدالستار قوم شیخ قریشی۔ پیشہ خانہ داری عمرہ ۲۰ سال۔ تاریخ بیعت ۱۹۱۲ء ساکن نابھہ محلہ پانڈولہ ڈاکخانہ خاص ضلع نابھہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴/۴/۱۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد سوائے مہر -/۱۰۰ کے کوئی نہیں۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میرے مرنے کے بعد جس قدر جائیداد اس کے علاوہ ثابت ہوئی اسکے بھی

۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ مسماۃ کلثوم۔ گواہ شد۔ چوہدری خورشید احمد انسپکٹر بیت المال۔ گواہ شد: شیخ عبدالستار ولد نو صیبز کو۔ گواہ شد: شیخ قدرت اللہ امیر جماعت احمدیہ۔ گواہ شد: شیخ عبداللہ ریڈر محکمہ توشہ خانہ نابھہ۔

نمبر ۹۹۴۸ :- منکہ میاں رحیم بخش ولد میاں کریم بخش صاحب قوم ارائیں پیشہ زمینداری عمر ۳۰ سال پیدائشی احمدی ساکن نابھہ محلہ پانڈولہ ڈاکخانہ خاص ضلع اسٹیٹ صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۵ ۴۶ احسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ مکان پختہ سکونتی مغرب شادی خاں احمدی۔ مشرق سڑک شارع عام۔ شمال مکان عبدالشکور و نور محمد۔ جنوب شارع عام ہے قیمتی ۵۰۰/- روپے ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ مگر میرے ذمہ ۱۰۰/- روپے قرض بھی ہے یہ منہا سمجھا جاوے۔ میرا گذارہ سالانہ آمد زمینداری پر ہے جو غیر معین ہے۔ جو مبلغ ۱۰۰/- للعہ ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ نیز میرے مرنے پر جو جائیداد ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد: میاں رحیم بخش۔ گواہ شد: عبدالعزیز۔ گواہ شد: شیخ قدرت اللہ۔ گواہ شد: چوہدری خورشید احمد انسپکٹر وصایا۔

نمبر ۹۹۴۶ :- منکہ رحمت اللہ ولد میاں برکت علی صاحب قوم رائیں پیشہ ٹیلرنگ عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن نابھہ محلہ پانڈولہ ڈاکخانہ خاص ضلع نابھہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۵ ۴۶ احسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد ایک مکان ہے جس کا حدود اربعہ شمال مکان ہدایت شاہ فقیر۔ جنوب مکان خیر دین درزی۔ مغرب مکان سوندھی۔ مشرق سڑک شارع عام۔ جس کی موجودہ قیمت ۸۰۰/- للعہ ہے۔ جس میں ہم دو بھائی مشترک ہیں۔ جو میرا بھائی بشیر احمد ہے ۱/۲ حصہ کا مالک ہے۔ میں اپنے نصف کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے جو غیر معین ہے۔ اندازاً ۳۰/- ماہوار ہے۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ کمی و بیشی کے مطابق حصہ وصیت ادا کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے پر جو مزید جائیداد ثابت ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد: رحمت اللہ۔ گواہ شد: چوہدری بشیر احمد ولد ظہور احمد۔ گواہ شد: چوہدری خورشید احمد انسپکٹر وصایا۔ گواہ شد: شیخ قدرت اللہ۔

نمبر ۹۹۴۵ :- منکہ رحم بی بی نابینہ بنت قدرت اللہ صاحب امیر جماعت نابھہ قوم شیخ قریشی۔ پیشہ خانہ داری عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن نابھہ ڈاکخانہ خاص ضلع نابھہ صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۵ ۴۷ احسب ذیل

وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ زیورات طلائی کی تفصیل:۔ کمپا کلی وزنی ۴ تولہ قیمتی-/۴۰۰ روپے۔ کانٹے ایک جوڑی وزنی ڈیڑھ تولہ قیمتی-/۱۵۰ روپے۔ آرسی طلائی وزنی ۱ تولہ قیمتی-/۱۰۰ روپے۔ زنجیری طلائی ۱ تولہ قیمتی-/۱۰۰ روپے۔ انگوٹھی طلائی وزنی ۵ ماشہ قیمتی-/۴۱ روپے نقدی مبلغ-/۳۰۰ روپے = کل جائیداد قیمتی مبلغ-/۱۰۹۱ روپے ہوئی۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میری وفات پر اگر کوئی مزید جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد: نشان انگوٹھا مسماۃ رحم بی بی۔ گواہ شد:۔ چوہدری خورشید احمد انسپکٹر وصایا۔ گواہ شد:۔ شیخ عبداللطیف ورنیڈر توستہ خانہ۔ گواہ شد:۔ شیخ قدرت اللہ دلد موصیہ

نمبر ۹۹۵۵:۔ منکہ شادی خان ولد سید اقوم ارائیں پیشہ واہی عمر ۵۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۸ء ساکن نابھہ محلہ پانڈولہ ڈاکخانہ خاص ضلع ریاست نابھہ ضلع صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۴۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ ایک مکان واقعہ محلہ پانڈولہ قیمتی-/۱۰۰ روپے کا ہے۔ اس کے علاوہ میرا گذارہ سالانہ آمد پر ہے جو غیر معین ہے۔ قریباً-/۲۰۰ سالانہ آمد ہو جاتی ہے۔ جائیداد و آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز آئندہ جو جائیداد پیدا کروں یا بوقت وفات ثابت ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد:۔ شادی خاں۔ گواہ شد:۔ چوہدری خورشید احمد انسپکٹر وصایا۔ گواہ شد:۔ چوہدری بشیر احمد ساکن نابھہ۔ گواہ شد:۔ شیخ قدرت اللہ پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ نابھہ۔

نمبر ۹۹۵۷:۔ منکہ علی بخش ولد میاں عبداللہ صاحب قوم ارائیں پیشہ زمینداری عمر ۲۶ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۰ء ساکن نابھہ محلہ پانڈولہ ڈاکخانہ خاص ضلع نابھہ صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۴۲ ۱۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد ایک مکان ہے جس میں ہم تین بھائی کریم بخش و ولی محمد پسران میاں عبداللہ صاحب ہیں۔ مکان کا حدود اربعہ شمال کوچہ آمد و رفت جنوب سرائے۔ مغرب سڑک۔ مشرق مکان عبدالغنی صاحب جس کی موجودہ قیمت-/۳۰۰ روپے ہے جس کے ۱/۳ حصہ کا میں مالک ہوں۔ اس ۱/۳ حصہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میری سالانہ آمد زمینداری بحیثیت مزارع جو مبلغ-/۱۰۰ روپے ہے۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میرے مرنے کے بعد جو مزید جائیداد ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد:۔ علی بخش۔ گواہ شد:۔ چوہدری خورشید احمد انسپکٹر وصایا۔

گواہ شد:۔ شیخ قدرت اللہ۔ گواہ شد:۔ چوہدری بشیر احمد +

نمبر ۹۹۵۹:۔ منکہ فیض محمد ولد میاں ظہور احمد صاحب ارائیں پیشہ زمینداری عمر ۳۰ سال پیدائشی احمدی ساکن نابھہ محلہ پانڈولہ ڈاکخانہ خاص ضلع نابھہ سٹیٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۴/۴۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت ایک مکان ہے۔ حدود اربعہ۔ شمال جائے سفید عبد الغفور صاحب۔ جنوب سڑک۔ مغرب مکان علی نواز صاحب فقیر۔ مشرق شارع عام۔ قیمت موجودہ۔/۴۰۰۰ روپے ہے۔ اس کے ۱/۶ حصہ کا من مظہر مالک ہے۔ برادران حقیقی بشیر احمد۔ محمد صدیق۔ نذیر احمد۔ قدرت اللہ۔ حبیب اللہ میں مشترک ہے۔ ۱/۶ حصہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرا گذارہ سالانہ آمد پر ہے۔ جو غیر معین ہے۔ آمد۔/۱۰۰ روپے ہو جاتی ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرے مرنے پر جو جائیداد ثابت ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد:۔ فیض محمد۔ گواہ شد:۔ چوہدری خورشید احمد انسپکٹر وصایا۔ گواہ شد:۔ چوہدری بشیر احمد برادر موصی۔ گواہ شد:۔ شیخ قدرت اللہ امیر جماعت نابھہ +

نمبر ۹۹۸۴:۔ منکہ عبد الشکور ولد شیخ کریم بخش صاحب مرحوم قوم شیخ قریشی پیشہ ملازمت عمر ۶۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۲ء ساکن بیراور ڈاکخانہ شنبھو خاص ضلع پٹیالہ حال وارد نابھہ محلہ پانڈولہ ڈاکخانہ خاص ضلع نابھہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۴/۴۷ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ اراضی تعدادی ۲۵ بیگہ خام۔ اس میں اٹھارہ ۱۸ بیگہ قسم بارانی رہن پاس شیخ عبد الکریم پسر خود بعوض۔/۷۰۰ روپیہ کی ہے۔ اراضی موجودہ قیمتی مبلغ۔/۱۴۰۰ روپے ہے۔ موضع بیراور میں ایک مکان رہائشی سکونتی مبلغ۔/۱۵۰ روپے کا ہے۔ ایک مکان کچا موضع نابھہ سکونتی محلہ پانڈولہ میں ہے۔ قیمتی۔/۵۰۰ روپے۔ کل جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ مگر اس جائیداد زیر رہن رفع کر کے باقی پر وصیت حاوی ہوگی۔ میری مبلغ۔/۴۰ + ۔/۱۲ مہنگائی الاونس ماہوار ہے۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ آمد کی کمی بیشی کی اطلاع کرتا رہوں گا۔ میری وفات پر جو جائیداد ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد:۔ عبد الشکور۔ گواہ شد:۔ چوہدری خورشید احمد انسپکٹر وصایا۔ گواہ شد:۔ شادی خاں۔ گواہ شد:۔ شیخ قدرت اللہ برادر موصی +

نمبر ۹۹۳۷:۔ منکہ برکت علی ولد شادی خاں قوم ارائیں پیشہ زمینداری عمر ۴۰ سال

تاریخ بیعت ۱۹۲۱ء ساکن علی پور سونڈھیاں پرگنہ؛ حلو ڈاکخانہ جاتہ ضلع احلو بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۲۷ ۴۳ کو حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ ۱۔ اراضی ملکیتی ۲۰ بیگھہ خام بلا شرکت غیری ہے۔ قیمتی -/۲۰۰۰ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرا گذارہ سالانہ آمد پر ہے جو بذریعہ زمینداری ہوتی ہے -/۲۰۰ سالانہ ہے۔ اور غیر معین ہے۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میرے مرنے کے بعد جو جائیداد ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ ایک مکان سکونتی اس کے علاوہ ہے قیمتی -/۴۰۰ اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد۔ برکت علی۔ گواہ شد:۔ شیخ عبدالشکور۔ گواہ شد:۔ چوہدری خورشید احمد انسپکٹر وصایا۔ گواہ شد:۔ شیخ قدرت اللہ

نمبر ۹۷۴۶

سید صمصام الدین احمد ولد حضرت مولوی سید اکرام الدین احمد مرحوم و مغفور۔ قوم سید پیشہ معلم۔ عمر ۴۶ سال۔ پیدائشی احمدی ساکن کوسمبی سونگھڑہ ڈاکخانہ سونگھڑہ ضلع کٹک صوبہ اڑیسہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۶/۴ ۴۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ ۱۔ زرعی زمین اور مکان سکونتی جو ہم چار بھائیوں کے درمیان تقسیم ہو چکی ہے یا کچھ دوسرے شراکت داروں کے ساتھ موجود ہے۔ میرا اپنا حصہ تخمیناً ایک بیگھہ کے درمیان ہے جس کی کل قیمت اندازاً ۵۰۰ روپیہ ہوگی۔ اسکے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اگر اسکے بعد کوئی اور جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور اس جائداد پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ لیکن میرا گذارہ صرف اس جائیداد پر نہیں بلکہ ماہوار آمد پر ہے جو کہ اس وقت لگ بھگ بیس روپیہ ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ وصیت کرتا ہوں کہ میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ البتہ اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ وصیت کی مد میں کروں تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائے گا۔ ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم۔ آمین

فقط۔ العبد:۔ عاجز سید صمصام الدین احمد احمدی عفا اللہ عنہ موصی سیکرٹری تعلیم و تربیت جماعت احمدیہ کرڑاپلی تگریا اسٹیٹ (اڑیسہ) گواہ شد:۔ محمد شجاعت علی موصی ۲۰۹۷ انسپکٹر بیت المال حلقہ یوپی بہار و اڑیسہ ۹/۱۹۴۴ ۱۱۔ گواہ شد:۔ محمد سلیم مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ۔ گواہ شد:۔ دستخط قمر علی صاحب دہلبرا پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کرڑاپلی تگریا اسٹیٹ ضلع کٹک۔ گواہ شد:۔

(مصاحب خان) سیکرٹری مال جماعت احمدیہ کراچی ۔ نمبر ۹۹۱۷ :- منکہ امیر بیگم زوجہ رشید احمد خان قوم ککے زئی پٹھان پیشہ خانہ داری عمر ۴۴ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان محلہ دار الفضل ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲ فروری ۱۹۴۷ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں ۔ میری جائیداد غیر منقولہ ایک مکان پختہ واقع محلہ دار الفضل قادیان میں ہے جو کہ میرے خاوند مسمی شیخ رشید احمد خان دفتر قانونگوئی اوکاڑہ کے ساتھ مشترکہ ہے ۔ اس کی قیمت مبلغ پندرہ سو روپیہ کی ہیں ۔ لک ہوں ۔ اور مبلغ پانصد روپیہ حق مہر میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے ۔ اور علاوہ ازیں زیور طلائی پانچ تولے قیمتی پانچسو روپیہ کی بھی مالک ہوں ۔ اس کل جائیداد کا دسواں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں ۔ میرے مرنے کے بعد جس قدر جائیداد میری ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں ۔ الامۃ :- وصیت کنندہ امیر بیگم زوجہ شیخ رشید احمد خاں دفتر قانونگوئی ساکن قادیان محلہ دار الفضل ۔ گواہ شد :- رشید احمد بقلم خود خاوند موصیہ ۔ گواہ شد :- حکیم دین محمد ملٹری اکونٹنٹ حال قادیان دار الفضل ۔

نمبر ۹۹۲۰ :- منکہ عائشہ بی بی بیوہ ملک غلام رسول صاحب مرحوم قوم ککے زئی پیشہ تجارت عمر ۴۵ سال پیدائشی احمدی ساکن لالہ موسیٰ محلہ جامع مسجد ڈاکخانہ لالہ موسیٰ ضلع گجرات صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵ ماہ فتح ۱۳۲۶ ہش مطابق ۵ دسمبر ۱۹۴۶ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں ۔ کہ میری جائیداد حسب ذیل ہے ۔ جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت میں بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں ۔ کڑے طلائی دو عدد وزنی سات تولہ ۔ کانٹے طلائی دو عدد وزنی ۵ پانچ ماشہ ۔ انگوٹھی طلائی وزنی گیارہ ماشہ ۔ کل میزان آٹھ تولہ چار ماشہ ۔ جسکی موجودہ قیمتاً آٹھ صد سی ۸۳۰ روپیہ ہے ۔ اور سوا اسکے مبلغ چار صد روپیہ میرا مہر ہے کل مبلغ بارہ سو تینتیس روپیہ ہے ۔ اس کے سوا میری اور کوئی جائیداد نہیں ۔ اگر میری وفات پر کوئی اور میری جائیداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔ الامۃ :- عائشہ بی بی بیوہ ملک غلام رسول صاحب مرحوم نشان انگوٹھا ۔ گواہ شد :- حکیم محمد قاسم قریشی سکنہ لالہ موسیٰ امیر جماعت احمدیہ لالہ موسیٰ بقلم خود ۔ گواہ شد :- مبارک احمد ولد غلام رسول مرحوم پسر موصیہ ۔ مبارک احمد ولد ملک غلام رسول احمدی مرحوم دلپسر موصیہ بقلم خود ۔

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

ماھنامہ

ریویو آف ریلیجنز اردو

قادیان

دُنیا کے مذاہب پر نظر اور اہلِ مذاہب کا تشحیذ الاذہان

جلد ۴۶ | ماہ رجب ۱۳۶۶ھ سنہ مطابق ماہ جون ۱۹۴۷ء سنہ | عدد ۶

فہرست مضامین

گزشتہ سے پیوستہ

مسئلہ ختم نبوت قرآن کریم کی روشنی میں

(از حضرت مولنا غلام رسول صاحب فاضل راجیکی)

لفظ خَاتَم کی تحقیق

(۱) خَاتَم کا لفظ مفرد ہے اور عالَم کے وزن پر اسم آلہ سماعی ہے۔ لغت میں اسکے معنے انگوٹھی اور مُہر کے ہیں، جیساکہ مفرداتِ راغب وغیرہ میں ہے۔ لفظ خاتَم بفتح تا مفرد کی صورت میں کسی لغت میں آخر یا ختم کرنے والے کے معنوں میں نہیں آیا۔ ہاں بصورتِ اضافت مجازی طور پر یا بصورتِ تاویل اس کے اصل معنوں کے سوا اور معنے بھی لیے جاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی خاتَم بفتح تا بصورتِ اضافت اور خاتِم بکسرۂ تا بصورتِ اضافت دونوں میں بعض حالات میں فرق ہے۔ یعنی خاتَم بفتح و کسرۂ تا اس لحاظ سے کہ دونوں ہم معنے ہیں اور دونوں کا استعمال لغت کی رُو سے انگوٹھی اور مُہر کے معنوں میں پایا جاتا ہے اور صورت رکھتا ہے، اور اس لحاظ سے کہ خاتِم بکسرۂ تا کو ختم اور ختام مصدر سے اسم فاعل قرار دیا اور پھر ختم کو مُہر کرنے یا مُہر لگانے یا کسی کام کو ختم کرنے اور اس سے فارغ ہونے کے معنوں میں لیا جائے اور صورت رکھتا ہے۔ اور آیت خاتَم النّبیین میں خاتَم بفتح تا مشہور قرأت سے ہے اور بکسرۂ تا قرأتِ شاذہ ہے۔ اور بفتحِ تا خاتَم النّبیین کا مفہوم بصورتِ اضافت نبیوں کی انگوٹھی یا نبیوں کی مُہر ہوگا۔ لیکن بکسرۂ تا خاتِم النّبیین کے معنے ایک خاتَم بفتح تا کے معنوں میں ہوگا، دوسرے

اسم فاعل کے لحاظ سے نبیوں کا ختم کرنیوالا یا نبیوں میں سے مُہر کرنیوالا نبی مراد لیا جائیگا۔ ختم کرنا بلحاظ ختم کمالاتِ نبوت ہوگا' اور مُہر کرنا بلحاظ افاضۂ کمالاتِ نبوت۔

(۲) لفظ خاتَم جب مضاف ہو تو معناً وہ کئی طرح پر پایا جاتا ہے۔ ایک یہ کہ مثلاً انگوٹھی جس دھات سے بنائی گئی ہو جیسے چاندی یا سونے یا لوہے وغیرہ سے' اور خاتم کا لفظ اس کی طرف مضاف ہو تو عربی میں یوں کہیں گے خَاتَمُ فِضَّةٍ یعنی چاندی کی انگوٹھی' خَاتَمُ ذَهَبٍ یعنی سونے کی انگوٹھی' خَاتَمُ حَدِيْدٍ یعنی لوہے کی انگوٹھی مقصود یہ ہے کہ انگوٹھی بلحاظ اپنے ماخذ کے اپنی جنس کی طرف مضاف ہوگی' اور جس دھات سے بنی ہوگی انگوٹھی کی نسبت بھی اُسی دھات کی طرف ہوگی لیکن اگر خَاتَمُ زَيْدٍ کے فقرہ میں خاتَم کو زید کی طرف منسوب کیا جائے جس کے معنے ہیں زید کی انگوٹھی' تو یہ اضافت دوسرے معنے میں پائی جائے گی۔ اور اس نسبت اور اضافت سے مراد زید کی ملکیت کا اظہار ہوگی۔ اور اگر خاتم بمعنے مُہر ہوگی تو اس کا مطلب تصدیق عمل کی نسبت سے ہوگا۔ اگر وہ عمل کسی تحریر کے متعلق ہے تو اس سے تحریر کے متعلق صاحبِ مُہر کی تصدیق کا اظہار ہوگا' جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کی طرف جب تبلیغی مکتوب لکھے تو اُن پر آپؐ کی مُہر بغرضِ تصدیقِ تحریرِ مکتوب ثبت ہوتی تھی۔ یعنی یہ تحریر آپؐ کی طرف سے آپؐ کی مصدقہ ہے۔ اِسی طرح حکومت کے سکّے جنکی ترویج بادشاہِ وقت کی مُہر سے ہوتی ہے' یا وہ کاغذات جو سمنوں اور وارنٹوں وغیرہ مضامین کی صورت میں حکّام کی عدالت سے اُن کی مُہر سے جاری کئے جاتے ہیں' اُن پر بھی مُہر بغرضِ تصدیق ثبت ہوتی ہے۔ لیکن خَاتَمُ فِضَّةٍ بمعنے چاندی کی انگوٹھی اور خاتَمُ زَيْدٍ بمعنے زید کی انگوٹھی کے دونوں فقروں میں گو خَاتَم کا لفظ بمعنی انگوٹھی ہے' اور دونوں جگہ خَاتَم کے معنی کے لحاظ سے کچھ فرق نہیں پایا جاتا' لیکن خاتم کے بعد لفظ جو فِضَّةٍ اور زَيْدٍ ہیں اور بطور مضاف الیہ استعمال ہوتے ہیں' ان میں

بہت بڑا فرق ہے۔ کیونکہ پہلے فقرہ میں مضاف الیہ فِضَّۃٍ (یعنی چاندی) ایک دھات ہے' اور دوسرے فقرہ میں مضاف الیہ زَید ایک انسان ہے۔

یہی لفظ خَاتَم (آیت) خاتم النّبیّین میں بھی استعمال ہوا ہے' جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتَم کہا گیا ہے' اور محلِّ مدح میں پیش کیا گیا ہے۔ اب اس جگہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت لفظ خاتم کو بصورتِ مضاف حقیقی معنوں میں انگوٹھی یا مُہر سمجھنا تو مناسب نہیں معلوم ہوتا' اس لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انسان ہیں اور پھر نبی ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ انسان خواہ نبی ہو خواہ غیر نبی حقیقی طور پر وہ نہ انگوٹھی ہوتا ہے نہ مُہر۔ اب جس چیز پر کوئی لفظ اپنے حقیقی معنوں میں صادق نہ آسکے اس پر مجازی معنوں کا اطلاق ہی درست ہو سکتا ہے۔ سو جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر انگوٹھی یا مہر کے معنوں میں لفظ خاتم کا اطلاق حقیقی طور پر درست ثابت نہ ہو سکا' تو لامحالہ حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنے لینا مناسب ہوگا۔ اور حقیقت اور مجاز کی گو دو مختلف صورتیں پائی جاتی ہیں' لیکن حقیقی اور مجازی میں وجہ اشتراک کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً اگر ہم زید کو مجازاً طور پر شیر کہدیں تو زید اور شیر کے درمیان ایک چیز کا مابہ الاشتراک کے طور پر پایا جانا (جو شجاعت یا بہادری کا وصف ہے) ضروری ہے۔ مجازی طور پر زید کو شیر کہنے کے یہ معنے ہرگز نہیں لئے جا سکتے کہ شیر میں تو شجاعت اور بہادری کا وصف ہو' لیکن جب زید کو مجازی طور پر شیر کہا جائے تو زید میں شجاعت اور بہادری کی نفی سمجھی جائے۔ بلکہ اس مجاز کے استعمال سے یہ غرض ہوگی کہ زید کی شجاعت اور بہادری کا وصف دوسرے انسانوں سے بڑھ کر اور اعلیٰ حیثیت میں سمجھا جائے۔ اور اسے علیٰ وجہ الکمال تسلیم کیا جائے۔ نہ یہ کہ مجاز کے طور پر استعمال کرنے سے اس کی نفی یا اس کی تذلیل اور توہین مقصود ہو۔ پس اس صورت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیّین کا خطاب اللہ تعالےٰ کی طرف سے مقام مدح اور

مرتبۂ فضیلت کے لحاظ سے عطا کیا گیا ہے، مدح کے پہلو کو ملحوظ رکھتے ہوئے خاتم النبیین کے معنے ہم وہی لے سکتے ہیں جو اپنے اندر مدح کا پہلو رکھتے ہوں نہ کہ ذم کا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت خاتم کے لفظ کو مجازی معنوں میں لیتے ہوئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مجازی معنوں میں خاتم النبیین کہا گیا ہے نہ کہ حقیقی معنوں میں اس لئے آپؐ کا مجازی طور پر خاتم النبیین ہونا محض ایک بے حقیقت امر ہے۔ ہر ایک صاحبِ علم و دانش اس بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا باوجود مجازی معنوں کے پھر بھی اپنے اندر ایک اعلیٰ حقیقت رکھتا ہے۔ جیسے انگوٹھی کے نگینہ کا نقش۔ اگر اسے مُہر کہہ سکتے ہیں، تو جہاں وہ مُہر لگائی جاتی ہے اس مُہر سے ظاہر شدہ نقش کو بھی مُہر کہہ سکتے ہیں۔ اور ایک مُہر حقیقی ہے تو دوسری مجازی۔ اور گو حقیقت اور مجاز کئی طرح پر پایا جاتا ہے، لیکن حقیقت اور مجاز کی ہر صورت میں وجہِ اشتراک کا (جو مماثلت کے معنوں پر دلالت کرتی ہے) پایا جانا دونوں کے لئے ازبس ضروری ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت بہ نسبت افاضۂ تامہ کاملہ محلِ استفاضہ کے لئے حقیقت و مجاز کی اسی طرح اعلیٰ مثال اپنے اندر رکھتی ہے جس طرح کہ مُہر کا نقش اپنے افاضہ سے محلِ استفاضہ میں اپنا کامل نقش ظاہر کر دیتا ہے جو اصل کو دکھانے کے لئے بطور آئینۂ اصل نما کے ہے، جو عین سے قریب تر اور غیریت سے مقامِ بُعد میں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی نسبتِ افاضہ و استفاضہ کو ذیل کے منظوم کلام میں ذکر فرمایا ہے ؎

احمدؐ اندر جانِ احمدؐ شد پدید ٭ اسمِ من گردید اسمِ آں وحید

جیسے کہ اصل مُہر بھی مُہر اور جو نقش مُہر سے ظاہر ہوتا ہے وہ بھی مُہر ہے، دونوں ہم شکل اور دونوں ہمنام ہیں۔ یا جیسے اصل آفتاب بھی آفتاب اور اس کا عکس جو آئینہ میں ظاہر ہوتا ہے وہ بھی آفتاب ہے۔ دونوں کی شکل بھی ایک ہے اور نام بھی ایک

ہاں فرق ہے تو اصل اور ظل کا، یا حقیقت اور مجاز کا۔ انہی معنوں میں حضرت اقدس مسیح محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ہے کہ سُمِّیْتُ نَبِیًّا عَلٰی طَرِیْقِ الْمَجَازِ لَا عَلٰی وَجْہِ الْحَقِیْقَۃِ یعنی میرا نام رکھا گیا ہے نبی بطور مجاز کے نہ حقیقی طور پر کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اصل ہیں اور آپ ظل اور بروز، اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حقیقت کے مقام پر ہیں اور آپ مجاز اور مظہریت کے مرتبہ پر۔ اور اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صاحبِ شریعت ہیں اور آپ تابع شریعت۔ یعنی دونوں میں نسبت افاضہ و استفاضہ کی ہے۔

(۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا بلحاظ بلاغت کلام و معانی الفاظ کئی طرح کی شان رکھتا ہے، جو ہر پہلو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے مدح اور فضیلت پر دال ہے۔ مثلاً خاتم النبیین کا خاتم اگر ختم مصدر سے اسم فاعل ہو جسکے معنے ہیں ختم کرنے والا، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ اور اگر اس مفہوم کو الفاظ احادیث خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ (ختم کئے گئے ہیں میرے ساتھ نبی) اور اَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ (میں آخر الانبیاء ہوں) کے معنوں میں سمجھا جائے، تو آگے اس کی دو صورتیں پائی جائیں گی۔ ایک ان معنوں میں کہ تمام انبیاء بلحاظ سلسلۂ مراتبِ نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیئے گئے۔ اب کوئی ایسا مرتبۂ نبوت باقی نہیں رہ گیا، جو کسی نبی کو تو حاصل ہوا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ ہوا ہو۔ انہی معنوں میں حضرت اقدس سیدنا مسیح محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذیل کا منظوم کلام ہے ؎

ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال ❊ لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

نیز فرمایا ؎

ہست او خیر الرسل خیر الانام ❊ ہر نبوت را بروشد اختتام

نیز فرمایا۔ نَعْنِیْ بِخَتْمِ النُّبُوَّةِ خَتْمَ کَمَالَاتِهَا۔ یعنی ختم نبوت سے ہماری مراد ختم کمالات نبوت ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر سب کے سب ختم ہو گئے۔ یہ صورت بھی مدح اور فضیلت پر دال ہے۔

دوسری صورت ان معنوں میں کہ تمام انبیائ جو شریعت لیکر آئے یا جنکی نبوت نبوتِ مستقلہ تھی، ایسے نبیوں کو آپ ختم کرنے والے اور ان سے آخری ہیں، جیساکہ حدیث اَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ جو صحیح مسلم میں ہے اس سے بھی یہ مفہوم مترشح ہوتا ہے۔ اور حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (میرے بعد کوئی نبی نہیں) کا صحیح مطلب بھی یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک نئی شریعت والا اور مستقل نبوت والا نبی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور فیض سے انعام نبوت حاصل کرنے والا نہ ہو ایک بھی نہیں آسکتا۔ اور اس صورت میں مدح اور مرتبۂ فضیلت کا تحقق اس طرح پر ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحبِ شریعت نبی ہونا آخری تسلیم کریں، تو ساتھ ہی یہ امر بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ قیامت تک کے تمام لوگ اور تمام قومیں ہدایت اور فیض پانے کے لیے آپ ہی کی محتاج ہوں گی، اور سب کو آپ ہی کی اتباع کرنا لازمی امر ہے۔ اور اس سے آپ کے مرجعِ خلائق اور مطاعِ اقوام ہونے سے یقیناً ایک دائمی عزت کی فضیلت کا مرتبہ حاصل ہوگا۔ اور اس صورت میں آپ کے بعد آپ کی اتباع اور فیض سے ایک نہیں، ایک ہزار نبی بھی آجائے تو آپ کے لئے باعثِ عزت اور موجبِ فضیلت ہی ہو سکتا ہے نہ کہ باعثِ توہین و ہتک۔ کیونکہ اس سے یہ ظاہر ہوگا کہ آپ کی اتباع اور فیض علاوہ اور انعامات کے انعامِ نبوت کے حصول کا بھی ذریعہ ہے، اور اسی فضیلت میں آپ دوسرے انبیاء کے بالمقابل ممتاز اور مختص ثابت ہوتے ہیں۔ اور حضرت اقدس سیّدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تحریروں میں جہاں خاتم الانبیاء کو آخر الانبیاء کے معنوں میں ذکر فرمایا ہے انہی معنوں میں پیش کیا ہے۔

اگر ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آخرالانبیاء ہونا ان معنوں میں نہ سمجھیں جو اُوپر ذکر کیے گئے ہیں، بلکہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ سے ہر طرح کے نبیوں کی نفی مراد لیں، خواہ وہ تابع شریعت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور فیض سے ہوں خواہ نہ ہوں اس پر دو اشکال پیش آئیں گے۔

(اول) یہ کہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے رو سے مسیح موعود کا نبی اللہ ہو کر آنا اُمتِ محمدیہ کے مسلّمات و اتفاقات سے ہے۔ اس کی نفی سے قرآن و حدیث کی صریح مخالفت لازم آئے گی، جو خطرناک جرم بلکہ کفر ہو گا۔

(دوم) حدیث کَیْفَ تَہْلِکُ اُمَّۃٌ اَنَا اَوَّلُھَا وَالْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اٰخِرُھَا[1] کے رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور آخرالانبیاء نہیں قرار پاتے، بلکہ مسیح موعود خاتم الانبیاء اور آخرالانبیاء ٹھہریگا۔ اس لئے کہ اگر خاتم النبیین اور آخرالانبیاء کے یہ معنے لئے جائیں گے کہ جس کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہ آئے، تو ان معنوں کے رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسیح موعود کا نبی اللہ ہو کر آنا غلط ٹھہرتا ہے۔ اور اگر مسیح موعود کا نبی اللہ ہو کر آنا درست ہے، تو اس کی یہی صورت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جن نبیوں کا خاتم یا آخر تسلیم کیا جائے مسیح موعود کو اُن سے مستثنیٰ رکھا جائے۔ کیونکہ مسیح موعود نہ مستقل نبی کی حیثیت میں آنیوالے ہیں اور نہ نئی شریعت لیکر آنے والے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت خاتم اور آخر ہونے کے جن نبیوں کو بند کرنا اور روکنا ہے وہ یا مستقل نبی ہیں یا نئی شریعت والے۔ نہ ایسے نبی جو آپ کی اتباع اور فیض سے آئیں۔

پس بایں معنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حدیث کَیْفَ تَہْلِکُ اُمَّۃٌ اَنَا

---

[1] ترجمہ:۔ کیسے ہلاک ہو سکتی ہے وہ اُمت جس کے شروع میں مَیں ہوں اور آخر میں مسیح ابن مریم ہیں۔

اَوَّلُهَا وَالْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اٰخِرُهَا کے رُو سے اُمّتِ محمدیہ کے اوّل میں
ہونا اور مسیح موعودؑ کا اُمّتِ محمدیہ کے آخر میں نبی اللہ ہو کر آنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے خاتم النّبیین اور آخر الانبیاء ہونے کے منافی نہیں ہوگا۔ اور انہی معنوں میں انبیاءؑ
کی مماثلت کو محل کی اینٹوں میں پیش کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے تئیں
آخری اینٹ قرار دینا درست سمجھا جا سکتا ہے۔ اس طرح پر کہ مسیح اسرائیلی جو مستقل
اینٹ کی طرح ہیں ان کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے وفات یافتہ نبیوں کی طرح
فوت ہونا تسلیم کرنے کے ساتھ مسیح موعود کو جو مسیح محمدی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
والی اینٹ کے اندر شامل سمجھا جائے نہ کہ باہر۔ اور یہ صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی مدح اور فضیلت کے بھی منافی نہیں۔

(۴) لفظ خاتم کے انگوٹھی اور مُہر کے معنوں میں بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا
خاتم النّبیین ہونا محلِ مدح پر ہی ہے۔ اور وہ اِس طرح پر کہ انگوٹھی ایک قسم کا زیور ہے
جسے لوگ ہاتھ کی انگلی میں ڈال لیتے ہیں۔ اور انگلی میں ڈال لینے سے انگوٹھی انگلی کے جس حصہ
کو اپنے اندر گھیر لیتی ہے۔ اور انگلی کا وہ حصہ اس کے اندر آ جاتا ہے۔ گویا
انگوٹھی محیط اور انگلی محاط ہوتی ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نبیوں کیلئے
انگوٹھی ہونا نبیوں کے لئے محیط ہونے کے معنوں میں ہوگا۔ اور اس سے مراد یہ ہوگی کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم النّبیین ہونا جامع کمالاتِ انبیاءؑ کی شان میں ہے۔
گویا ہر ایک نبی ایک ایک پھول تھا۔ جہاں وہ سب پھول گلدستہ کی صورت میں جمع
کر دیئے گئے اس کا نام محمدؐ خاتم النّبیین رکھدیا گیا حضرت مسیح محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام
کا کلام بھی انہی معنوں میں ہے ؎

ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال ❊ لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

نیز ؎

ہست او خیر الرسل خیر الانام + ہر نبوت را بروشد اختتام

اور مُہر کے معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی تشریح حسب ذیل ہے۔

(الف) مُہر بغرض تصدیق ہوتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم بمعنے مُہر ہونا نبیوں کی تصدیق کی غرض سے بھی ہے یعنی آپ کی نبوت سے نبیوں کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور آپ کا خاتم النبیین ہونا نبیوں کے لئے مُہر تصدیق ہے۔ اور یہ تصدیق نبیوں کی پیشگوئیوں کا مصداق ہونے کے لحاظ سے ہے۔ اور اس لحاظ سے بھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو تمام نبیوں پر ایمان لانے کا حکم دینے سے سب کی تصدیق فرمائی۔ پھر اس طرح سے بھی کہ تمام فیوض جو پہلے نبیوں کی اتباع سے ملتے تھے وہ سب سب مجموعی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہوتے ہیں نیز نبیوں کی کتابوں اور تعلیموں کے محرّف و مبدّل ہوجانے یا مٹ جانے سے پہلی صداقتیں صرف افسانۂ بے حقیقت سمجھی جارہی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر دوبارہ اپنی نبوت کے فیوض اور برکات سے انکا احیاء کرکے سب کی تصدیق فرمادی یعنی یہ کہ نبیوں کا وجود اور ان کی بعثت حق تھی' ان کی نبوت حق تھی اور اُن کی اتباع موجب برکات تھی۔ چنانچہ ان سب کا نمونہ آپ نے ظاہر فرمایا اور قوموں کی تکذیب کو تصدیق سے بدل دیا۔

(ب) اور مُہر بصورت افاضہ بمعنے خاتم اِن معنوں میں ہے کہ آپ کی اتباع اور فیض سے ایسی نبوت ملتی ہے جس کے اندر تمام نقوش آپ ہی کی نبوت کے پائے جاتے ہیں۔ اور پھر اس سے آپ کی مظہریت تامہ کاملہ سے تمام نبیوں کی نبوتیں جو آپ کی نبوت جامعہ کمالات کے مقابل پر متفرق اجزاء کے طور پر ہیں ان سب کے نقوش بھی بصورت افاضہ آپ سے اور آپ نے افاضہ مُہر سے اُمت کے اندر پائے جاتے ہیں۔

انہی معنوں میں حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۹۷ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ:-

"اللہ جل شانہٗ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ خاتم بنایا یعنی آپؐ کو افاضہ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپؐ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپؐ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے۔ اور آپؐ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔"

پس اس اعتبار سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا انگوٹھی کی تشبیہ میں ہے آپؐ کے جامع کمالاتِ انبیاء ہونے کی طرف اشارہ ہے اور اس اعتبار سے کہ آپؐ کا خاتم النبیین ہونا مُہر کی تشبیہ میں ہے آپؐ کے افاضۂ کمال کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ یعنی یہ کہ آپؐ کی کامل اتباع اور آپؐ کے کامل فیض سے تمام نبیوں کے کمالاتِ نبوت حاصل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وحی میں آپؐ کو جری اللہ فی حلل الانبیاء[1] کی شان میں ظاہر کرنا بھی انہی معنوں کی تصدیق میں ہے۔

اور خاتم النبیین کی شان کے اظہار میں لفظ خاتم سے جو ایک ہی لفظ ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شانِ کمال اور افاضۂ کمال دونوں قسم کی شانوں کا ظاہر ہونا کمالِ بلاغت ہے جو قرآنی الفاظ سے ہی بوصفِ اعجاز مخصوص ہے۔

(۵) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شانِ خاتم النبیین کا افاضۂ نبوت کی مُہر کے معنوں میں ہونا اپنے اندر یہ دلالت بھی رکھتا ہے کہ آپؐ رحمۃ للعالمین ہوں۔ اور جس طرح آپؐ سے پہلے ہر قوم کے لئے الگ الگ نبی رحمت تھا آپؐ خاتم النبیین

---

[1] ترجمہ:- اللہ کا پہلوان سب نبیوں کے لباس میں۔

ہونے سے سب عالموں اور سب جہانوں اور سب قوموں کے لئے رحمت ہوں۔ نیز آپؐ کے خاتم النبیین ہونے کی شان بعد میں آنے والے نبیوں کے لئے معیارِ نبوّت بھی ہے۔ یعنی جس طرح پہلے نبیوں کے بالمقابل آپؐ کی نبوت و رسالت شانِ رحمت کے لحاظ سے تمام اقوامِ عالم کے لئے وسیع دائرہ رکھتی ہے' اسی طرح آپؐ کے خاتم النبیین ہونے کی شان کے ذریعے بعد میں مبعوث ہونے والے نبیوں کے لئے معیارِ نبوّت کو بھی بہت بلند کیا گیا ہے جسکی تفصیل آیت اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ الخ سے ظاہر ہوتی ہے۔ جس کا مفاد یہ ہے کہ آپؐ کے افاضہ کی مُہر جو آپؐ کی اتباع کے برکات اپنے اندر رکھتی ہے' وہ آپؐ کی کامل اطاعت سے آپؐ کی نبوت کی ظلیت میں تمام نبیوں کی نبوتوں کے نقوش ظاہر کرنے والی ہے۔ یعنی جس طرح آپؐ کی نبوت پہلے سب نبیوں کی نبوتوں پر مشتمل پائی جاتی ہے' اور اپنے نمونہ برکاتِ کاملہ سے سب نبیوں کے کمالات کو دکھاتی ہے' اسی طرح آپؐ کے بعد بھی جو نبی مبعوث ہوگا' ایک تو وہ آپؐ کی اتباع سے آپؐ کے مقامِ ظلیت و مظہریت پر ظاہر ہوگا' جیسے مُہر کے نقوش اصل مُہر کے نقوش کے تابع اور باتباعِ کامل مقامِ مظہریت پر ظاہر ہوتے ہیں۔ دوسرے آپؐ کی اتباع سے آپؐ کی مظہریت کا مقام حاصل ہونے سے تمام نبیوں کی نبوتوں کے نقوش بھی ظاہر ہوں گے۔ یعنی آپؐ کے بعد آنے والا نبی پہلے نبیوں میں سے کسی ایک نبی کا مظہر نہیں ہو سکتا' کہ وہ صرف موسیٰ علیہ السلام کے کمالِ نبوت کے ساتھ' یا عیسیٰ علیہ السلام کے کمالِ نبوت کے ساتھ یا ایسا ہی کسی اور نبی کے کمالِ نبوت کے ساتھ آئے' بلکہ وہ سب نبیوں کے کمالات کے ساتھ آئے گا۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد جو معیارِ نبوت بعد کے مبعوث ہونیوالے نبی کے لئے قائم کیا گیا ہے' وہ چونکہ براہ راست نبوت کے حصول کے لئے نہیں' بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے واسطہ سے مشروط کیا گیا ہے' جو کسی

اُمتی اور تابع کے سوا ناممکن ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنایا گیا ہے، کہ آپ کے بعد جو نبی بھی آئے آپ کی مہرِ نبوت کا افاضۂ کمال اسکے اندر سارے نبیوں کے کمالاتِ نبوت کا نقش پیدا کرے، اس لئے اس کی وضاحت یوں فرمادی کہ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝[۵] اس آیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے نتیجہ میں اُمتِ محمدیہ کے لئے یہ وعدہ پُر بشارت پیش کیا گیا ہے کہ اسے انعامِ نبوت بھی ملے گا، انعامِ صدیقیت بھی، انعامِ شہیدیت بھی، انعامِ صالحیت بھی، اور رفاقت کے لحاظ سے یہی لوگ اچھے ہیں۔ اور یہ سب قسم کے انعامات جو اُمتِ محمدیہ کو ملنے والے ہیں، یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے سب پہلی اُمتوں کے بالمقابل بطورِ فضل اور فضیلت عطا ہوں گے۔
اب یہ سوال کہ یہ سب قسم کے انعامات کس کس قسم کے افراد کو عطا ہوں گے؟ اس کے متعلق فرمایا وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ یعنی اس کے متعلق خدائے علیم ہی بہتر جانتا ہے جو خالقِ فطرت ہے، اور انسانوں کی استعدادوں کے مدارج کو بخوبی سمجھتا ہے کہ انعامِ نبوت کے لئے کیسے افراد ہیں، اور انعامِ صدیقیت کے لئے کیسے، اور انعامِ شہیدیت کے لئے کیسے، اور انعامِ صالحیت کے لئے کیسے۔

---

۵ ترجمہ:- جو اطاعت کریں گے اللہ کی اور اس رسول (یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کی تو یہ لوگ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن پر انعام کیا اللہ نے نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین میں سے، اور اچھے ہیں یہ لوگ رفاقت کے لحاظ سے، اور کافی ہے اللہ جاننے والا۔

غلاموں کی تجارت مغربی افریقہ میں

{مندرجہ ذیل خط جناب چوہدری نذیر احمد صاحب احمدی مبلغ انچارج کینیما ڈسٹرکٹ (مغربی افریقہ) نے مغربی افریقہ کے ایک پیرا مونٹ چیف کو انگریزی میں لکھا۔ اس کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین ہے۔ (ایڈیٹر)}

مکرم و محترم!

مَیں نے روزنامہ "گارڈین" کے ۲۲ جنوری ۱۹۴۷ء کے پرچہ میں آپ کی لکھی ہوئی کینیما ضلع کی تقریب جوبلی کی رپورٹ پڑھی۔ آپ نے اس کی کارروائی میں ذکر کیا ہے کہ ریورنڈ روجرز نے ایک موثر وعظ کیا، جس میں قبائلی جنگوں کی تاریخ بیان کی اور غلاموں کی تجارت کی ابتداء کا سراغ لگاتے ہوئے بتایا، کہ یہ زیادہ تر شمالی افریقہ کی جانب سے آنے والے اسلامی اثر اور رہاسا (قبیلہ) کی وجہ سے شروع ہوئی۔ اس سلسلہ میں مَیں آپ کی خدمت میں چند سطور روانہ کرتا ہوں تاکہ غلاموں کی قدیمی تجارت کے بارہ میں اصلی حقائق سے آپ کو آگاہ کروں۔

میرا دعویٰ ہے کہ ریورنڈ روجرز کی یہ بات سرتاپا غلط ہے، کہ غلاموں کی تجارت زیادہ تر اسلامی اثر یا رہاسا قبیلہ کی وجہ سے شروع ہوئی۔ میرا خیال ہے، کہ یا تو پادری صاحب اِن تاریخی حالات و کوائف سے ناواقف ہیں، جن کی وجہ سے مغربی افریقہ میں غلام فروشی شروع ہوئی، یا اس تعصب اور نفرت کی وجہ سے جو بالعموم اکثر عیسائی پادریوں میں اسلام کے خلاف پایا جاتا ہے، انہوں نے تاریخی حقائق کو غلط طور پر بیان کیا ہے۔ اسلام غلاموں کی تجارت کی اجازت نہیں دیتا، اور کسی حالت

میں ہی غلامی برداشت نہیں کرتا۔ قرآن مجید نے جس پر مذہب اسلام کی بنیاد ہے، بہت سے احکام دیئے ہیں۔ جو مطلقاً غلامی کے رواج کے مخالف ہیں۔

سچی بات یہ ہے، جیساکہ تاریخی طور پر معلوم ہوتا ہے ـــــ کہ اس دعویٰ میں ذرہ بھر صداقت نہیں کہ مسلمانوں نے مغربی افریقہ میں غلاموں کی تجارت کی حوصلہ افزائی کی۔ اپنے بیان کی تائید میں میں ذیل میں اس درخواست کے اقتباس پیش کرتا ہوں جو سیرالیون کمپنی کی منسوخی کے لئے دی گئی تھی :۔

"..... جیساکہ اس مذہب (اسلام) کے معتقدین کا طریق ہے' انہوں (مسلمانوں) نے سکول بنائے' جن میں عربی زبان اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے عقائد سکھائے جاتے تھے۔ نیز مسلمانوں کے طریق اختیار کئے گئے ـــ بالخصوص یہ طریق کہ اپنے کسی ہم مذہب کو بطور غلام کے فروخت نہ کیا جائے نیز ان باتوں کا جو زیادہ تر سواحل کی آبادی کو گھٹانے کا موجب ہوتی تھیں قلع قمع کر دیا گیا۔ اور بہت سی داخلی گڑبڑ کے باوجود نسبتاً ایک بڑے درجہ کی تہذیب' اتحاد اور امن کو رائج کر دیا گیا ...."

سٹیٹ آف سیرالیون کے بارہ میں کمشن کی رپورٹ بابت ۱۸۲۰ء کے اقتباسات ملاحظہ ہوں :۔

(۱) "غلاموں کی تجارت کے دبانے میں محمدی مذہب نے بھی حصہ لیا ہے۔"

(۲) "قریباً چھ سال قبل شریف مکہ نے ان تمام مانڈنگو قبائل میں تشہیر کیلئے فولا کے بادشاہ کو مکتوب بھیجا' جس میں غلام فروشی کو سختی سے منع کیا۔ یروبا' فولانی اور دوسرے قرب وجوار کے قبائل میں بھی اس خط کی تشہیر کی گئی۔"

(۳) "..... غلاموں کی تجارت کے متعلق بتایا گیا' کہ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ ان تعلیمات میں یہ اعلان کیا گیا ہے' کہ جو لوگ

یورپین اقوام کے ساتھ اس تجارت پر باوجود منع کرنے کے اصرار کرتے ہیں ان پر آخرت میں خدا تعالیٰ کا خوفناک غضب نازل ہوگا۔ اور اگرچہ اس مسودہ کی اشاعت حتی الامکان روکی گئی تھی تاہم وہ ایسے وابستگان عقائد اسلامیہ تک پہنچ رہا تھا جو اتنی عقل رکھتے تھے کہ اس کا مطلب بآسانی سمجھ سکتے۔ غلاموں کی تجارت کو روکنے کے قرین مصلحت ہونے کے بارے میں یہ امر ہم آہنگی رائے کے ظاہر کرنے کا فائدہ دے رہا ہے"

مذکورہ بالا امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس بات میں ذرہ بھر شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ محمدیوں نے (جو غلط طور پر اس نام سے پکارے جاتے ہیں صحیح نام مسلم ہے) اس تباہ کن اور انسانیت سوز کام (غلاموں کی تجارت) کا سدباب کرنے اور ہمیشہ کے لئے روکنے میں بہت بڑا حصہ لیا۔

مَیں آپکی خدمت میں اس خط کے ساتھ کتاب "اسلام اور غلامی" کا ایک نسخہ بطور ہدیہ ارسال کرتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ آپ اسے مہربانی کرکے اوّل سے آخر تک مطالعہ فرمائیں۔ تاکہ آپ کو تفصیلی اور یقینی طور پر علم ہو جائے کہ اسلام اور مسلمانوں نے روئے زمین سے غلامی کو دُور کرنے کے لئے کیا کچھ کیا ہے۔

اعتذار

امرتسر اور لاہور میں خطرناک فرقہ وارانہ فسادات کی وجہ سے اس ماہ رسالہ کے لئے پُورا کاغذ حاصل نہ ہو سکا۔ اس لئے اس مرتبہ رسالہ کا حجم کم کرنا پڑا۔ انشاء اللہ حالات سُدھر جانے پر اس کمی کی تلافی کر دی جائے گی۔ امید ہے ناظرینِ کرام ہماری مجبوری کے پیش نظر یہ معذرت قبول فرمائیں گے۔

خاکسار:- مینجر ریویو

هندوستان میں

تاریخ تبلیغ اسلام

گذشتہ سے پیوستہ

(از جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی)

تبلیغ اسلام کا پانچواں سبب

تحقیق و تدقیق اور مطالعہ و غور

ہمیں تبلیغ اسلام کی تاریخ تلاش کرتے ہوئے ہندوستان میں بعض ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ یہاں کے راجاؤں اور اہلِ علم و دانش نے بطور خود تحقیق و تدقیق اور غور و فکر کرکے اور اچھی طرح سوچ سمجھ کر اسلام کو اختیار کیا۔ اُن کے پاس کوئی مبلغ براہِ راست نہیں پہنچا۔ مگر جب اسلام کا آوازہ اُن کے کانوں میں پڑا تو اُن کی سعید فطرت خود اِس طرف راغب ہوئی کہ دیکھنا چاہیئے یہ کیا معاملہ ہے۔ اور جب انہوں نے اچھی طرح تفتیش کی تو حق اُن پر ظاہر ہوگیا اور انہوں نے اپنا آبائی مذہب چھوڑکر اسلام قبول کرلیا۔ اس ذیل میں ہم ایک قصہ راجاؤں میں سے اور ایک واقعہ عوام میں سے یہاں بیان کرتے ہیں:۔

(۱) چودھویں صدی عیسوی کے آخر میں مشرقی بنگال میں ایک راجہ سلطنت کرتا تھا جس کا نام کنس تھا۔ اُس کا بیٹا اور ولیعہد جت مل بڑی تحقیقی طبیعت لیکر پیدا ہوا تھا۔ مشرقی بنگال میں دو سو برس سے مسلمان آباد تھے۔ جت مل ہمیشہ مسلمانوں سے

مذہبی گفتگو کرتا رہتا اور کتابیں دیکھتا رہتا تھا۔ اکثر اپنے دل میں ہندومت اور مذہب اسلام کا مقابلہ کرتا اور برابر سوچتا رہتا تھا۔ جو شکوک و شبہات پیدا ہوتے وہ پنڈتوں کے سامنے بھی پیش کرتا اور مسلمانوں کے سامنے بھی۔ اس طرح مدت کی تحقیق و تلاش کے بعد اُس پر واضح ہوگیا کہ اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو اطمینانِ قلب کا موجب اور نجاتِ اُخروی کا باعث ہو سکتا ہے۔ اور یہی وہ دین ہے جس کی پیروی کرکے انسان خدا تک پہنچ سکتا ہے۔

مذہب کے متعلق جٹ مل کی تحقیقات مکمل ہوئی ہی تھی کہ یکایک ۱۴۰۴ء میں اُس کے باپ کا انتقال ہوگیا۔ وارث اور ولیعہد جٹ مل تھا۔ مگر تختِ سلطنت پر متمکن ہونے سے پہلے اُس نے تمام ارکینِ دولت اور اعیانِ سلطنت کو جمع کیا اور ایک بڑا عظیم الشان دربار منعقد کیا جس میں عوام کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ جب سب لوگ اپنی اپنی جگہ آکر بیٹھ گئے، تو جٹ مل کھڑا ہوا اور اُس نے کہا۔ "میرے پتاجی کے معزز ساتھیو! راج کی محترم ہستیو! اور رعیت کے شریف انسانو! مَیں نے اِس وقت آپ سب صاحبان کو یہاں جمع ہونے کی اس لئے تکلیف دی ہے، کہ گدی نشین ہونے سے پہلے مَیں ایک بات صاف صاف طور پر آپ کے سامنے پیش کر دینا چاہتا ہوں۔ تاکہ بعد میں کسی کو شکایت کا موقع پیدا نہ ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ مَیں نے عرصہ دراز کی تلاش و تحقیق کے بعد یہ بات معلوم کر لی ہے، کہ دُنیا بھر کے مذاہب میں صرف اسلام ہی سب سے بہتر مذہب ہے۔ اور یہی ایسا دین ہے جس پر چلکر ہم خدا تک پہنچ سکتے ہیں۔ اور صرف اسلام ہی ہمیں نجات کا صحیح راستہ بتاتا ہے۔ اس فیصلہ میں اب مجھے کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں رہی، اور مَیں نے فیصلہ کر لیا کہ بُت پرستی چھوڑ کر اسلام اختیار کر لوں۔ ابھی مَیں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میری بدقسمتی سے میرے پتاجی کا انتقال ہوگیا اور آپ لوگ، ایک نہایت عقلمند، عادل اور

مستعد فرمانرو اسے محروم ہو گئے۔ مجھے بھی اُن کی وفات کا بیحد صدمہ ہے۔ مگر تقدیری معاملات میں کیا چارہ ہے۔ اب جبکہ سلطنت کا بار میرے نازک کندھوں پر آپڑا ہے تو میں آپ صاحبان کو کسی دھوکہ میں رکھنا نہیں چاہتا، اور صاف طور پر آپ کو بتلا دیتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں۔ نہ میں اس حقیقت کو چھپاؤں گا اور نہ کبھی اس کے اظہار سے شرماؤں گا۔ اگر آپ کے خیال میں میرا اسلام سلطنت کے لئے مُضِر ہے اور آپ مجھے پسند نہیں کرتے اور میرے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے مجھ سے نفرت کرتے ہیں تو میں پوری خوشی اور طمانیتِ قلب کیساتھ اس تمام راج پاٹ کو چھوڑتا ہوں یا میرے چھوٹے بھائی کو یا جسے آپ پسند کریں اپنا راجہ بنا لیں۔ مجھے نہ راج کی خواہش ہے نہ سلطنت کی آرزو۔ جاؤ اور جس کو چاہو اپنا راجہ منتخب کر لو۔ اور مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دو۔"

بڑے تعجب کی بات ہے کہ راجہ کی یہ تقریر سُن کر تمام ارکینِ سلطنت امرائے دولت اور رعایا کے نمائندوں نے متفقہ طور پر عرض کی کہ "حضور جو بھی مذہب چاہیں اختیار کریں۔ ہم بہرحال آپ کے خادم اور مطیع ہیں اور آپ کے ہوتے ہوئے ہرگز کسی شخص کو اپنا راجہ تسلیم نہیں کر سکتے۔ آپ بیشک شوق سے اپنا مذہب تبدیل کر لیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

اس پر راجہ نے اپنے مُلک کے چند معزز مسلمان اشخاص کو بُلایا تاکہ وہ اُن کے سامنے اپنے اسلام کا اعلان کرے، اور وہ اُس کے اسلام کے گواہ رہیں۔ جب وہ لوگ آئے اور دربار آدمیوں سے بھر گیا، تو راجہ نے اس بھرے دربار میں کلمہ طیبہ پڑھ کر اسلام قبول کیا، اور جٹ مل کی بجائے اپنا نام جلال الدین محمد رکھا۔

ایسا عجیب و غریب نظارہ کہ کسی راجہ نے اس شان و شوکت کے ساتھ اسلام قبول کیا ہو، اس سے پہلے ہندوستان کی سرزمین پر کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔

اس راجہ کے زمانہ میں جس کثرت سے مشرقی بنگال کے لوگ مسلمان ہوئے اتنے ہندوستان کے کسی اور فرمانروا کے عہد میں نہیں ہوئے (دعوتِ اسلام آرنلڈ ص۲۹۴)

(۲) آپ راجاؤں میں سے تحقیق کے بعد اسلام قبول کر لینے کی مثال پڑھ چکے ہیں لیجئے اب عوام میں سے اسی قسم کی ایک مثال سنیئے:۔

ریاست پٹیالہ کے ایک قصبہ پائل میں کوٹے مل ایک برہمن رہا کرتا تھا۔ اچھا کھاتا پیتا اور خوشحال شخص تھا۔ اس کے ایک ہی لڑکا تھا جسے اس نے بڑے نازونعم سے پالا تھا اور بڑی اعلیٰ تعلیم دلائی تھی۔ لڑکا قابل تھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں ایک عالم فاضل اور ودوان پنڈت بن گیا۔ اور اس کے علم و فضل کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ اسلام کا نام اس کے کان میں پڑ چکا تھا۔ اس لئے اسے بچپن ہی سے یہ چیٹک لگ گئی کہ کم از کم تحقیق تو کرنا چاہیئے کہ کونسا مذہب سچا ہے؟ اور جب ہر طرح غور و فکر کرنے کے بعد اس پر حقیقت آشکارا ہو گئی کہ پاک کردینے کا تیرتھ ہردوار نہیں، بلکہ کعبہ ہے، تو وہ بلا تامل اپنے قدیم مذہب کو چھوڑ کر اسلام کی آغوش میں آ گیا۔ اس کے رشتہ دار اور گھر والے سخت برہم ہوئے اور اُسے طرح طرح کی ایذائیں اور تکلیفیں دینی شروع کیں۔ مگر کوئی چیز بھی اس کو اپنے ارادہ سے نہ روک سکی۔ مسلمان ہونے کے بعد اُسنے اپنا نام عبید اللہ رکھا۔

مولوی عبید اللہ جہاں سنسکرت کے فاضل پنڈت تھے، وہاں عربی کے بھی بہت بڑے عالم تھے۔ یہ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں سے بعض عیسائیوں کی تردید میں ہیں اور بعض ہنود کی۔

آپ نے ایک نہایت دلچسپ اور عجیب کتاب ہندوؤں کے مذہب اور ان کی مورتیوں کے متعلق لکھی ہے جس کا نام تحفۃ الہند ہے۔ اُس کے شروع میں اپنے مسلمان ہونے کا حال اس طرح تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ فقیر لڑکپن میں اپنے ماں باپ کے جیتے جی گرفتار دین بُت پرستی کا تھا۔ اتنے میں رحمتِ الٰہی نے ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور عقل خداداد نے مشورہ دیا کہ دین اور مذہب کی تحقیق میں کہ ہمیشہ کا عذاب اُسی پر موقوف ہے غفلت کرنا اور بے تحقیق کے صرف ماں باپ کی رسم سے گمراہی کے جال میں پھنسے رہنا کمال نادانی ہے۔ پس یہ خیال کر کے مشہور اور رواجی دینوں کا حال دریافت کرنے لگا۔ اور بدون رعایت کسی دین کے ہر مذہب میں فکر و خوض کیا۔ ہندوؤں کے دین کو بخوبی تحقیق کیا، اور اُن کے بڑے بڑے پنڈتوں سے گفتگو کی، اور دینِ نصاریٰ کے اعتقاد کو بخوبی معلوم کیا، اور دینِ اسلام کی کتابیں بھی دیکھیں۔ اور عالموں سے بات چیت رہا۔ اور سب دینوں کو بنظرِ انصاف بغیر لگاؤ کسی دین کے سوچا اور خوب چھانا۔ سب کو غلطی اور گمراہی پر پایا، سوائے دینِ اسلام کے، کہ خوبی اُس کی اچھی طرح ظاہر ہو گئی۔ پیشوا اس دین کے جناب محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایسی خوبیوں اور اخلاق کے ساتھ موصوف ہیں کہ زبان اُس کے بیان سے عاجز ہے۔ اور اعتقادات اور عبادات اور معاملات اور اخلاق جو اس دین کے اندر ہیں جو کوئی معلوم کرتا ہے خود جان لیتا ہے کہ سبحان اللہ کیا سچا دین ہے کہ کوئی بات اُس کی ایسی نہیں ہے جس میں معبودِ حقیقی کی طرف توجہ نہ ہو۔

الحاصل اللہ کی عنایت سے حق اور ناحق مانند دن اور رات کے اور اُجالے اور اندھیرے کے جُدا جُدا ہو گیا۔

ہر چند کہ بہت مُدت سے حال ساتھ نورِ اسلام کے منور اور مُنہ ساتھ کلمۂ شہادت کے معطر تھا۔ لیکن نفس اور شیطان نے عیش و آرام دُنیائے بے بُنیاد کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ اور مُدت تک میرا حالِ ظاہری رسومِ کفر سے

خراب رہا۔ آخر جذبہ توفیقِ الٰہی کا بزبانِ حال فرمانے لگا کہ اِس گوہرِ بے بہا کو کب تلک پردہ کے صدف میں، اور اِس عطرِ راحت افزا کو کہاں تک حجاب کے صندوقچہ میں رکھیگا۔ اس موتی کو گلے کا ہار بنانا چاہیئے اور اس عطر کی خوشبو سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ اور علمائے باعمل نے بھی فتویٰ دیا کہ دینِ اسلام کو چھپانا اور لباس، اور وضع کفار کی رکھنا جہنم کو پہنچاتا ہے۔ سو الحمد للہ کہ سن بارہ سو چونسٹھ میں دن مبارک عید الفطر کے آفتابِ اسلام اِس فقیر کا ابرِ حجاب سے نکل کر جلوہ گر ہوا اور بھائی مسلمانوں کے ساتھ عید کی نماز پڑھی۔"

(تحفۃ الہند صد ۳)

تبلیغِ اسلام کا چھٹا ذریعہ

اسلامی مساوات کا اثر

ہندوستان میں اشاعتِ اسلام کا چھٹا ذریعہ مسلمانوں کا بے نظیر اصولِ مساوات ہے۔ شودروں کے ساتھ جو سلوک ہندوؤں کا تھا اور اب تک ہے جس ذلت، حقارت اور نفرت کے ساتھ اُنہیں دیکھا جاتا تھا، اور دیکھا جاتا ہے، اور جس بدترین برتاؤ کے وہ منوشاستر کی رُو سے مستحق سمجھے جاتے تھے، اور سمجھے جاتے ہیں، وہ کوئی چھپی ڈھکی بات نہیں۔ ذرا ملاحظہ ہو منو مہاراج اُن کے متعلق کیا فرماتے ہیں:۔

(۱) برہمن کا کام وعظ و تلقین اور شودر کا کام خدمت و تابعداری ہے۔ (ادھیائے ۱: منتر ۳)

(۲) برہمن کا وجود بطور چہرہ و سر کے ہے اور شودر کا بطور پاؤں کے۔ (ادھیائے ۱: منتر ۴)

(۳) شودر کے لئے پرماتما نے ایک ہی فرض قرار دیا ہے یعنی صدقِ دل سے برہمن، ویش اور کشتری کی خدمت کرنا (ادھیائے ۱: منتر ۹۱)

(۴) برہمن کے نام میں خوشی و مسرت شامل کرنی چاہیئے اور شودر کے نام میں تحقیر و ذلت (ادھیائے ۱: منتر ۳۱)

(۵) شودر کی لڑکی کو اپنے پلنگ پر بٹھانے سے (یعنی شودر لڑکی سے شادی کر لینے پر) برہمن نرک (دوزخ) میں جاتا ہے اور اس کا خاندان تباہ ہو جاتا ہے (۳:۱۷،۴۶)

(۶) نہ شودر کو کسی معاملہ میں کوئی مشورہ دینا چاہیئے اور نہ اُسے دھرم کی کوئی بات بتانی چاہیئے۔ جو شخص اِس جُرم کا مرتکب ہو گا مع شودر کے جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ (۴: ۸۰،۸۱)

(۷) برہمن کو شودر کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا نہ کھانا چاہیئے (۴: ۲۲۳)

(۸) برہمن کی بچی کھچی اور پس خوردہ غذا شودر کھائے۔ یہی اُنکی خوراک ہے (۵: ۱۴۰)

(۹) برہمن سے فیصدی دو روپیہ اور شودر سے فیصدی پانچ روپے سُود لینا چاہیئے (۸: ۱۴۲)

(۱۰) اگر برہمن کو شودر "چور" کہے تو اُسکے عضو کاٹ ڈالے جائیں (۸: ۲۶۷)

(۱۱) اگر شودر کسی برہمن سے بدکلامی سے پیش آئے تو بارہ اُنگل لوہے کی سلاخ آگ میں خوب گرم کر کے اُس کے مُنہ میں ٹھونس دینی چاہیئے (۸: ۲۷۱)

(۱۲) جو شودر کسی برہمن کو دھرم کی کوئی بات بتائے تو راجہ کا فرض ہے کہ تیل گرم کر کے ایسے گستاخ کے کان میں ڈال دے۔ (۸: ۲۷۲)

(۱۳) اگر کوئی شودر کسی برہمن کو تھپڑ مارے تو اس کا ہاتھ کاٹ دینا چاہیئے۔ پیر مارے تو ٹانگ اُڑا دینی چاہیئے (۸: ۲۸۰)

(۱۴) اگر برہمن کے برابر کوئی شودر آ کر بیٹھ جائے تو اُس کے چوتڑ کاٹ دینے چاہئیں۔ (۸: ۲۸۱)

(۱۵) اگر کوئی شودر کسی برہمن کے بال یا پاؤں یا داڑھی پکڑے تو اس کے ہاتھ

کاٹ دینے چاہئیں اور یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ اسے تکلیف ہوگی (۸: ۲۸۳)

(۱۶) برہما نے شودر کو برہمن کی خدمت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس لئے اُس سے برابر کام لینا چاہیئے (۸: ۴۱۲)

(۱۷) برہمن شودر سے دولت چھین لے اور کچھ پرواہ نہ کرے۔ کیونکہ دولت شودر کی ملکیت نہیں ہوسکتی، وہ بے زر ہے (۸: ۴۱۷)

(۱۸) برہمنوں کی خدمت کرنا شودر کا سب سے بڑا مذہبی فرض ہے (۱۰: ۱۲۳)

(۱۹) شودر طاقت رکھنے پر بھی دولت جمع نہیں کرسکتا۔ (۱۰: ۱۲۹)

(۲۰) یہ بھی شاستر کا حکم ہے کہ اگر شودر وید کا کوئی کلمہ اتفاق سے سُن پائے تو سیسہ پگھلا کر اُس کے کان میں ڈال دیا جائے۔

اسلام میں مساوات کی تعلیم اور اس پر عمل

برخلاف اس کے اسلام کا خدا کہتا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو اللہ کا زیادہ فرمانبردار ہے) اور اسلام کے نبیؐ کا ارشاد ہے کہ لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ (کسی عرب کو کسی غیر عرب پر فضیلت نہیں۔) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام (زیدؓ) سے اپنی پھوپھی زاد بہن (زینبؓ) کی شادی کردی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر زیدؓ زندہ ہوتے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُنہی کو اپنا جانشین بناتے۔ اسی غلام کے اٹھارہ سالہ لڑکے اسامہؓ کو آپؐ نے بڑے بڑے مقتدر صحابہ (ابو بکرؓ، عمر فاروقؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، ابو عبیدہ بن جراحؓ وغیرہ) پر سردار بنا کر شام روانہ کیا۔ وہ حبشی غلام (بلالؓ) جس کی زبان بھی صاف نہیں تھی، اور جو کچھ پڑھا لکھا بھی نہیں تھا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو عرب اور عجم کا وہ زبردست اور باجبروت فرمانروا جس کے خوف سے کسرائے ایران اور قیصر روم بھاگے بھاگے پھر رہے تھے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہنے لگا ؎

اُٹھ گیا آج نعقیب حشم پیغمبرؐ ✦ اُٹھ گیا آج زمانے سے ہمارا آقا

اسی حبشی غلامؓ کا نہایت زبردست یونانی فرمانروا اسکندر سے مقابلہ کرتا ہوا اقبالؔ کہتا ہے ع

رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی اور ایرانی غلام سالمؓ کے متعلق حضرت فاروقؓ نے فرمایا کہ اگر اس وقت وہ حیات ہوتے تو میں اپنے بعد انہی کو خلافت کیلئے نامزد کرتا۔ مساوات کی انتہا یہ ہے کہ ایک فارسی الاصل غلام کی نسبت خیر البشر اور سید العرب والعجم فرماتے ہیں کہ سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلِ الْبَیْتِ ۔ (سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے)

عہدِ نبوت اور دورِ خلافت ہی پر منحصر نہیں، بلکہ اسلام کی تمام تیرہ سو سالہ تاریخ مساوات کے حیرت انگیز نمونوں سے بھری پڑی ہے۔ غلام بڑے بڑے ائمۂ دین، مجتہد العصر اور ولیٔ کامل ہوئے ہیں۔ علاقوں کے حاکم اور صوبوں کے گورنر بکثرت غلام ہوتے تھے۔ فوجوں کے سردار اور لشکروں کے سپہ سالار غلام بنائے جاتے تھے۔ بادشاہوں کے وزیر اور سلاطین کے مشیر اکثر یہی غلام ہوتے تھے۔ شہروں کے قاضی اور علاقوں کے مجسٹریٹ غلام ہوتے تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ غلاموں کو بادشاہوں نے اپنی سلطنتیں تک دی ہیں، اور انہوں نے اور ان کی اولاد نے نہایت شان کے ساتھ فرمانروائی کی ہے۔ چنانچہ خاندانِ مملوک نے مصر میں ۲۶۷ برس اور خاندانِ غلاماں نے ہندوستان میں ۸۷ برس بادشاہت کی ہے۔ غرض دُنیا کی کسی قوم اور دُنیا کے کسی مذہب میں مساوات کے ایسے درخشندہ نمونے ہرگز نہیں ملیں گے۔ جیسے اسلام میں نظر آتے ہیں۔

مسلمانوں کی یہ مساوات ہندوستان میں جس عظیم الشان طور پر اشاعتِ اسلام کا موجب ہوئی۔ اس کا کھلا کھلا اعتراف نہایت حسرت کے ساتھ خود ہندوؤں کو بھی ہے۔

چنانچہ مہاشہ سنت رام بی۔اے روزنامہ پرتاپ میں لکھتے ہیں:۔

"اسلام کروڑوں اچھوتوں اور شودروں کے لئے خدائی رحمت ثابت ہوا۔ وہ ان کو اسلامی مساوات کا حق دیتا تھا۔ پس یہ لوگ جوق در جوق مسلمان ہوگئے۔" (اخبار پرتاپ لاہور مورخہ ۱۱ر نومبر ۱۹۲۸ء)

ہندوؤں کی اپنوں سے نفرت وحقارت کی شکایت اور مسلمانوں کی مساوات کا اعتراف اس قدر عام بات ہے کہ غیر بھی [illegible] صاف بیان کرنے سے نہ رہ سکے مسٹر آرنلڈ لکھتے ہیں:۔

"چمار، جولاہے اور موچی ذلت کے نہایت نیچے کے طبقہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ اور ان کی اولاد نسلاً بعد نسلٍ اس طرح اعلیٰ ذات کے قبضہ میں آجاتی ہے جیسے خریدا ہوا مال۔ برہمن اور چھتری جو ان کے آقا ہوتے ہیں اونچی ذات کے غرور میں ان کو ہاتھ تک نہیں لگاتے۔ ان مصیبت کے ماروں کو ہل جوتنا پڑتا ہے۔ گاؤں سے دور ایک علیحدہ جگہ پر جہاں سؤروں کے ڈربے ہوتے ہیں ان کو رہنا پڑتا ہے۔ واضح ہو کہ یہ سؤر ان آدمیوں سے زیادہ پاک خیال کئے جاتے ہیں۔ یہ ہمیشہ فاقوں سے مرتے رہتے ہیں۔ ان کے بدن نہایت نحیف ان کی رنگتیں سیاہ، ان کی صورتیں ہولناک، ان کے چہروں پر بیوقوفی کے آثار، غلیظ اور ناپاک ایسے کہ دیکھنے سے نفرت آئے۔ یہ سب باتیں ان کی بدقسمتی کا ثبوت ہیں۔ جس کی بدولت وہ انسان ہونیکے باوجود جانوروں سے بدتر سمجھے جاتے ہیں۔ پس اس صورت میں تبدیلِ مذہب ان لوگوں کی اس ذلت سے رہائی کا موجب ہوتا ہے۔ ہندوستان میں اسلام کو جس بات سے اصلی قوت حاصل ہوئی ہے، وہ یہی ہے کہ اس میں ذاتوں کی تفریق نہیں ہے۔ اور یہی وہ بڑی چیز ہے جس کی بدولت اسلام نے

پیرو بنا لیا ہے۔" (دعوتِ اسلام صفحہ ۳۰۸، صفحہ ۳۰۹)

ے اس ذریعہ کے متعلق مسٹر آرنلڈ کا بیان درحقیقت بہت غور سے
صاحب موصوف فرماتے ہیں:۔

را ہوتا ہے کہ وہ کون سے اسباب ہیں جنہوں نے ہندوستان
تعداد کو غیر معمولی طریقہ سے بڑھایا؟ اس کا جواب ہندوؤں
کو دیکھنے سے ملتا ہے۔ اونچی ذات کے ہندو نیچی ذات کے
ت ذلیل و خوار سمجھتے ہیں۔ اور جب کسی نیچی ذات کے ہندو کو
ہیں تو اس کو طرح طرح سے نقصان پہنچاتے ہیں۔ جب ان
ہب سے مقابلہ کیا جاتا ہے، جس میں کوئی ذات سے خارج
ور ہر شخص کو ترقی کرنے کی آزادی ملتی ہے، تو اسلام کے حقیقی
ا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ بنگال کے بہت سے جُلاہے جنہیں
پاک سمجھا اس ذلیل حالت سے چھٹکارا پانے کے لئے مسلمان
تِ اسلام صفحہ ۳۱۳)

سلوک کا نتیجہ ہے کہ بقول مسٹر آرنلڈ "اکثر نیچی ذات کے ہندو اونچی
ے ظلم و ستم سے عاجز آکر مسلمانوں کی پناہ ڈھونڈتے اور اسلام قبول
تِ اسلام صفحہ ۳۰۲)

، نہ صرف اونچی اور نیچی ذاتوں میں آپس میں دشمنی تھی، بلکہ تماشا یہ تھا
کے کچھ آدمی دنیوی عروج حاصل کر لیتے تھے، تو وہ اپنے ہی بھائیوں
لوں کو ذلیل اور حقیر سمجھنے لگتے تھے۔ اس خلافِ انسانیت فعل کا
پنی اہانت کو برداشت نہ کرتے ہوئے وہ ہندو مذہب ہی سے متنفر
پنے بھائیوں کے بُرے سلوک کی وجہ سے اپنے آبائی دین سے تائب

ہو کر اسلام اختیار کر لیتے تھے۔ آیئے اس ضمن میں آپ کو ایک دلچسپ واقعہ سنائیں۔

۱۵۵۰ء کا ذکر ہے کہ شمالی مشرقی بنگال میں "ناجو" نام ایک شخص نے جو اُن لوگوں میں سے تھا جو ہندوستان کے اصلی باشندے سمجھے جاتے ہیں طاقت حاصل کر کے کوچ بہار میں اپنی سلطنت قائم کی اور مدت تک وہاں راج کرتا رہا۔

جب ناجو کا انتقال ہو گیا، اور اس کا بیٹا تخت سلطنت کا مالک ہوا، تو اس نے حکم دیدیا کہ سلطنت کے بڑے بڑے عہدیدار اور راجہ کے رشتہ دار تو اونچی اور اعلیٰ ذات میں شمار ہوں گے، اور باقی سب لوگ کم درجے کے اور نیچ ذات سمجھے جائیں گے، اور ان کو وہ حقوق حاصل نہیں ہوں گے، جو ارکین سلطنت اور راجہ کے عزیزوں کو حاصل ہیں۔

اگرچہ یہ ایک غیر منصفانہ اور ناعاقبت اندیشانہ حکم تھا مگر اس کو تسلیم کئے بغیر چارہ بھی نہیں تھا۔ زبردست مارے اور رونے نہ دے۔

نافذ ہوتے ہی اِس حکم پر شدت کے ساتھ عملدرآمد ہونے لگا، اور عام رعایا کے آدمی جو راجہ ہی کی برادری کے لوگ تھے، کتوں سے بھی زیادہ ذلیل ہو کر رہ گئے۔ جب ان لوگوں نے اپنی یہ دُرگت دیکھی کہ اُنہی کے ہم قوم اُن کو اتنا ذلیل سمجھتے ہیں، تو کچھ نے غصہ اور جلن میں آکر اور کچھ نے انتقام لینے کے لئے بکثرت اسلام قبول کر لیا اور مسلمان ہو کر اُن کے مدِ مقابل بن گئے۔ (ملاحظہ ہو دعوتِ اسلام آرنلڈ صفحہ ۳۰۵)

یہ تو شمالی بنگال کا قصہ آپ نے سنا۔ آیئے اب جنوبی بنگال کی کیفیت مسٹر آرنلڈ ہی کی زبانی سنیئے۔ وہ فرماتے ہیں:۔

"داعیانِ اسلام جب بنگال میں پہنچے تو نیچ ذات کے ہندو اور وہاں کے اصلی باشندے جو ہندوؤں کے مذہب سے قریب قریب خارج سمجھے جاتے تھے، اور اپنے آرین سرداروں کے ہاتھوں سے طرح طرح کی ذلتیں

اور مادی تیں اُٹھاتے تھے، مسلمانوں کی طرف ہاتھ پھیلا کر بڑھے۔ ان لوگوں کے نزدیک جن میں مفلس مچھلی پکڑنے والے اور شکاری اور قزاق اور ادنیٰ اقوام کے کاشتکار تھے، اسلام ایک اوتار تھا، جو اُن کے لئے آکاش سے اُترا تھا۔ وہ حکمران قوم کا مذہب تھا اور اُس کے پھیلانے والے وہ ماخذ الملک تھے جو توحید کی خبر اور سب انسانوں کے برابر ہونے کا مژدہ ایسی قوم کے پاس لائے تھے جس کو سب ذلیل و خوار سمجھتے تھے۔ اسلام کی ابتدائی رسوم ایسی ہوتی تھیں کہ ہندو کو مسلمان ہو کر پھر ہندو مذہب اختیار کرنا ناممکن ہو جاتا تھا۔ اس لئے ہندو نو مسلم اور اُس کی اولاد ہمیشہ کے لئے مسلمان ہو جاتی تھی۔ غرض اس طرح اسلام ہندوستان کے ایسے شاداب اور زرخیز خطہ پر پھیل گیا جو بڑی سے بڑی اور جلد سے جلد بڑھنے والی آبادی کو اپنی پیداوار سے پرورش کر سکتا ہے۔ جنوبی بنگال میں اسلام کو مستقل کامیابی جبر و اکراہ کی بدولت حاصل نہیں ہوئی، بلکہ اسلام ہر شخص سے خود مخاطب ہوا، اور مفلسوں میں سے لاکھوں کو اپنا پیرو بنا لیا۔ اُس کی تعلیم نے خدا کا اور انسانی اخوت کا عالی ترین خیال پیدا کر دیا اور بنگال کی کثرت سے بڑھنے والی قوموں کو جو صدہا سال سے ہندوؤں کے طبقہ سے قریب قریب خارج ہو کر ہزار ذلت و خواری کے ساتھ اپنے دن کاٹ رہی تھیں اُن کو اسلام نے اپنی اخوت کے دائرہ میں بلا تکلف شامل ہونے دیا۔" (دعوتِ اسلام ص ۲۹۵، ۲۹۶)

کچھ بنگال ہی پر موقوف نہیں۔ ہندوؤں کا اپنے ہی لوگوں کو ذلیل سمجھنا ایک ایسا ہمہ گیر مرض ہے، جو سارے ہندوستان میں پھیلا ہوا ہے، مگر اسلام کی اشاعت کے لئے بڑا مفید ثابت ہوا ہے۔ اب ذرا جنوبی ہند کی حالت بھی سُن لیجیے۔ مسٹر آرنلڈ اُس کی کیفیت اس طرح سُناتے ہیں :۔

"مغربی ساحل ہند کے اضلاع میں ذاتوں کا امتیاز بہت سخت ہے ہم یہاں اسکی صرف ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ ٹراونکور میں بعض نیچ قوم کے آدمیوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ برہمن سے ۷۴ قدم دور رہیں۔ اس سے زیادہ قریب آنے کی جرأت نہ کریں۔ اور جب رستہ میں جاویں تو پکارتے چلیں تاکہ اور لوگ ان کے پاس نہ آئیں۔ اس قسم کی اور بھی نظیریں کثرت سے بیان ہو سکتی ہیں۔ پس کیا تعجب ہے کہ ان ادنیٰ قوموں کے مسلمان ہونے سے مسلمانوں کی تعداد میں بہت ترقی ہو رہی ہو۔ مسلمان ہو کر ذلت و خواری کی حالت سے نجات پاتے ہیں اور تعلیم و تربیت کے لحاظ سے اپنی اور اپنی اولاد کی ترقی کرتے ہیں۔ مغربی ساحل پر موپلا قوم کے مسلمانوں کی تعداد نیچ قوموں کے مسلمان ہونے سے اس قدر جلد ترقی کر رہی ہے کہ چند سال میں مغربی ساحل کی کل نیچ قوموں کا مسلمان ہو جانا ممکن ہے۔" (دعوتِ اسلام صفحہ ۲۸۴، ۲۸۵)

تبلیغِ اسلام کا ساتواں ذریعہ

اسلامی تمدن کا اثر

جب مسلمان ہندوستان میں بحیثیت فاتح داخل ہوئے تو اگرچہ انکو روکنے کیلئے ہندو راجاؤں نے کوشش کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ انفراداً بھی ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگایا اور اجتماعاً بھی اس عظیم الشان طوفان کو روکنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ مگر یہ آندھی کسی کے بھی روکے نہ رک سکی۔ اور شمال سے جنوب تک برابر پھیلتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ سارے ملک میں مسلمان ہی مسلمان نظر آنے لگے۔

ان نو واردوں کا تمدن، انکا طرزِ معاشرت، اور ان کے طور طریقے اتنے عملی، پسندیدہ اور بہترین تھے کہ عوام کے دل بے اختیار انکی طرف کھچے چلے جاتے تھے۔ جتنا زیادہ یہاں کے ہندوؤں کو مسلمان حملہ آوروں سے واسطہ پڑا اور جس قدر ان سے تعلق بڑھا اسی قدر

وہ اُن کے تمدن کے شیدا اور اُن کی عادات و خصائل کے گرویدہ ہوتے گئے اور بالآخر یہی سبب اُن میں سے بہتوں کے اسلام کا موجب ہوا۔

تبلیغِ اسلام کے مذکورہ بالا ذریعہ کی تشریح کرتے ہوئے مسٹر آرنلڈ مصنف پریچنگ آف اسلام فرماتے ہیں:۔

"مسلمانوں کا علم و ادب پڑھنے اور اُن کی صحبت میں بیٹھنے سے ہندوؤں پر اسلام کا ایسا اثر پڑا جس کو وہ دُور نہیں کر سکے۔ راجپوتانہ اور بندھیل کھنڈ کے راجپوت راجاؤں اور سرداروں میں ابتک اسلام سے ایک تعلق پایا جاتا ہے بلکہ سر الفرڈ لائل نے تو ایشیاٹک اسٹڈیز میں یہانتک لکھدیا ہے کہ بعض موقعوں پر ہندو راجاؤں نے اسلام قبول کرنے کی طرف صاف صاف میلان طبع ظاہر کیا ہے۔ شاہانِ مغلیہ نے جس راستہ سے کشمیر میں آمد و رفت رکھی اُسکے کناروں پر ایسے راجہ ابتک موجود ہیں جن کے بزرگوں نے بہت سے اسلامی طریقے اختیار کر لئے تھے۔ اگر سلطنتِ تیموریہ سلامت رہتی تو یہ سب راجا کبھی کے مسلمان ہو گئے ہوتے۔ یہ درویشوں اور پیروں کی صرف ظاہری ہی تعظیم و تکریم نہیں کرتے بلکہ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کیلئے مسلمانوں کو معلم اور اتالیق مقرر کرتے ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کی بہت سی رسوم اختیار کر لی ہیں۔ شرعِ اسلامی کے مطابق جانور ذبح کر کے کھاتے ہیں۔ اسلامی مجالس میں پورے ذوق شوق سے اسلامی لباس پہنکر شامل ہوتے ہیں اور وہاں مسلمانوں کی طرح عبادت کرتے ہیں۔ مزاروں اور خانقاہوں پر عرس کے وقت ہندو مسلمانوں کی تعداد مساوی ہوتی ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اگر کسی ہندو کے ہاں اولاد نہیں ہوتی اور وہ دیوی دیوتاؤں سے اولاد بخشنے کے لئے التجائیں کرتا اور دُعائیں مانگتا ہے تو ساتھ ہی اس خیال سے کہ جہاں ہزاروں دیوتاؤں سے دُعا مانگتا ہوں وہاں اگر مسلمانوں کے خدا سے بھی التجا کروں تو اس میں ہرج ہی کیا ہے۔ دوسرے یہ بھی

خیال ہوتا ہے کہ دُعا مانگنے میں کوئی خسارہ نہ جائے۔ اس لئے مسلمانوں کے خدا سے بھی گڑ گڑا کر بیٹا مانگتا ہے۔ چنانچہ بارہا ایسا ہُوا ہے کہ جب کسی ہندو کے ہاں مسلمانوں کے خدا سے دُعا مانگنے کے بعد بیٹا پیدا ہو گیا ہے تو سارا گاؤں کا گاؤں یہ عجیب کرامت دیکھ کر مسلمان ہو گیا ہے۔" (دعوتِ اسلام ملا)

جو ہندو اس طرح مسلمان ہوئے اُن میں سے صرف ایک خاندان کا واقعہ ہم یہاں درج کرتے ہیں۔

گھاتم پور ایک موضع ضلع کانپور میں ہے۔ اسے ایک ہندو مہا تما گھاتم دیو بائیس نے بسایا تھا۔ اس شخص کے بیٹا نہیں ہوتا تھا اور ہوتا تھا تو مر جایا کرتا تھا۔ طرح طرح کے علاج کئے۔ جو بھی ترکیب کسی نے بتائی وہی کی۔ سب جتن کر کے ہار گیا مگر اولاد نہ ہوئی تھی نہ ہوئی۔ ایک دن بیٹھے بیٹھے اُسے خیال آیا کہ سب کچھ تو کر لیا۔ مندروں پر چڑھاوے بھی چڑھائے۔ مورتیوں پر روپے بھی نچھاور کئے۔ پنڈتوں کو دان بھی دیئے۔ فقیروں کو خیرات بھی بانٹی۔ مگر اب تک نخلِ مراد سرسبز نہ ہُوا۔ لاؤ اب مسلمانوں کے خدا سے بھی التجاء کر دیکھیں۔ شاید اُسی کو میرے حال پر رحم آئے اور وہی ہمیں اولاد دیدے۔

اب سوال یہ تھا کہ اسکے لئے منت کیا مانی جائے جس سے مسلمانوں کا خدا خوش ہو جائے آخر سوچتے سوچتے مسلمانوں کے خدا کو خوش کرنے کی ایک نرالی ترکیب اسکی سمجھ میں آئی۔ وہ نہایا کپڑے بدلے اور خوب پاک صاف ہو کر حضرت شاہ مدا رکے مزار پر گیا۔ وہاں پہلے فاتحہ پڑھی پھر حرفِ مطلب زبان پر لایا اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر التجا کی اور کہا کہ "اے خدا! میں اولاد کا سوالی ہو کر تیرے حضور میں حاضر ہُوا ہوں اور عرض مدعا کیلئے میں نے اس مزار کو اسلئے منتخب کیا ہے کہ یہ ایک اہل اللہ اور صاحبِ حال بزرگ کی قبر ہے اور یہاں لازماً خدا کی رحمت برس رہی ہوگی۔ پس اے مسلمانوں کے خدا! مجھے بیٹا بخش۔ جس سے میری نسل چلے اور میرا نام باقی رہے ؎ وگرنہ یونہی مر کے رہ جاؤنگا

اے اسلام کے خدا! میں منت مانتا ہوں اور پکا وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تیری عنایت سے میرے ہاں بیٹا

اصحاب احمد علیہ السلام ——————— (گذشتہ سے پیوستہ)

حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب (سابق جگت سنگھ)

——(مرتبہ جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے قادیان)——

(۱۷) ہرسہا ضلع فیروزپور میں سکھوں کی ایک پرانی گدی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد پر حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب، خاکسار، مفتی محمد صادق صاحب، سید امیر علی شاہ صاحب سب انسپکٹر سیالکوٹ اور بعض دیگر احباب ہرسہا گئے، دیکھا کہ بابا نانکؒ کی جو پوتھی وہاں رکھی ہوئی ہے، وہ قرآن مجید ہے۔

خاکسار مرتب عرض کرتا ہے کہ حضورؑ نے ہرسہا کی پوتھی کا ذکر بالتفصیل "چشمہ معرفت" میں کیا ہے۔ اور اس سے نیز باباصاحبؒ کے دیگر تبرکات مثلاً چولہ صاحب وغیرہ سے باباصاحبؒ کے مسلمان ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اور آخر پر اپنی "جماعت کے معزز ممبران" کے نام درج کئے ہیں جنہوں نے اس موقع پر ۴ر اپریل ۱۹۰۸ء کو گورو صاحبؒ کے قرآن مجید کی زیارت کی۔ ان سات ارکان میں سے چھٹا نام شیخ عبدالرحیم صاحب نومسلم (سابق جگت سنگھ) لکھا ہے۔ (ص ۳۳۷ و ص ۳۳۸)

بیان کیا جاتا ہے کہ حضورؑ کی اس کاری ضرب سے بچنے کے لئے سکھوں نے بعد میں قرآن مجید کی جگہ کوئی اور کتاب رکھدی ہے، اور قرآن مجید کے وہاں ہونے سے اب قطعاً منکر ہی ہیں۔

(۱۸) حضورؑ جب بطور مباحثہ گفتگو فرماتے یا کوئی تقریر فرماتے تو حضورؑ کا چہرہ چمکنے لگتا اور آواز میں ایک خاص قسم کی گرج پیدا ہو جاتی۔

(۱۹) جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صاحبزادہ مبارک احمدؐ بیمار ہوئے تو حضورؑ نے ایسے انہماک سے اُن کی تیمارداری کی گویا حضورؑ کو اور کوئی کام ہی نہیں۔ لیکن جب ان کی وفات ہوگئی تو تدفین کے وقت باغ میں حضورؑ نے ہشاش بشاش چہرہ کے ساتھ ان کی وفات کی پیشگوئی کا ذکر کر کے خدا تعالےٰ کی ہستی کے ثبوت میں ایک پُرمعارف تقریر فرمائی اور ہم نے اُس وقت حضورؑ کے چہرۂ مبارک پر غم اور افسردگی کے آثار تک نہیں پائے۔

(۲۰) جب بھی حضورؑ سے گفتگو کرنے کا موقع ملا حضورؑ کو متبسم پایا۔

(۲۱) زلزلہ کے ایام میں حضورؑ نے رقم دیکر مجھے لاہور بھیجا اور مَیں ایک خیمہ خرید کر لایا۔ حضورؑ نے پسند فرمایا۔ لیکن چونکہ پُرانا تھا آندھی آنے سے پھٹ گیا۔ اس پر حضورؑ نے مجھ سے بہت پرسش کی۔ مَیں نے عرض کیا کہ حکیم محمدؐ حسین صاحب قریشی کی معرفت خرید کیا تھا۔ فرمایا ہم نے روپیہ آپ کے ہاتھ میں دیا تھا۔ حضورؑ کا مطلب یہ معلوم ہوتا تھا کہ مجھے بھیجے بغیر بھی قریشی صاحب سے خیمہ منگوا سکتے تھے۔ مجھے اس لئے بھیجا گیا تھا تاکہ مَیں زیادہ احتیاط برتوں۔

خاکسار مرتب عرض کرتا ہے کہ حضورؑ اپنے ایک مکتوب میں حکیم محمدؐ حسین صاحب قریشی لاہور کو تحریر فرماتے ہیں کہ "وحی الٰہی کی بناء پر مکان ہمارا خطرناک ہے اس لئے آج ۲۶ مارچ ۱۹۰۵ء خیمہ خریدنے کے لئے شیخ عبدالرحیم صاحب کے ہاتھ بھیجتا ہوں۔ چاہیئے کہ آپ۔۔۔۔ اور دوسرے چند دوستداروں کے ساتھ جو تجربہ کار ہوں بہت عمدہ خیمہ معہ قناتوں اور دوسرے سامانوں کے بہت جلد روانہ فرما دیں۔" (خطوط امام بنام غلام صفحہ ۴ کالم ۲) قریشی صاحب لکھتے ہیں کہ مکان سے مراد باغ کا مکان ہے۔

(۲۲) احمدیت میں چونکہ اکثر احباب اپنی پہلی برادریوں سے کٹ کر آتے تھے اسلئے نئی برادری قائم کر کے ان کی تکالیف کو کم کرنے کے لئے حضورؑ نے ایک رجسٹر بنوایا جس

میں لڑکے لڑکیوں کی فہرستیں درج کرائیں اور بعض دفعہ حضور دعا بھی کرتے تھے اور احباب کے لئے بعض جگہ تحریک فرمادیتے تھے۔ حضور نے مرزا نیاز بیگ صاحب کلانوری کو ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خانصاحب گوڑیانوی کے رشتہ کے لئے تحریک فرمائی تھی مرزا صاحب نے قبول نہ کی۔ اس وجہ سے حضور کا دل کھٹا ہوگیا اور حضور نے یہ سلسلہ جاری نہ رکھا۔

خاکسار مرتّب عرض کرتا ہے کہ مولوی شیر علی صاحب و بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی اس روایت کی تصدیق کرتے ہیں۔ بھائی عبدالرحمٰن صاحب یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ایسا رجسٹر رکھنے کی تحریک مرزا صاحب موصوف نے ہی کی تھی۔ جب انہوں نے ہی اس رشتہ کی تحریک قبول نہ کی تو حضور نے رجسٹر پھڑوا دیا۔

(۲۳) حضور کی طبیعت اکثر خراب رہتی تھی لیکن بایں ہمہ حضور ایک فاتح جرنیل کی طرح جو میدانِ کارزار میں ہمہ تن محو کار ہوتا ہے کام کرتے تھے۔ [illegible] رات، نہ گرمی نہ سردی۔ مرزا ایوب بیگ صاحب و ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے عشاء کے وقت چولہ بابا نانک کا ذکر کیا اور صبح ہی حضور اس کے دیکھنے کے لئے ڈیرہ بابا نانک روانہ ہوگئے۔

(۲۴) حضور اکثر خود نماز میں امام نہیں بنتے تھے۔ ابتدائی ایام میں کبھی حافظ معین الدین صاحب کو امام بنالیا کرتے تھے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ و حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی عدم موجودگی کی صورت میں کبھی کبھی مجھے بھی امام بنالیتے تھے۔ مجھے حضور کی اقتداء میں بھی چند ایک دفعہ نماز پڑھنے کا موقع ملا ہے۔

نوٹ از مرتّب۔ (۱) اوپر بھائی جی کے ۱۸۹۲ء میں بیعت کرنے کے ذکر میں یہ لکھا گیا ہے کہ احباب کو الگ کیا گیا اور بھائی جی کی بیعت لی گئی۔ احباب کو الگ کرنے کا بھائی جی یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ گو میں نے دوسرے احباب کو رخصت کرنے کے لئے عرض نہیں کیا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے فتنہ کے ڈر سے بیعت مخفی رکھنے کیلئے

دوسرے دوستوں کو مسجد سے رخصت کر دیا۔ صرف حضرت مولوی نورالدینؓ، حضرت مولوی عبدالکریمؓ اور مرزا اسمعیل بیگؓ یہ تین وہاں موجود تھے۔ جب میں بیعت کر کے اپنے گاؤں سُرسنگھ گیا تو وہاں ایک ہیڈ ماسٹر نے مجھ سے آتھم کے متعلق بحث کی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ میرا حضرت مرزا صاحبؑ سے تعلق ہے تو اس نے کہا کہ بھلا ایسی باتیں مخفی رہ سکتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ باوجود حضورؑ کی اتنی احتیاط کے کسی ہندو یا سکھ نے ہمارے گاؤں میں اطلاع دیدی تھی۔

(۲) روایت ۷۶ کے متعلق دریافت کرنے پر بھائی جی نے بتایا کہ مجھے صرف اپنے مضمون کے متعلق یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے پسند فرمایا۔ دوسرے نومسلموں کے مضمون کے متعلق مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔

(۳) روایت ۹۰ کے متعلق استفسار پر بھائی جی نے بیان کیا کہ میرے دبانے سے حضورؑ کو کوئی افاقہ نہ ہوا۔ اس وقت حضورؑ کی زبان بند ہو چکی تھی۔ ڈاکٹروں نے دل میں کوئی ٹیکہ لگایا لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ آخری حالت خیال کر کے حضرت کے گھرانہ کی خواتین اس کمرہ میں آگئیں اس وجہ سے میں وہاں سے جانے لگا لیکن حضرت نواب صاحبؓ نے مجھے جانے سے منع کیا اور کہا کہ آپ میرے پاس ہی کھڑے رہیں۔

(۴) اوپر مذکور ہوا کہ بھائی جی کے رشتہ دار آپ کے تعاقب میں آئے۔ اور آپ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے مشورہ سے سیکھواں چلے گئے۔ اس سلسلہ میں ہم مولوی خیرالدین صاحب سیکھوانی کی روایات کی قلمی کاپی کی روایت ۱۲۱ ذیل میں لکھتے ہیں۔

مولوی خیرالدین صاحب سیکھوانی اپنی روایات کی کاپی میں روایت ۱۳۱ کے ذیل میں لکھتے ہیں "ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ (جن) دنوں شیخ بھائی عبدالرحیم صاحب (سابق جگت سنگھ) نے اسلام قبول کیا چند روز بعد موضع سُرسنگھ ۔ جو شیخ صاحب موصوف کا اصلی

گاؤں ..... ہے۔ ان کے رشتہ دار جو خوب قد آور اور جوان تھے پانچ چھ کس قادیان میں شیخ صاحب کو واپس لے جانے کی نیت سے آئے۔ مَیں اُس وقت حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ کے مطب میں بیٹھا ہوُا تھا اور شیخ عبدالرحیم صاحب بھی وہاں ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے مجھے فرمایا کہ اس کو اپنے گاؤں سیکھواں میں ہمراہ خود لے جاؤ۔ چنانچہ مَیں نے فوراً تعمیل کی اور ہم دونوں سیکھواں پہنچ گئے۔ ان کے رشتہ داروں کو بعد میں بازار کے لوگوں سے جو مزاحمت تھے علم ہو گیا۔ دوسرے دن وہ بھی سیکھواں پہنچ گئے۔ چونکہ سیکھواں میں کثرت سکھ قوم کی تھی انہوں نے سکھ برادری سے میل جول کیا۔ بعد میں ہمارے مکان پر پہنچے اور شیخ صاحب سے بخوشی مل ملا کر آخر مطالبہ کیا کہ ہم گاؤں سے باہر لیجا کر کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ اگرچہ شیخ صاحب اور ہم اُن کے مطالبہ کو پسند نہ کرتے تھے لیکن اُن کے جذبۂ مطالبہ کو بوجہ رشتہ داری نظر انداز کرنا مناسب نہ خیال کر کے رضامندی دیدی گئی۔ جب گھر سے باہر نکلے تو تھوڑے فاصلہ پر جا کر ایک میدان ہے جب وہاں پہنچے تو وہاں اور سکھ وغیرہ جمع تھے۔ یہی گفتگو چھڑ گئی۔ شیخ صاحبؒ رشتہ دارانِ خود کو کہا کہ اگر تم زبردستی مجھ کو ساتھ لیجاؤ گے تو مَیں پھر آ جاؤں گا اور مسلمان ہو جاؤں گا۔ اِس پر ایک سکھ جو سیکھواں کا باشندہ اور رُوڑ سنگھ نام تھا بڑے جوش سے بولا کہ خواہ مخواہ نرم باتیں کرتے ہو ٹانگ پکڑ کر آگے لگاؤ۔ ہم بھی وہاں کھڑے تھے۔ اس سکھ کے جواب میں ہماری طرف سے ہمارے بڑے بھائی میاں جمال الدین صاحب مرحومؓ نے کہا کہ دیکھو! شیخ عبدالرحیم صاحب جو ہمارا بھائی ہے اپنی خوشی سے تمہارے ساتھ چلا جاوے تو ہم روک نہیں سکتے اور اگر زبردستی لیجانا چاہو تو پہلے ہم کو مار لو گے تو اس کو لیجاؤ گے ورنہ ہرگز نہیں لے جا سکتے۔ پس اس پر سلسلہ گفتگو ختم ہوُا۔ آخر انہوں نے التجا کی کہ ہم اس کو الگ لیجا کر ایک بات کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ گاؤں سے کچھ فاصلہ پر

چھپڑ (جوہڑ) تھا وہاں چلے گئے اور ہم بھی اپنے پہرہ پر کھڑے رہے۔ آخر شخص صاحب نے اُن کی کوئی نہ مانی وہ وہاں سے ہی واپس چلے گئے۔ اور شیخ صاحب ہماری طرف آگئے۔ الحمدُ للّٰہِ علیٰ ذٰلِکَ۔ اسی وقت ہم مع شیخ صاحب قادیان پہنچ گئے۔ شام کی نماز کے بعد حضرت اقدسؑ کے حضور تمام حالات بیان کئے گئے۔ حضور علیہ السلام نے اِس پر ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ مولوی صاحب نے بہت غلطی کی کہ قادیان سے باہر انکو بھیجدیا قادیان سے زیادہ امن کی جگہ کون ہے۔"

حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے ایک تحصیلدار دوست کی لڑکی سے شادی کرنے کے لئے بھائی جی سے کہا۔ آپ ابھی شادی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ آپنے کہا کہ تیرہ چودہ روپے میں گذارہ مشکل ہے۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے کہا کہ پھر ہم آپ کی شادی میں دخل نہیں دینگے۔ ایکدن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عشاء کے وقت جسم دبوانے کے لئے بُلوایا۔ حضورؑ کو دَورہ تھا، اس سے افاقہ پر حضورؑ نے سُبحان اللہ سُبحان اللہ کہتے ہوئے فرمایا۔ شیخ صاحب! آپ شادی کرلیں۔ آپنے عرض کیا کہ تنخواہ تیرہ چودہ روپے ہے اس سے گذارہ نہ ہوگا۔ تو حضورؑ نے فرمایا کہ ایسا فکر نہیں کرنا چاہیئے۔ خدا تعالےٰ رزق دینے والا ہے۔ دوسرے دن حضورؑ نے کسی کام کے لئے بُلوایا تو پھر ایسا ہی فرمایا۔ آپنے عرض کیا، کہاں شادی کروں۔ میرے یہاں رشتہ دار تو ہیں نہیں۔ مرزا فضل بیگ صاحب وکیل[۱] نے اپنی ہمشیرہ کی شادی کے لئے حضورؑ سے کہا ہوا تھا۔

۱؎ الحکم جلد ۴ ۳۲ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کا ایک مضمون بعنوان "جماعت کی خدمت میں مدرسہ تعلیم الاسلام کے سیکرٹری کی درخواست" شائع ہوا جس میں جماعت سے چندہ کی درخواست کی گئی جس میں لکھا ہے کہ نواب محمد علی خان نے یہ تجویز نکالی ہے کہ جو شخص پانچ روپیہ ماہوار امداد دے اُسے ٹرسٹی مقرر کیا جائے۔ چنانچہ کمیٹی نے جن احباب کو اپنے حسن ظن سے ٹرسٹی منتخب کیا ان میں "مرزا فضل بیگ صاحب مختار بٹالہ" کا نام بھی ہے (صـ۱۱ کالم ۳) مرتب۔

حضورؑ نے اس رشتہ کا ذکر کیا۔ آپ نے عرض کیا کہ وہ بیوہ ہیں، ان کی عمر بڑی ہوگی۔ حضورؑ نے پوچھا، بھلا کتنی بڑی ہوگی۔ آپ نے کہا چھبیس ستائیس سال۔ حضورؑ نے کہا کہ پنجاب کی عورتیں اس عمر میں جوان ہوتی ہیں۔ اتنی عمر میں ہی شادی ہوتی ہے۔ بھائی جی نے مسنون استخارہ کیا اور دعا کی کہ اے خدا یہ تیرے نیک بزرگ بندے ہیں، انکی بات تو پوری ہو جائے گی میرے لئے برکت کا موجب ہو تو میسر فرما ورنہ میسر نہ فرما۔ چنانچہ خواب میں دیکھا کہ ایک لڑکی چھوٹی عمر کی ننگے سر آپ کے پاس بیٹھی ہے، شادی کا لباس پہنا ہوا ہے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ بھی سامنے بیٹھے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بھائی جی اور لڑکی کی شادی ہوگئی ہے۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے اس پر خواب میں ہی بھائی جی کو بشارت دی کہ کیا بابرکت کام ہے۔ اس خواب کے بعد آپ نے حضرت مولوی صاحبؓ کو خوش کرنے کے لئے کہا کہ آپ نے شادی کرنے کو کہا تھا آپ کی بات درست تھی، مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے انکار کیا۔ اب حضرت صاحبؑ نے بھی ارشاد فرمایا ہے، میں اُن کے حکم کو ٹال نہیں سکتا۔ آپ اس میں شمولیت اختیار کریں، اور امداد فرمائیں۔ چونکہ مرزا افضل بیگ صاحب کی ہمشیرہ کے ساتھ شادی کرنے کے لئے کہا ہے اس لئے آپ ان کو لکھیں۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے فوراً مرزا صاحب کو جو بٹالہ میں وکالت کرتے تھے لکھا کہ اگر آپ اپنی ہمشیرہ فاطمہ بیگم کا رشتہ کرنا چاہتے ہیں تو ایک ہفتہ کے اندر کر دیں، ورنہ ہم بھائی جی کا انتظام کسی اور جگہ کرتے ہیں۔ وہ قادیان آگئے۔ بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی جو اس مجلس میں شامل تھے بیان کرتے ہیں کہ بھائی عبدالرحیم صاحب شرم کی وجہ سے مجلس نکاح میں شامل نہیں ہوئے۔ بھائی جی کی طرف سے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ ولی تھے اور فاطمہ بیگم کی طرف سے ان کے بھائی۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے ہی نکاح پڑھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مجلس میں شامل تھے۔ بھائی عبدالرحیم صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک

دوست حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی طرف سے پیغام لائے کہ چھاروں کا انتظام کریں۔ میں نے کہا کہ جو صاحب نکاح کروا رہے ہیں وہی اس کا بھی انتظام کریں۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحبؓ نے انتظام کیا۔ جب مسلمان ہونے پر حضورؑ نے حضرت مولوی صاحبؓ کے سپرد آپ کو کیا تھا تو حضرت مولوی صاحبؓ کچھ دن اپنے گھر سے اپنے ساتھ آپ کو کھانا کھلاتے رہے لیکن بھائی جی حضرت مولوی صاحبؓ کو ایسی تکلیف دینا نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے آپ نے جلد لنگر کا کھانا شروع کر دیا اور شادی ہونے کے کچھ عرصہ بعد حضورؑ کی خدمت میں لنگر سے روٹی علیحدہ کرنے کے لئے رقعہ لکھا تو حضورؑ نے تحریر فرمایا کہ ہمارا منشاء تو نہیں کہ آپ لنگر سے الگ ہو جائیں۔ آپ کی مرضی۔ چنانچہ آپ نے لنگر سے کھانا لینا ترک کر دیا۔ یہ ۱۸۹۹ء کی ابتداء کی بات ہے۔ ان سے آپ کی مندرجہ ذیل اولاد ہے۔ (۱) ایک لڑکا کیپٹن ڈاکٹر عبدالرحمٰن حال مقیم پونا۔ (۲) خدیجہ بیگم اہلیہ مولوی فضل الدین صاحب مشیر قانونی صدر انجمن احمدیہ قادیان۔ (۳) امۃ اللہ بیگم اہلیہ خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب سابق ناظر بیت المال۔ (۴) آمنہ بیگم اہلیہ محمد اسحٰق صاحب ہیڈ ماسٹر ریاست بہاولپور۔ اور (۵) عائشہ بیگم اہلیہ مولوی علی محمد صاحب فاضل اجمیری مبلغ سلسلہ حال ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز۔ قادیان۔

وطن میں رہ کر اسلام کا پابند ہونا ناممکن تھا۔ آپ نے مرزا فضل بیگ صاحب کے ذریعہ اپنے حصہ کی نصف حویلی اور پندرہ گھماؤں زمین پانصد روپیہ پر (جو کہ حویلی کی نصف قیمت بھی نہ تھی) ½ صد سالانہ کی قسط پر اپنے بھائی کو دیدی۔ گو مالی نقصان تو ہوا لیکن آپ کے لئے دینی رنگ میں مفید تھا۔

جب آپ بورڈنگ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ٹیوٹر تھے تو آپ بورڈنگ میں مغرب و عشاء کے درمیان صحاح ستہ میں سے کسی ایک حدیث کا درس دیا کرتے تھے۔ (باقی آئندہ)

وصیّتیں

نوٹ:۔ وصایا منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو دفتر کو اطلاع کر دے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ)

نمبر ۱۰۰۹۵:۔ منکہ مبارکہ بیگم بقاپوری بنت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری قوم جالپ کھوکھر پیشہ طالب علمی عمر ۱۸ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان دارالفضل بقلم ۲۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے صرف مجھ کو میرے والد صاحب کی طرف سے بطور جیب خرچ سات روپے ملتے ہیں۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اور اقرار کرتی ہوں کہ اگر میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ:۔ مبارکہ موصیہ۔ گواہ شد:۔ محمد صادق ایس۔ ڈی۔ او۔ ایم۔ ای۔ ایس دارالفضل۔ گواہ شد۔ محمد ابراہیم بقاپوری سابق امیر التبلیغ سندھ۔ نمبر ۱۰۰۸۷:۔ منکہ فیض احمد خاں ولد چوہدری غلام خانصاحب مرحوم قوم جٹ پیشہ زمینداری عمر ۵۰ سال بیعت ۱۹۱۴ء ساکن کوٹ بڈا مشمولہ گدیاں ڈاکخانہ بدوملی ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۰ ۴/۴۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ اراضی تعدادی ۱۰۰ کنال بلا شرکت غیرے ہے اس میں کر ۵۰ کنال چاہی ہے۔ ۵۰ کنال بارانی ہے۔ قیمتی -/۸۰۰۰ تقریباً۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میرے مرنیکے بعد اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ فیض احمد خاں۔ گواہ شد۔ خورشید احمد انسپکٹر وصایا۔ گواہ شد۔ محمد عبداللہ گوریاں۔ گواہ شد۔ محمد صادق۔ نمبر ۱۰۰۸۶:۔ منکہ مختار احمد ولد فضلداد خاں صاحب۔ قوم گوجر پیشہ تعلیم عمر ۱۸½ سال پیدائشی احمدی ساکن موضع فونن (حال فضل عمر ہوسٹل قادیان) ڈاکخانہ برنالی ضلع گجرات بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۸ ۴/۴۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائیداد نہیں۔ میں تعلیم حاصل کرتا ہوں۔ میری ماہوار آمد جو کہ جیب خرچ ہے مبلغ -/۱۰ روپے ہے۔ اس کے ۱/۹ حصہ کی وصیت کرتا ہوں نیز اس جائیداد کی بھی جو میرے مرنے پر ثابت ہو ۱/۹ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ مختار احمد تھرڈ ایر سٹوڈنٹ تعلیم الاسلام کالج قادیان۔ گواہ شد۔ سلطان حسین

بقلم خود۔ گواہ شد:۔ بشارت الرحمٰن لیکچرار تعلیم الاسلام کالج قادیان + **نمبر ۱۰۰۹۰** :۔ منکہ مطلوبہ خاتون زہرہ زوجہ ناصر الدین عبداللہ صاحب قوم راجپوت عمر ۲۶ سال پیدائشی احمدی ساکن کاہنور ضلع رہتک حال قادیان بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۲/۱/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ زیور نقرئی ۲۵ تولہ۔ زیور سنہری دو تولہ قیمتی -/۲۷۵ روپے۔ -/۵ روپے جیب خرچ میرے شوہر کی طرف سے ملتے ہیں۔ اور میری ملکیت ۱۶ کنال زمین زرعی موضع بگول میں ہے۔ قیمت دو ہزار روپیہ ہے۔ ان سب کا دسواں حصہ ماہ بماہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی رہوں گی۔ نیز زیور کا بھی دسواں حصہ ادا کر دونگی۔ اسکے علاوہ میری کوئی جائیداد یا زیور یا نقد روپیہ میرے مرنے پر ثابت ہو اس کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میرے ورثاء کو کسی قسم کا اعتراض نہ ہوگا۔ حق مہر میں نے اپنے خاوند سے وصول کر لیا ہے جو زمین کی صورت میں ہے۔ الامۃ: مطلوبہ خاتون زہرہ گواہ شد:۔ ناصر الدین عبداللہ خاوند موصیہ۔ گواہ شد:۔ قاضی غلام نبی سیکرٹری مال دار الشعۃ دار الاحسان + **نمبر ۱۰۱۴۲** :۔ منکہ حافظ عبد الکریم ولد میاں فتح دین صاحب قوم پٹھان پیشہ ملازمت عمر ۴۸ سال بیعت ۱۹۲۶ء ساکن خوشاب محلہ احمدیا نوالہ ڈاکخانہ خاص ضلع سرگودھا۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۷/۹/۴۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ ایک مکان جو اندازاً ۱۲ مرلہ بلا شراکت غیرے ہے۔ اس کے علاوہ میری ماہوار تنخواہ -/۳۵ روپے ہے۔ ہر دو مذکورہ بالا جائیداد اور ماہوار تنخواہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ آئندہ جو جائیداد پیدا کرونگا اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ میرے مرنے پر جس قدر جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ حافظ عبد الکریم خوشاب محلہ احمدیا نوالہ۔ گواہ شد:۔ سید نو بہار شاہ خوشاب۔ گواہ شد چوہدری خورشید احمد انسپکٹر وصایا + **نمبر ۱۰۰۶۳** :۔ منکہ خدیجہ بیگم زوجہ ظہور الدین صاحب قوم ککے زئی افغان عمر ۳۵ سال پیدائشی احمدی ساکن کھارا حال قادیان بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۱/۴/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائیداد آٹھ کنال زمین موضع کھارا میں ہے۔ نیز ۲ تولے زیور طلائی اور ۴۰ تولے زیور نقرئی ہیں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ الامۃ:۔ خدیجہ بیگم موصیہ بقلم خود۔ گواہ شد:۔ اقبال احمد خاں ایاز واقف زندگی

دارالفضل گواہ شد: سید اعجاز احمد انسپکٹر بیت المال ۔ نمبر ۱۰۰۶۴: ملکہ رضیہ بیگم
زوجہ مرزا عبدالمجید صاحب قوم افغان عمرہ ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن پشاور شہر بقائمی
ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸/۱۰/۴۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اس وقت
میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ ایک ہزار روپیہ حق مہر بذمہ شوہرم اور ۶۰۰/- روپے کا زیور ہے
اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اگر اس کے بعد کوئی اور جائیداد پیدا کروں تو اس کی
اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز مجھے
دس روپے ماہوار جیب خرچ شوہرم کی طرف سے ملتا ہے۔ میں تازیست اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ
ادا کرتی رہوں گی۔ میرے مرنے پر جو جائیداد ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن
احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ: رضیہ بیگم موصیہ بقلم خود۔ گواہ شد: مرزا عبدالمجید ڈی ایس پی
پشاور خاوند موصیہ۔ گواہ شد: مرزا آفتاب احمد دفتر انسپکٹر جنرل شفاخانہ جات سرحد پشاور
نمبر ۱۰۰۶۵: منکہ اشیم بی بی زوجہ چوہدری فتح محمد صاحب قوم جٹ عمر ۵۰ سال بیعت ۱۹۱۱ء
ساکن داتہ زید کا ڈاکخانہ کھمبالیاں ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج
بتاریخ ۱۴/۴/۴۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ حق مہر ۳۲/- روپے
بذمہ خاوند۔ میرے پاس زیور کوئی نہیں اور نقد مبلغ ۲۶۸/- روپے میرے پاس ہیں۔ کل ۳۰۰/- روپے
کے ۱/۳ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۳
حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ: اشیم بی بی نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:
چوہدری خورشید احمد انسپکٹر وصایا۔ گواہ شد: چوہدری فتح محمد خاوند موصیہ۔ گواہ شد:
نصر اللہ خاں داتہ زید کا۔ نمبر ۱۰۰۶۶: منکہ رابعہ بیگم زوجہ بابو محمد صدیق صاحب قوم شیخ
عمر ۴۴ سال بیعت ۱۹۱۲ء ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۵/۴۲
حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد کوئی نہیں۔ حق مہر ۲۰۰/- روپے ہے اس کے ۱/۳
حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت
حاوی ہوگی۔ زیور میرے پاس کوئی نہیں۔ الامۃ: رابعہ بیگم دارالفضل۔ گواہ شد:
محمد صادق خاوند موصیہ۔ گواہ شد: سلطان احمد (چچا) نمبر ۱۰۰۶۷: منکہ ڈاکٹر رفیق احمد
ولد ڈاکٹر ایس۔ اے صوفی قوم شیخ پیشہ ملازمت عمر ۲۴ سال بیعت ۱۹۲۸ء ساکن
جگادھری ضلع انبالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۴/۴۲ حسب ذیل وصیت

کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمد مبلغ -/۲۰۰ روپے ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنے پر میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد۔ ڈاکٹر رفیق احمد ایم بی بی ایس اسسٹنٹ ڈیمونسٹریٹر گلنسی میڈیکل۔ گواہ شد۔ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ وکٹوریہ جوبلی ہسپتال امرتسر۔ گواہ شد۔ قاضی محمد نذیر پوسٹل کلرک امرتسر ◆ نمبر ۱۰۰۷۳ منکہ زینب بی بی زوجہ عبدالعزیز صاحب قوم پٹھان عمر ۴۵ سال بیعت ۱۹۲۲ء ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴۷/۴/۲۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری آمد اور میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں صرف ایک سو روپیہ نقد موجود ہے۔ اسکے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اور اگر کوئی آمد یا جائیداد اسکے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہونگی اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنیکے وقت جس قدر میرا متروکہ ثابت ہو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ۔ زینب نشان انگوٹھا۔ گواہ شد۔ مرزا عزیز احمد۔ گواہ شد۔ عبدالعزیز ◆ نمبر ۱۰۰۷۶ منکہ صفیہ بیگم بنت چوہدری محمد اکرم خانصاحب قوم جٹ کاہلوں عمر ۱۶ سال پیدائشی احمدی ساکن چوہر ملا ڈاکخانہ سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ حال نصرت آباد اسٹیٹ ڈاکخانہ فضل بھمبرو ضلع تھرپارکر سندھ۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴۷/۴/۲۷ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ مجھے اسوقت اپنے والدین کی طرف سے مبلغ -/۱۰ روپے بطور جیب خرچ کے ملتا ہے اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اسکے بعد اگر کوئی اور جائیداد یا رقم میری بطور ملکیت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ الامۃ۔ صفیہ بیگم بقلم خود۔ گواہ شد۔ محمد اکرم خاں والد موصیہ۔ گواہ شد۔ حمید احمد سنیاسی دیہاتی مبلغ موصی عہ ۴۹۴۵ محمد آباد اسٹیٹ سندھ ◆ نمبر ۱۰۰۷۷ منکہ ظہور الدین ولد نبی بخش صاحب قوم ککے زئی افغان پیشہ تجارت عمر ۶۵ سال بیعت مارچ ۱۹۰۲ء ساکن دھرمکوٹ بگہ ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴۷/۴/۱۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میرا گذارہ تجارت پر ہے۔ مبلغ -/۲۵۰۰ روپیہ لگا ہوا ہے میری جو آمد تجارت کیصورت میں ہوگی اس کا ۱/۱۰ حصہ ادا کرتا رہوں گا اور اس کے علاوہ میری ۴ عدد دکانیں خام ہیں قیمتی -/۱۰۰۰ اور دو مکان خام مالیتی -/۵۰۰

ہے۔ میں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد:۔ ظہور الدین بقلم خود دار الفضل۔ گواہ شد اقبال احمد مفتی ایاز واقف زندگی دار الفضل۔ گواہ شد:۔ سید اعجاز احمد انسپکٹر بیت المال + نمبر ۱۰۰۴۶:۔ منکہ عزیزہ بیگم بنت فضل محمد صاحب قوم ککے زئی عمر ۲۸ سال بیعت ۱۹۴۲ء ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۰/۷/۴۷ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میری جائیداد کوئی نہیں صرف ایکسو روپیہ نقد ہے جس کے ۱/۸ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ میری ماہوار آمد از مزدوری مبلغ دس روپے ہے جسکے ۱/۸ حصہ کی وصیت بھی کرتی ہوں۔ آمد کی کمی بیشی کی اطلاع دیتی رہونگی۔ میرے مرنے پر اگر کوئی جائیداد میری ثابت ہو تو اسکے بھی ۱/۸ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ:۔ عزیزہ بیگم موصیہ نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ خواجہ بشیر احمد ہگل دار الرحمت۔ گواہ شد:۔ سیٹھی کرم الٰہی سیٹھی منزل دار العلوم + نمبر ۱۰۰۴۷:۔ منکہ عائشہ بیگم زوجہ نصیر الدین صاحب قوم انصاری عمر ۲۵ سال بیعت ۱۹۴۲ء ساکن سرگودھا حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میرے پاس جو زیور تھا وہ فروخت کر دیا ہے۔ وہ دو صد پچاس روپے میرے پاس ہیں جو کہ میں نے اپنے خاوند کو تجارت کیلئے دے رکھا ہے۔ اور علاوہ ازیں -/۵۰ روپے جو میری محنت کا کمایا ہوا ہے وہ بھی اپنے خاوند کو تجارت میں لگانے کو دیا ہوا ہے۔ اور میں اپنی محنت سے اندازاً -/۱۰ روپے ماہوار کما لیتی ہوں۔ اس کے علاوہ ۵۰۰ روپے مہر کے بذمہ خاوند ہیں۔ میں اس کل کے ۱/۹ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ الامۃ:۔ عائشہ بیگم موصیہ نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ محمد ابراہیم وڑائچ اسسٹنٹ سیکرٹری وصایا سرگودھا۔ گواہ شد:۔ بشارت علی خاں سیکرٹری مال سرگودھا + نمبر ۱۰۰۴۸:۔ منکہ عطاء اللہ ولد بابو شکر الٰہی صاحب قوم راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن نبی پور ڈاکخانہ گورداسپور ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ یکم فروری ۱۹۴۷ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائداد نہیں ہے۔ ابھی میرے والد صاحب بفضل تعالیٰ زندہ ہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمد -/۷۵ روپے ہے۔ جس کا ۱/۱۰ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ وصیت کے طور پر ادا کرتا رہونگا

اگر کوئی جائیداد پیدا کروں گا تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی اور میرے مرنے کے بعد جتنی میری جائیداد ہوگی اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد۔ عطاء اللہ۔ گواہ شد: شکر الٰہی والد موصی مذکور۔ گواہ شد:۔ فقیر احمد + نمبر ۱۰۰۸۳ :۔ منکہ عائشہ بیگم زوجہ میاں عبداللطیف صاحب قوم مغل چوغتہ پیشہ خانہ داری عمر ۴۶ سال پیدائشی احمدی ساکن بیرون دہلی دروازہ لاہور ڈاکخانہ خاص ضلع لاہور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۵ جنوری ۴۷ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ حق مہر جو کہ خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے مبلغ ۶۰۰/- صرف۔ ۴ عدد طلائی مرکیاں وزن ایک تولہ۔ اور میری کوئی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ نہیں ہیں مندرجہ بالا جائیداد کا ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں میرے مرنے کے بعد اگر میری کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو تو اس کی بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامتہ:۔ نشان انگوٹھا عائشہ ۴۷/۱/۵۔ گواہ شد: عبداللطیف خاوند موصیہ۔ گواہ شد:۔ عبدالحمید فاروقی سیکرٹری مال حلقہ دہلی دروازہ لاہور +

نمبر ۱۰۰۸۶ :۔ منکہ فتح محمد ولد چوہدری علی گوہر صاحب مرحوم قوم جٹ باجوہ پیشہ ملازمت عمر ۶۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۶ء صحابی ساکن داتا زید کا ڈاکخانہ گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۴۷/۳/۴ کو حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ اراضی تعدادی ۳۲ کنال ۱۶۰۰/- روپے ہے اراضی مرہونہ ۵۸۰/- روپے کی ہے۔ نقد مبلغ ۱۶۰۰/- روپے ہیں۔ موجودہ مندرجہ بالا جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان کرتا ہوں۔ نیز میرا گذارہ ماہوار آمد یعنی تنخواہ جو مبلغ ۸۰/- + ۱۸ روپے الاؤنس کل ۹۸/- روپے ہیں۔ اور نیز اب میں پنشن پر ہوں جو اندازاً ۴۰/- روپے ماہوار ہے جو زیر غور ہے (پنشن اصل مبلغ ۹۸/- روپے کے علاوہ ہے) کل آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ آمد کی کمی بیشی کے مطابق حصہ آمد ادا کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے بعد اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہوگی تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ چوہدری فتح محمد حال ملازم ڈسٹرکٹ پروفیشنل ٹیکس آفیسر گوجرانوالہ۔ گواہ شد: چوہدری خورشید احمد انسپکٹر وصایا۔ گواہ شد:۔ ماسٹر نصر اللہ خان سیکرٹری مال جماعت داتا زید کا +

نمبر ۱۰۰۸۴ :۔ منکہ عبداللطیف خاں ولد محمد یحییٰ خانصاحب مرحوم قوم پٹھان ۔ پیشہ ملازمت عمر ۲۴ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۹/۴/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائیداد الگ کوئی نہیں۔ ایک مکان ہے جو دارالبرکات شرقی میں تین بھائیوں ایک بہن اور والدہ کے درمیان مشترک ہے۔ اسکے علاوہ میرا گذارہ ۔/۴۵ روپے مع الاؤنس ہے۔ میں مذکورہ جائیداد کے اور ماہوار آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ نیز میرے مرنیکے بعد اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد :۔ عبداللطیف خاں بقلم خود کلرک دفتر ڈاک قادیان ۔ گواہ شد محمد عبداللہ اعجاز قادیان ۔ گواہ شد عطاء محمد مدرر دارالبرکات شرقی ٭ نمبر ۹۸۷۳ :۔ منکہ عنایت اللہ ولد چوہدری مولا بخش صاحب قوم جٹ ڈھینڈسے پیشہ ملازمت عمر ۳۴ سال پیدائشی احمدی ساکن چک نمبر ۲۵ ڈاکخانہ چک نمبر ۳۴ ضلع سرگودھا بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۹/۱۲/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ اراضی تعدادی ۴۶ کنال بلا شراکت غیری۔ سفید اراضی برائے سکونت تعدادی چار کنال واقعہ قادیان دارالشکر اور گیارہ کنال اراضی بارانی واقعہ موضع کوٹ گھمند داخلی موضع موسٰی پور تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ۔ ایک مکان پختہ ایک کنال ۸ مرلہ واقعہ دارالبرکات قادیان میں بشراکت برادر خود چوہدری عطاء اللہ صاحب ایم۔ اے بی ٹی میں نصف حصہ کا مالک ہوں۔ مذکورہ بالا جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں ۔ اسکے علاوہ ماہوار تنخواہ ۔/۲۶۰ روپے اور الاؤنس ۔/۶۲ روپیہ ہے۔ میں اس آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی وصیت کرتا ہوں کمی بیشی کی اطلاع دیتا رہونگا۔ آئندہ جو جائیداد پیدا کرونگا اس کی اطلاع دیتا رہونگا۔ میرے مرنیکے بعد جس قدر اس جائیداد کے علاوہ کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد :۔ چوہدری عنایت اللہ چک نمبر ۲۵ ۔ گواہ شد :۔ چوہدری ہدایت اللہ چک نمبر ۳۴ ۔ گواہ شد :۔ نذیر احمد پسر موصی کلور کوٹ ضلع میانوالی ایگریکلچرل اسسٹنٹ ٭

نمبر ۱۰۰۰۳ :۔ منکہ رقیہ بیگم زوجہ میاں عبدالمجید صاحب قوم مغل عمر ۴۵ سال پیدائشی احمدی۔ مبارک منزل لاہور بیرون دہلی دروازہ ڈاکخانہ نولکھا لاہور۔ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۴/۴/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اسوقت میرے پاس کوئی زیور نہیں ہے۔ مگر میرا حق مہر ایکہزار روپیہ ہے جو بذمہ خاوند ہے۔ میں اسکے دسویں حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اگر

مطہرہ کی کوئی اور جائیداد بوقت وفات موجود ہو تو اس کے بھی ۱/۳ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ:۔ رقیہ بیگم موصیہ۔ گواہ شد:۔ عبدالقادر مبلغ جماعت احمدیہ۔ گواہ شد:۔ عبدالحمید فاروقی سیکرٹری مال حلقہ دہلی دروازہ لاہور + نمبر ۱۰۰۱۰ :۔ منکہ حسین بی بی بیوہ عبدالغفور صاحب قوم راجپوت جسوال پیشہ ملازمت عمر ۶۲ سال تاریخ بیعت ۲۶ جمادی الثانی ۲۶ھ ساکن قادیان محلہ دارالرحمت ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴/۴/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میرے پاس ۵۰۰/- نقد ہے جس کے ۱/۳ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر میرے مرنیکے وقت کوئی اور جائیداد میری ثابت ہو تو اسکے بھی ۱/۳ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میری نعش بہشتی مقبرہ میں دفن ہو یا نہ ہو میری یہ وصیت قائم رہیگی۔ اور زیور وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے۔ الامۃ:۔ حسین بی بی۔ گواہ شد:۔ حکیم محمد قاسم قریشی امیر جماعت احمدیہ لالہ موسیٰ ضلع گجرات وارد قادیان۔ گواہ شد:۔ عزیز اللہ پسر موصیہ مذکورہ + نمبر ۱۰۰۱۳ :۔ منکہ سعیدہ بیگم بنت مستری شمشاد علی صاحب زوجہ ملک عصمت اللہ خاں صاحب عمر ۲۱ سال پیدائشی احمدی قوم ککے زئی ساکنہ دارالفضل قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۲/۳/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ زیورات طلائی چار تولہ حق مہر ۵۰۰/- بذمہ خاوند۔ میں اسکے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر میرے مرنے پر اور کوئی جائیداد میری ثابت ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ الامۃ:۔ سعیدہ بیگم موصیہ۔ گواہ شد:۔ ملک عصمت اللہ خاں خاوند موصیہ۔ گواہ شد:۔ ملک صلاح الدین ایم۔ اے دارالفضل + نمبر ۱۰۰۱۷ :۔ منکہ صدیقہ زوجہ سید اختر حسین صاحب قوم سید عمر ۱۷ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ۱۲/۴/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائیداد مبلغ ایکہزار روپیہ حق مہر ہے جو بذمہ خاوند ہے اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ زیور کوئی نہیں ہے۔ اگر اسکے بعد کوئی اور جائیداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہونگی اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے پر جس قدر میری جائیداد ہوگی اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ:۔ صدیقہ موصیہ۔ گواہ شد:۔ محمد اقبال حسین والد موصیہ۔ گواہ شد:۔ تفضل حسین۔ گواہ شد:۔ اختر حسین خاوند موصیہ + نمبر ۱۰۰۲۰ :۔ منکہ عطاء اللہ ولد میاں اللہ بخش صاحب

مرحوم قوم راجپوت بھٹی پیشہ درزی عمر ۲۶ سال بیعت ۱۹۳۲ء ساکن بھڑی شاہ رحمان ڈاکخانہ خاص ضلع گوجرانوالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴ ۔۔۔ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ اراضی آٹھ کنال موروثی دفعہ ۵ واقع ۔۔۔ شریف بھڑی شاہ رحمان قیمتی ۵۰۰ کی ہے۔ ایک مشین سنگر قیمتی ۱۰۰ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت و اراضی مذکورہ بالا کی قیمت کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میری ماہوار آمد ۲۸ روپے ہے۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میرے مرنے پر جس قدر میری جائیداد ثابت ہو۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ گواہ شد ۔۔۔ محمد صاحب صدر دار البرکات شرقی۔ العبد عطاء اللہ موصی۔ گواہ شد چوہدری خورشید احمد صاحب ۔۔۔ گواہ شد فضل الٰہی صاحب محرر تنفیذ۔ گواہ شد چوہدری بشیر احمد صاحب ۔۔۔ ۔۔۔ منڈی

نمبر ۱۰۰۲۲ منکہ عبد المجید صاحب۔ ولد میاں چراغ دین صاحب ۔۔۔ قوم مغل پیشہ گورنمنٹ پنشنر عمر ۶۳ سال بیعت اکتوبر ۱۸۹۴ء ۔۔۔ لاہور ڈاکخانہ نولکھا لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۔۔۔ کرتا ہوں۔ میرے پاس اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میری پنشن ۵۸ روپے ماہوار ہے اسکے دسویں حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر کوئی جائیداد میری وفات پر موجود ہو۔ تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد عبد المجید بحروف انگریزی۔ گواہ شد عبد القادر صاحب موصی گواہ شد عبد الحمید صاحب فاروقی سکرٹری مال حلقہ دہلی دروازہ لاہور۔

نمبر ۱۰۰۳۸ منکہ محمد عمر ولد علم خان صاحب مرحوم قوم افغان پیشہ زمینداری و تجارت عمر ۲۵ سال بیعت ۱۹۳۰ء ساکن درگئی خوست افغانستان ڈاکخانہ سرائے نورنگ ضلع بنوں بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵/۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔۔۔ جائیداد حسب ذیل ہے ۔۔۔ واقع درگئی خوست افغانستان ۔۔۔ اپنے بھائی کے ساتھ ۔۔۔ کا مالک ہوں۔ مکان تخمیناً دو ہزار روپیہ ۔۔۔ کا مالک ہوں۔ ۔۔۔ روپیہ اس کل جائیداد کے نصف نصف کا مالک ہوں۔ میں اپنی اس جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اسکے علاوہ میرے مرنے پر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ گواہ شد صاحبزادہ عبد السلام بقلم خود سرائے نورنگ۔ العبد محمد عمر موصی۔ گواہ شد۔ محمد طیب امیر جماعت احمدیہ سرائے نورنگ۔

نمبر ۱۰۰۲۳ منکہ حافظ عبد الرحمٰن

ولد نعمت علی صاحب قوم سید پیشہ ملازمت عمر ۴۵ سال پیدائشی احمدی ساکن بٹالہ حال قادیان بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۲/۴/۴۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ میری ماہوار آمد ۴۰/- روپے ہے۔ میں اپنی آمدنی کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ آئندہ جو جائیداد پیدا کرونگا یا میری وفات پر ثابت ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد: سید حافظ عبدالرحمٰن۔ گواہ شد: مرزا نذیر علی سکنہ قادیان۔ گواہ شد: فضل الٰہی دارالفضل۔

نمبر ۱۰۰۲۸ ۔ منکہ فیض بخش ولد رانا کریم بخش قوم نون پیشہ ملازمت و زمینداری عمر ۴۰ سال بیعت ۱۹۴۲/۹/۵ ساکن بستی جمال والہ ڈاکخانہ سوڑی ضلع ملتان۔ پنجاب۔ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۳/۴/۴۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ ۱۔ اراضی۔ ۷ کنال موضع ڈیوالہ سات کنال موضع تل جالوالہ ضلع مظفرگڑھ۔ ۱۸ کنال موضع پنجانی۔ ۱۱ کنال موضع گنوین تحصیل شجاع آباد کل ۲۰۶ کنال قیمتی دس ہزار روپیہ۔ ایک مکان پختہ واقع بستی جمال والہ موضع پنجانی تحصیل شجاع آباد قیمتی ہزار روپیہ۔ ایک گائے قیمتی ۱۰۰/- روپیہ۔ ایک گھوڑی قیمتی ۳۰۰/- میرے پاس ہے۔ مندرجہ بالا جائیداد کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ جب تک جائیداد کے دسویں حصہ کی قیمت ادا نہ کردوں اس وقت تک انجمن مذکور کو پیداوار کا دسواں حصہ ادا کرتا رہونگا۔ نیز مجھے ملازمت سے یکصد روپیہ ماہوار کی آمد ہوتی ہے۔ اس تنخواہ کے دسویں حصہ پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد: فیض بخش انسپکٹر کوآپریٹو سوسائیٹیز علی پور ضلع مظفرگڑھ۔ گواہ شد: کریم بخش احمدی مبلغ مظفرگڑھ۔ گواہ شد: گل محمد بقلم خود۔

نمبر ۳۲ ۔ منکہ محمد حسین ولد چوہدری غلام حسن صاحب قوم ارائیں پیشہ زراعت عمر ۳۰ سال پیدائشی احمدی۔ ساکن کوٹ رحمت خاں ڈاکخانہ مومن ضلع شیخوپورہ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۶/۴/۴۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔ ماہوار آمد پر گزارہ ہے اسکے ۱/۹ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ میرے مرنیکے بعد بھی جو جائیداد ثابت ہوگی میرے ورثاء کو اس کا ۱/۹ حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے پاس ادا کرنا ہوگا۔ ماہوار آمد کا اندازہ ۵۰/- روپے ماہوار ہے۔ کم وبیش ہونیکے متعلق اطلاع دیتا رہونگا۔ العبد: محمد حسین بقلم خود۔ گواہ شد: شریف احمد واقف زندگی۔ گواہ شد: محمد ابراہیم احمدی

مدرس کوٹ رحمت خاں + نمبر ۱۰۰۳۵ :۔ منکہ مختار احمد ولد محمد اسمٰعیل خاں قوم راجپوت منہاس پیشہ ملازمت عمر ۴۵ سال بیعت ستمبر ۱۹۰۳ء ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۶/۳/۴۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ (۱) میری ماہوار آمد -/۲۸۱ روپے ہے اسکے علاوہ میری حسب ذیل جائیداد ہے (۲) مکان سکونتی واقع دار الفضل قادیان قیمتی آٹھ ہزار روپیہ (۳) ایک قطعہ زمین سفید یک کنال واقعہ دار الرحمت قیمتی دو ہزار روپیہ۔ (۴) ایک قطعہ زمین سفید ۱۶½ مرلہ واقع محلہ دار السعتہ قیمتی ایک ہزار روپیہ۔ (۵) اس کے علاوہ دس ہزار روپیہ محکمہ ریلوے میں میرا پراویڈنٹ فنڈ جمع ہے جسکی صحیح مقدار میرے ریٹائر ہونے پر معلوم ہوگی۔ اس وقت انشاء اللہ اطلاع کر دیجائیگی۔ میرے ریٹائر ہونے میں ایک سال کے قریب باقی رہگیا ہے۔ مذکورہ بالا جائیداد کی قیمت -/۲۱۰۰۰ روپیہ مع پراویڈنٹ فنڈ ہے اور آمدنی -/۲۸۱ روپے کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اس جائیداد کے علاوہ اگر میری وفات پر کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔

العبد :۔ چوہدری مختار احمد وارڈ کیپر کیرج سٹورز ڈپو مغلپورہ لاہور۔

گواہ شد :۔ محمد سعید اللہ منہاس دار السعتہ۔ گواہ شد :۔ قاضی عبد الرحمٰن معاون تحصیل نظارت علیا قادیان + نمبر ۱۰۰۳۸ :۔ منکہ محمد وارث ولد محمد شفیق صاحب قوم لون کشمیری پیشہ دکانداری عمر ۳۲ سال۔ پیدائشی احمدی ساکن چونڈہ باجوہ ڈاکخانہ خاص ضلع سیالکوٹ۔ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۷/۳/۴۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائیداد ایک مکان واقع پسرور ضلع سیالکوٹ مالیتی چار صد روپیہ اس کے علاوہ میری کوئی جائیداد نہیں میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو اس وقت بذریعہ دکان -/۴۰ روپیہ ہے۔ میں اس جائیداد اور آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد :۔ محمد وارث موصی۔ گواہ شد :۔ محمد عبد اللہ چونڈہ گواہ شد :۔ محمود احمد دیہاتی مبلغ حلقہ چونڈہ + نمبر ۱۰۰۳۹ :۔ منکہ محمودہ بیگم زوجہ بابو عبد الغنی صاحب قوم باٹھ عمر ۲۷ سال پیدائشی احمدی ساکن انبالہ شہر ڈاکخانہ خاص ضلع انبالہ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۴/۳/۴۷ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے کانٹے طلائی وزنی ایک تولہ۔ کلپ ۷ ماشہ۔ لونگ ونتھلی طلائی ۷ ماشہ۔ چوڑیاں نقرئی ۶ تولہ سیپین نقرئی ۱۵ تولہ۔ جسکی مجموعی قیمت -/۲۳۰ روپیہ اور نقد ساٹھ روپیہ اور مہر -/۵۰۰ روپیہ بذمہ خاوند

اس کے دسویں حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ میرے مرنے پر اگر میری کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو [illegible] یہ وصیت حاوی ہوگی۔ الامتہ:۔ محمودہ بیگم لاہوری دروازہ انبالہ شہر۔ گواہ شد:۔ [illegible] خاوند موصیہ۔ گواہ شد:۔ کرامت اللہ عرف ننھے خاں انبالہ شہر۔ نمبر ۱۰۰۴۰:۔ منکہ محمد بخش ولد شیخ کرم الٰہی صاحب قوم شیخ عمر ۸۰ سال بیعت جنوری ۱۹۰۴ء ساکن دارالفتوح قادیان۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴۴/۲/۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائیداد نہیں۔ میں اپنا گذارہ اپنے لڑکے عبدالرحیم سے حاصل کرتا ہوں جو ۱۵ روپیہ ماہوار ہے۔ میں اسکے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرے مرنے کے بعد جو جائیداد ثابت ہوگی اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ شیخ محمد بخش موصی۔ گواہ شد:۔ شیخ فضل دین حلقہ مسجد اقصیٰ۔ گواہ شد:۔ شیخ عبدالرحیم ولد شیخ محمد بخش تاجر [illegible] نمبر ۱۰۰۴۱:۔ منکہ نذیر بیگم زوجہ مولوی محمد علی صاحب صادق مولوی فاضل۔ قوم [illegible] عمر ۲۸ سال پیدائشی احمدی ساکن دارالفضل قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ [illegible] حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اس وقت میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ مہر ۱۵۰۰/- نقد ۳۱/- جو میرے سسرال نے دیئے تھے۔ ایک ہار نقرئی وزن ۱۷ تولہ جو مجھے والدین نے جہیز میں دیئے۔ مہر میں سے بتفصیل ذیل ۱۲۲/- روپے وصول کر چکی ہوں۔ نقد ۵/۸/- بصورت زیور ۱۱۶/۸/-۔ باقی مہر بذمہ خاوند۔ میں اپنی جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامتہ:۔ نذیر بیگم موصیہ۔ گواہ شد:۔ مولوی احمد علی صادق خاوند موصیہ موصی ۹۷۶۵۔ گواہ شد:۔ عبیداللہ خسر موصیہ۔ نمبر ۹۹۱۳:۔ منکہ رفیع الدین بٹ ولد مولوی خیرالدین صاحب قوم کشمیری پیشہ ملازمت عمر ۱/۲ ۱۸ سال پیدائشی احمدی ساکن نارووال ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴۴/۲/۱۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری کا جائیداد اس وقت کوئی نہیں سوائے ایک بائیسکل کے جو مبلغ ۷۵/- روپے۔ میری ماہوار آمد ۸۵/- روپے ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرے مرنے کے بعد جس قدر میری جائیداد ثابت ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد:۔ رفیع الدین بٹ موصی حال لوکل آڈٹ آفس اسے ایریا لاہور چھاؤنی۔ گواہ شد:۔ فضل دین بٹ آرڈیننس پیراشوٹ فیکٹری لاہور۔ گواہ شد:۔ سید اعجاز احمد انسپکٹر بیت المال۔ نمبر ۹۹۶۳:۔ مسعودہ بیگم بنت

عبدالمجید خانصاحب قوم افغان پیشہ زمیندارہ عمر ۱۷ سال پیدائشی احمدی ساکن ویرووال ضلع امرتسر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۷/۱/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں اسوقت میری کوئی جائیداد نہیں۔ میرے پاس محض یکصد روپیہ نقد موجود ہے۔ میں اسکے دسویں حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ میرے مرنے پر اسکے علاوہ اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ الامتہ:۔ مسعودہ بیگم موصیہ۔ گواہ شد:۔ عبدالمجید خاں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ریٹائرڈ کپورتھلہ نانا موصیہ۔ گواہ شد:۔ شاہزادہ احمد خاں برادر موصیہ ٭

نمبر ۹۷۸۳ :۔ منکہ غلام رسول میر ولد عبدالعزیز میر قوم میر پیشہ ملازمت عمر ۲ سال پیدائشی احمدی ساکن یاڑی پورہ ضلع اسلام آباد صوبہ کشمیر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۱/۳/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمد ۔/۲۰ روپے مع الاؤنس ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنیکے وقت جس قدر میری جائیداد ثابت ہو اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد:۔ غلام رسول میر۔ گواہ شد:۔ غلام محمد برادر موصی گواہ شد:۔ محمد سعید انسپکٹر بیت المال ٭

نمبر [illegible] :۔ منکہ زینب بی بی زوجہ نور محمد صاحب اختر قوم اعوان عمر ۱۸ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹/۷/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اس وقت میرے مہر کی پونے پانچ مرلہ زمین موضع فجو پورہ دھاریوال میں ہے۔ جس کی موجودہ قیمت ۔/۱۲۰ روپیہ ہے میں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اسکے علاوہ میرا زیور تھا جس کو فروخت کرکے ۔/۱۸۲ روپے امانت فنڈ میں جمع کرا دیئے ہیں۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اسوقت میری آمد تو کوئی نہیں تاہم ۸/ ماہوار ادا کرتی رہوں گی۔ اگر میرے مرنے پر میری کوئی جائیداد ثابت ہو تو یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ الامتہ:۔ زینب بی بی موصیہ۔ گواہ شد:۔ نور محمد اختر خاوند موصیہ۔ گواہ شد:۔ محمد شریف ٹیچر ٹی آئی ہائی سکول قادیان ٭

نمبر ۹۷۸۵ :۔ منکہ غلام محمد میر ولد عبدالعزیز میر قوم میر پیشہ زمینداری و تجارت عمر ۲۳ سال پیدائشی احمدی ساکن یاڑی پورہ ڈاکخانہ خاص ضلع اننت ناگ کشمیر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۹/۱/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت حسب ذیل جائیداد ہے۔ چار کنال زمین قیمتی ۔/۲۰۰ روپیہ مگر

اس میں ہم تین بھائی شریک ہیں۔ مَیں اپنے حصہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر اسکے بعد کوئی اور جائیداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ لیکن میرا گزارہ صرف اس جائیداد پر نہیں بلکہ ماہوار آمد پر ہے جو کہ اسوقت مبلغ -/۲۰۰ روپے ماہوار ہے۔ مَیں اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد:۔ غلام محمد میر۔ گواہ شد:۔ میر غلام رسول۔ گواہ شد:۔ محمد سعید انسپکٹر بیت المال +

نمبر ۹۸۶۵ لہ:۔ منکہ عبدالستار خاں ولد عالمگیر خاں صاحب قوم راجپوت پیشہ معماری عمر ۲۵ سال بیعت ۱۹۲۶ء ساکن سڑوعہ ضلع ہوشیارپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۲/۴/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ اراضی ملکیتی ۲ کنال ہے۔ اراضی مرہونہ مبلغ -/۶۵۰ روپے کی۔ مکان سکونتی خام کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میرے مرنیکے بعد اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ ماہوار آمد اندازاً ... روپے ہے اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ العبد:۔ عبدالستار خاں بقلم خود۔ گواہ شد:۔ عبدالحکیم خاں سڑوعہ۔ گواہ شد:۔ چوہدری چھجو خاں امیر جماعت احمدیہ سڑوعہ +

نمبر ۱۴۰۰۰ لہ:۔ منکہ جمال الدین مشہور جمعہ خاں ولد جمعہ گل صاحب مرحوم قوم افغان پیشہ زمینداری عمر ۲۸ سال پیدائشی احمدی ساکن درگئی خوست ڈاکخانہ سرائے نورنگ ضلع بنوں صوبہ سرحد۔ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۵/۴/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ میری جائیداد صرف بصورت زمین زرعی اور مکان رہائشی اور کچھ مال مویشی ہے جسکی قیمت پانچہزار روپیہ کابلی بنتی ہے مَیں اپنی اس جائیداد کے ۱/۸ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اسکے علاوہ میرے مرنے پر جو جائیداد بھی میری ثابت ہو اسکے بھی ۱/۸ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ نیز میری جو بھی آمد ہو اس کا ۱/۸ حصہ بصورت حصہ آمد تازیست بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان ادا کرتا رہونگا۔ العبد:۔ جمال الدین نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ صاحبزادہ عبدالسلام سرائے نورنگ۔ گواہ شد:۔ صاحبزادہ محمد طیب امیر جماعت احمدیہ سرائے نورنگ +

نمبر ۱۳۰۰۰ لہ:۔ منکہ جنت بی بی زوجہ میاں فضل کریم صاحب پراچہ قوم پراچہ عمر ۴۴ سال۔ بیعت ۱۹۲۵ء ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۷/۴/۴۶ حسب ذیل وصیت

کرتی ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے اسکے ۱/۳ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ بقایا حق مہر ذمہ خاوند -/۷۰۰ (۲) مکان ۲۵ مرلہ دو منزلہ واقع محلہ پراچیاں بھیرہ قیمتی -/۶۰۰۰ (۳) زیورات طلائی ۲ تولہ قیمتی -/۲۰۰ روپیہ۔ اگر اس کے بعد کوئی جائیداد اور پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی الامۃ:۔ جنت بی بی نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ فضل کریم وکیل پراچہ قادیان خاوند موصیہ۔ گواہ شد:۔ عبد الرشید ولد میاں احمد گل قادیان۔

نمبر ۱۰۰۰۲ :۔ منکہ بشیراں بی بی زوجہ غلام محمد صاحب قوم کھوکھر عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن لائلپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۴۷/۱/۱۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ حق مہر -/۳۰۰۔ -/۲۰۰ روپے زیورات کے ملا جو نقد موجود ہے۔ کل -/۵۰۰ روپے کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ الامۃ:۔ بشیراں بی بی موصیہ نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ امیر الدین والد موصیہ۔ گواہ شد:۔ علی محمد اصحابی وموصی انسپکٹر وصایا۔

نمبر ۱۰۰۰۱ :۔ منکہ بشارت احمد ولد خوشی محمد صاحب قوم احمدی پیشہ ملازمت عمر ۲۷ سال پیدائشی احمدی ساکن دارالسعۃ قادیان بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۴۷/۱/۲۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میرے پاس اس وقت آٹھ مرلے زمین واقع دارالسعۃ قیمتی -/۶۱۶ روپے ہے۔ اور میں ملٹری میں ملازم ہوں۔ مبلغ -/۸۲ روپے ماہوار تنخواہ ہے۔ ان ہر دو کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر اس کے بعد کوئی جائیداد پیدا کروں یا میرے مرنے پر ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد:۔ بشارت احمد موصی بقلم خود۔ گواہ شد:۔ محمد حسین نخین واقف زندگی گواہ شد:۔ عطاء محمد صدر دارالبرکات شرقی۔

نمبر ۹۹۹۸ :۔ منکہ اقبال احمد خاں ولد میاں غلام محمد بھیک خاں صاحب۔ قوم راجپوت پیشہ واقف زندگی۔ عمر ۲۱ سال بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۴۷/۱/۱۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری کوئی جائیداد نہیں میں نے اپنی زندگی وقف کی ہوئی ہے۔ مجھے تحریک جدید سے مبلغ -/۶۵ روپے ماہوار ملتے ہیں۔ میں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میرے مرنے پر جو جائیداد ثابت ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد:۔ اقبال احمد خاں فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ قادیان۔ گواہ شد:۔ بشارت احمد واقف زندگی فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ۔ گواہ شد:۔ عبد الاحد فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

نمبر ۹۹۹۵ :۔ منکہ احمد الدین ولد عید ا قوم احمدی پیشہ تجارت عمر ۴۰ سال پیدائشی
احمدی ساکن دار البرکات قادیان ۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۱ ۔ ۴ ۔ ۴۴
حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔ میری موجودہ جائیداد مکان قیمتی اندازاً پانچہزار ہوگی ۔ اسکے
۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں ۔ ماہوار آمدنی ۵۰/- روپے ہے ۔ اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت
کرتا ہوں ۔ اگر کوئی اور جائیداد میری وفات پر ثابت ہو تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن
احمدیہ قادیان ہوگی ۔ العبد :۔ احمد الدین سائیکل مرچنٹ قادیان ۔ گواہ شد :۔ عید ا والد موصی
گواہ شد :۔ علی محمد اصحابی دموسی انسپکٹر وصایا ۔ **نمبر ۹۹۹۶** :۔ منکہ اعجاز نصر اللہ
ولد چوہدری اسد اللہ خاں صاحب قوم ساہی جٹ ۔ پیشہ طالب علمی عمر ۲۰ سال
پیدائشی احمدی ساکن لاہور حال قادیان ۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ
آج بتاریخ ۳۱ ۔ ۳ ۔ ۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔ میں واقفِ زندگی ہوں تحریک جدید
کے ماتحت تعلیم حاصل کر رہا ہوں ۔ میرے والد صاحب زندہ ہیں ۔ میری جائیداد
کوئی نہیں سوائے اس کے کہ والد صاحب کی طرف سے مبلغ للعہ روپے ماہوار
جیب خرچ ملتے ہیں اور ۳۰/- روپے الاؤنس تحریک جدید سے ملتے ہیں ۔ میں
اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں ۔ میرے مرنے کے بعد جو میری جائیداد
ثابت ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی ۔ العبد :۔ اعجاز نصر اللہ موصی ۔ گواہ شد :۔
بشیر احمد امیر جماعت احمدیہ لاہور ۔ گواہ شد :۔ عزیز احمد بیت الظفر قادیان ۔
نمبر ۹۹۹۷ :۔ منکہ امۃ الحفیظ بنت چوہدری اسد اللہ خاں صاحب قوم ساہی جٹ
پیشہ طالب علمی عمر ۱۸ سال پیدائشی احمدی ساکن لاہور حال قادیان بقائمی ہوش و حواس
بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۰ ۔ ۳ ۔ ۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں ۔ میں اس وقت طالبہ علم
جامعہ نصرت میں تعلیم حاصل کر رہی ہوں ۔ میری جائیداد سوائے میری بالیوں کے
جو نصف تولہ طلائی ہیں اور کچھ نہیں ۔ ہاں میرے والد صاحب کی طرف سے مجھ کو للعہ
روپے ماہوار جیب خرچ ملتے ہیں ۔ میں ان دونوں کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں ۔
میرے مرنے کے بعد جو جائیداد اور میری ثابت ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی ۔ ال
الامۃ :۔ امۃ الحفیظ موصیہ ۔ گواہ شد :۔ عزیز احمد بیت الظفر ۔ گواہ شد :۔ اعجاز نصر اللہ خاں
برادر موصیہ ۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

ماھنامہ

ریویو آف ریلیجنز (اردو)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

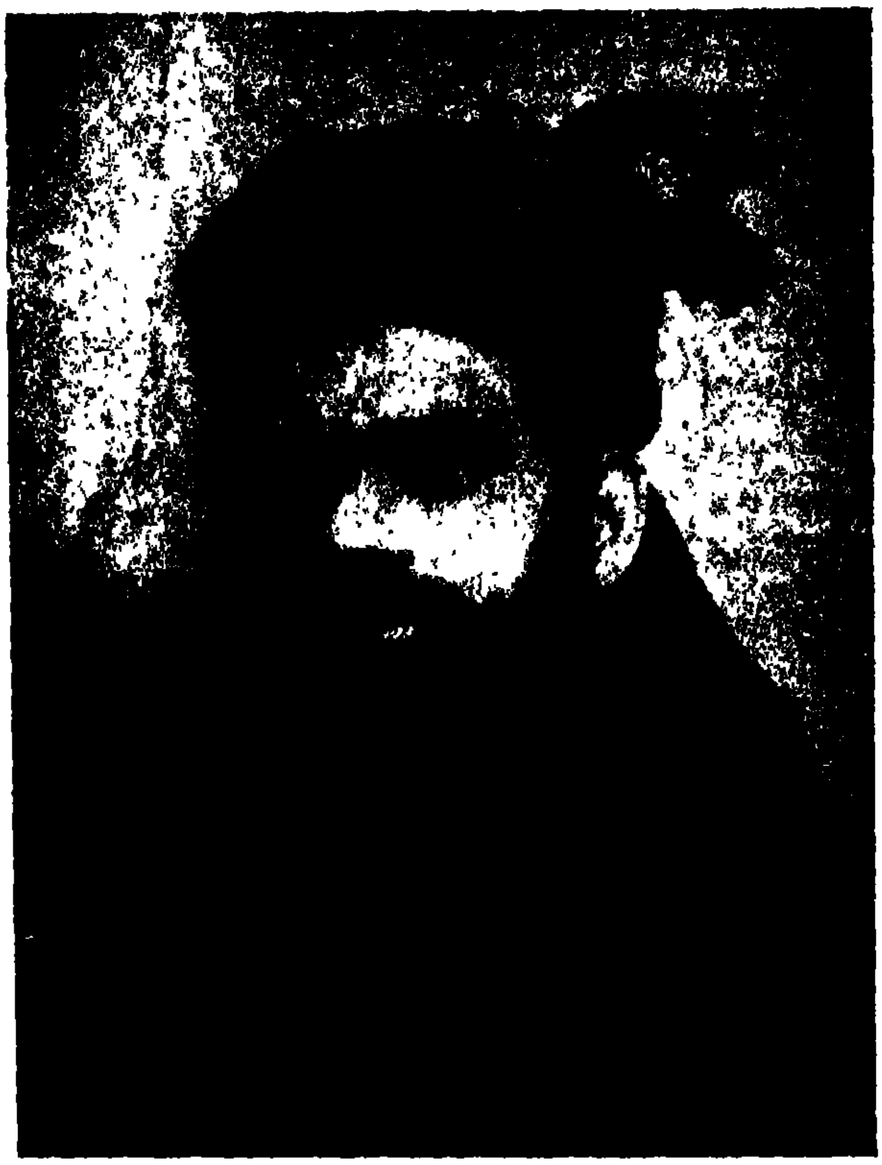
جلد ۴۶ | ماہ صفر ۱۳۶۶ھ مطابق ماہ جنوری ۱۹۴۷ء | عدد ۱

فہرست مضامین!

یورپ میں تبلیغ اسلام

(از جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس سابق امام مسجد لنڈن)

گزشتہ عیسوی صدی کا آخری نصف مسلمانان ہندوستان کے لئے نہایت تاریک و تار تھا۔ سیاسی قوت بالکل ٹوٹ چکی تھی۔ حکومت غیروں کے ہاتھ میں چلی گئی تھی۔ اور اس کیساتھ ہی کئی نئی مذہبی تحریکیں زوروں پر تھیں جن کا مقصد اعظم اسلام کو نیچا دکھانا تھا۔ ایک طرف آریہ سماجی قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر بے دھڑک اعتراضات کر رہے تھے۔ دوسری طرف برہمو سماج کا زور ہو رہا تھا۔ تیسری طرف عیسائیوں نے جا بجا تبلیغی مشن قائم کر رکھے تھے۔ اور اُن کے منّاد شہروں، قصبوں اور دیہات کے گلی کوچوں میں گشت لگا رہے تھے اور عیسائیت کی تبلیغ پُورے زور سے کر رہے تھے۔ اُن کی تمام تگ و دو بھی اسلام کو مٹانے کے لئے تھی۔ غرضیکہ اِس دَور میں ہر تیر انداز کا نشانہ اسلام کا سینہ تھا۔ ہر طرف سے اس پر بارش کی طرح تیر پڑ رہے تھے لیکن مسلمانوں کی حالت اِس درجہ ناگفتہ بہ تھی کہ وہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے تھے کہ فرزندانِ اسلام کو مُرتد بنایا جا رہا ہے، اور ہر روز اُن کے اعضاء کو کاٹ کاٹ کر اُن سے علیحدہ کیا جا رہا ہے، لیکن وہ بے بسی کی حالت میں کچھ نہ کر سکتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید پر ہزاروں اعتراضات اور طعن و تشنیع سُن کر وہ دل مسوس کر رہ جاتے تھے، مگر کچھ کرنے کی ہمت نہ پاتے تھے۔ اکثر تو اِس صورتِ حال سے لاپرواہ تھے، مگر جو تھوڑا بہت درد اسلام کے لئے رکھتے تھے، وہ بھی مخالفینِ اسلام کا کما حقہٗ مقابلہ کرنے کے اہل نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائیت کو بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی، اور



مولانا جلال الدین صاحب شمس
سابق امام مسجد لنڈن، جو دس سال انگلستان میں
فرائض تبلیغ اسلام ادا کر کے واپس تشریف لائے ہیں

لاکھوں انسان اس کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ حتیٰ کہ ایک گروہ مسلمان علماء کا بھی پادریوں کے جال میں آگیا۔ جنہوں نے اسلام کے خلاف ایسا زہریلا لٹریچر تیار کیا جس کی نظیر پہلے زمانوں میں تلاش کرنا بے سود ہے۔ مسلمان عیسائیت سے اس قدر مرعوب ہو گئے تھے کہ ان کے لیڈر بھی یہ خیال کرنے لگے تھے کہ ہمارے اسلام کے دن گذر گئے اور اب اس کا دوبارہ پنپنا محال ہے۔

اس زمانہ کی حالت کا نقشہ اس شخص نے جس کا دل اسلام کے ان مصائب کو دیکھ کر خون ہو رہا تھا یوں کھینچا ہے ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید ✿ دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

مردمِ ذی مقدرت مشغولِ عشرتہائے خویش ✿ خرّم و خنداں نشستہ بابُتانِ نازنین

یعنی کفر یزید کی فوجوں کی مانند ہر طرف جوش و خروش میں ہے، اور دین زین العابدین کی طرح بیمار و بیکس پڑا ہے۔

وہ مسلمان جنہیں خدا تعالےٰ نے ظاہری مقدرت بخشی ہے وہ اپنے عیش و عشرت میں مشغول ہیں اور اپنی خوبصورت عورتوں اور بچوں کے ساتھ اپنے گھروں میں خوش و خرم بیٹھے ہیں۔ اور دین جو مصائب میں گھرا ہوا ہے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔

پھر ان علماء کے متعلق جن کا کام دین کی حفاظت اور لوگوں کو دین کی تلقین کرنا ہوتی ہے فرماتے ہیں ؎

عالماں را روز و شب باہم فساد از جوشِ نفس ✿ زاہداں غافل سراسر از ضرورتہائے دیں

ہر کسے از بہرِ نفسِ دونِ خود طرفے گرفت ✿ طرفِ دیں خالی شد و ہر دشمنے جست از کمیں

ایں دو فکرِ دینِ احمدؐ مغزِ جانِ ما گداخت ✿ کثرتِ اعدائے ملت قلتِ انصارِ دیں

اے خدا زود آ و برما آبِ نصرت ہا ببار ✿ یا مرا بردار یارب زیں مقامِ آتشیں

یعنی علماء بجائے دشمن اسلام کا مقابلہ کرنے کے نفسانی جوش سے دن رات آپس میں لڑ جھگڑ رہے ہیں۔ اور جو اپنے آپ کو زاہد کہلانے والے ہیں وہ دین کی ضروریات سے بالکل غافل و

لاپرواہ ہیں۔ انہیں یہ علم ہی نہیں کہ اِس وقت اسلام کی حفاظت کے لئے کن چیزوں کی ضرورت ہے۔ وہ اپنے گھروں یا خانقاہوں میں گوشہ نشین ہیں اور اسلام کو نرغۂ اعداء سے بچانے کیلئے جن تدابیر کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے اُن سے وہ قطعاً نابلد ہیں۔

غرضیکہ ہر شخص اپنے نفسِ دُوں کی خاطر اور اس کی حمایت میں لگا ہؤا ہے۔ اور دین کی طرف بالکل خالی پڑی ہے۔ اور ہر دشمن گھات سے نکل کر اس پر حملہ آور ہے۔

دینِ احمدؐ کے متعلق اِن دو فکروں نے میری جان کے مغز کو پگھلا دیا ہے۔ کہ دین کے دشمن تو بہت ہیں لیکن انصار بہت ہی کم ہیں۔

اے خدا تُو ہماری نصرت کو جلد آ اور اپنی رحمتوں کی بارش برسا۔ ورنہ اے میرے رب تُو مجھے اِس آتشیں مقام سے اُٹھا لے۔

اللہ تعالےٰ نے اِس دردمند دل کی دُعاؤں کو سُنا اور اُسے کہا کہ ہم نے تیری تضرعات کو سُنا اور اس درد کو دیکھا جو تیرے دل کی گہرائیوں میں اسلام کے لئے پایا جاتا ہے۔ سو ہم تجھے اِس زمانہ کے لئے نشان بنانا چاہتے ہیں۔ تُو خدمتِ اسلام پر کمربستہ ہو جا اور اس کی ڈوبتی ناؤ کا ہمارے حکم سے ناخدا بن۔ ہم تجھے رُوحانی بیماروں کا مسیحا بناتے ہیں اور گمراہوں کا مہدی۔ ہم تیری ہر رنگ میں مدد کریں گے۔ اور تُو دیکھیگا کہ آخرکار اسلام کی یہ ڈگمگاتی ناؤ مصائب کے بھنور سے نکل کر کنارے پر جا لگیگی۔ آپؑ نے خدا تعالےٰ سے یہ حکم پاکر اسلام کی خدمت کے لئے کمر کس لی۔ اور اعدائے اسلام کے مقابلہ میں ایک بہادر جرنیل کی طرح کھڑے ہو گئے۔ اور اس ہمت اور جرأت، شجاعت اور استقامت سے دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کیا کہ اُن کے چھکے چھوٹ گئے، اور وہ میدان سے بھاگ نکلے۔ آپؑ ایک فاتح کی حیثیت سے فرماتے ہیں ؎

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند ٭ ہر مخالف کو مقابل پہ بُلایا ہم نے

نیز فرماتے ہیں :-

"کیا روئے زمین میں مشرق سے لے کر مغرب کی انتہا تک کوئی پادری ہے جو خدائی نشان میرے مقابل پر دکھلا سکے۔ ہم نے میدان فتح کر لیا ہے کسی کی مجال نہیں جو ہمارے مقابل پر آ وے۔" (حقیقۃ الوحی ص۳۲۳)

وہی عیسائی جو پہلے اسلام کو اپنا شکار سمجھے بیٹھے تھے ایسے خوفزدہ ہوئے کہ انہیں خفیہ طور پر اپنے مشنوں کو یہ ہدایات جاری کرنی پڑیں کہ احمدیوں سے مباحثات نہ کئے جائیں۔

اُس زمانہ کے وہ مسلمان اہلِ قلم جنہوں نے اسلام کی تائید میں قلم اُٹھایا اُن کا رویہ بھی جارحانہ اور تحدیانہ نہ تھا۔ بلکہ اِس قسم کا تھا جیسے کوئی کمزور کسی طاقتور کے سامنے اپنی صفائی کے لئے عُذر پیش کرتا ہے۔ پھر سر سید احمد صاحب، مولوی چراغ علی صاحب اور سید امیر علی صاحب وغیرہ اہلِ قلم نے فلسفہ مغرب سے متاثر ہو کر اسلام کے بعض مسائل کو ایسے رنگ میں پیش کیا، جو قرآنی تعلیم کے صریح مخالف تھا۔ مثلاً سر سید مرحوم نے لکھا، کہ فرشتے کوئی علیحدہ ہستیاں نہیں، اور یہ کہ انبیاء پر کلامِ الٰہی لفظوں میں نازل نہیں ہوتا تھا۔ اور یورپ میں تبلیغِ اسلام کا خیال تو اُن کے دل و دماغ سے کوسوں دُور تھا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانیٔ جماعت احمدیہ نے حقیقی اسلام کو جسے محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے تھے، نہایت نڈر ہو کر دُنیا کے سامنے پیش کیا، اور اس کی صداقت کو الم نشرح کیا۔ اور یورپ میں تبلیغِ اسلام کے لئے داغ بیل ڈال دی۔

یورپ میں تبلیغِ اسلام کی ابتداء

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے اپنی زندگی میں لکھوکھا پمفلٹ یورپ اور امریکہ میں بھجوائے۔ اور ان مُلکوں میں آپ کے دعویٰ کے متعلق مضامین بھی شائع ہوئے۔ ایک دفعہ آپ کی زندگی میں ایک انگریز مسٹر ڈکنسن نامی قادیان آئے اور آپ سے گفتگو کی۔ جب وہ واپس جانے لگے، تو حضور اقدس بھی انہیں رُخصت کرنے کے لئے ساتھ چل پڑے، اور مترجم کے ذریعہ اپنے دعویٰ اور اسلام کے متعلق گفتگو فرماتے گئے، یہاں تک کہ نہر کا پُل آگیا، جو قادیان سے

تقریباً اڑھائی تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہ انگریز آپ کی اس ہمت اور صدق و استقامت اور جوشِ تبلیغ کو دیکھ کر بہت متاثر ہؤا۔ یہ صرف ایک ہی موقعہ نہ تھا، بلکہ اور بھی کئی مواقع پر حضور کی خدمت میں یورپین لوگ آتے رہے اور آپ اسلام کی پاکیزہ تعلیم اُن کے سامنے پیش کرتے رہے۔

ملکہ وکٹوریہ کو براہِ راست ایک خط کے ذریعہ دعوتِ اسلام دینے کے علاوہ آپ نے یورپ اور امریکہ میں تبلیغِ اسلام کی غرض سے ۱۹۰۲ء میں ماہوار انگریزی رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" جاری کیا۔ مزید برآں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنی پیشگوئیوں کے ذریعہ تبلیغِ اسلام کے ایک تاریک و تار مستقبل کو ایک روشن مستقبل میں تبدیل کر دیا۔ آپ نے فرمایا:۔

"طلوعِ شمس کا جو مغرب کی طرف سے ہوگا، ہم اس پر بہرحال ایمان لاتے ہیں لیکن اِس عاجز پر جو ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا، وہ یہ ہے کہ مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنے رکھتا ہے، کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں، آفتابِ صداقت سے منور کئے جائیں گے، اور اُن کو اسلام سے حصّہ ملے گا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۵)

پھر اپنے ایک رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"مَیں نے دیکھا کہ مَیں شہر لنڈن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں۔ اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلّل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے مَیں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اُن کے رنگ سفید تھے۔ اور شاید تیتر کے جسم کے موافق اُن کا جسم ہوگا۔

سو مَیں نے اِس کی یہ تعبیر کی، کہ اگرچہ مَیں نہیں، مگر میری تحریریں اُن لوگوں میں پھیلینگی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۶)

نیز آپ نے فرمایا:۔

"وہ دن نزدیک آتے ہیں، کہ سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھیگا، اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگیگا۔" (تذکرہ صفحہ ۲۸۵)

اسی طرح جب حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے حضرت اقدس علیہ السلام کو لندن کے جھوٹے مسیح پگٹ کے دو نوٹس (جو اس نے مفتی صاحب موصوف کو ان کے خط کے جواب میں بھیجے تھے) پڑھ کر سنائے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

"معقول باتوں کی قدر ہوتی ہے، اور وہ رہ جاتی ہیں لیکن جاہلانہ باتوں کی رونق دو تین سطروں میں جاتی رہتی ہے۔ جھوٹے نبیوں اور مسیحوں کا قدم پہلے لندن میں رکھا گیا اور سچے مسیح کی آواز اس کے بعد لندن میں پہنچیگی۔" (الحکم ۷ نومبر ۱۹۰۲ء)

لندن میں تبلیغی مشن کا قیام

مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے، کہ آپ کا دل اس یقین سے پر تھا کہ آخر اسلام کی فتح ہوگی، اور عیسائیت مغلوب ہوگی۔ آپ کو یورپ میں تبلیغی مشن کھولنے کا بہت شوق تھا۔ اور اس امر کا آپ نے ایک دفعہ ارادہ بھی ظاہر فرمایا۔ چنانچہ میاں سر فضل حسین مرحوم جب ۱۹۲۷ء میں لندن گئے، اور جماعت احمدیہ لندن نے ۲۴ راگست ۱۹۲۷ء کو ان کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا، تو آپ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:۔

"مغرب میں تبلیغِ اسلام کا خیال بانیٔ جماعت احمدیہ کا پیدا کردہ ہے۔ تیس سال کا عرصہ ہوا جب آپ نے خواجہ کمال الدین صاحب سے بالواسطہ دریافت فرمایا کہ کیا وہ یورپ میں تبلیغ اسلام کے لئے جا سکتے ہیں؟ لیکن انہوں نے قانونی پریکٹس شروع کر دی۔ اور اس وقت اسلام کی اشاعت کے لئے اپنے کو وقف نہ کر سکے۔"

(انگریزی "ریویو آف ریلیجنز" ماہ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

لیکن یہی شخص جو اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش کو پورا نہ کر سکا، آخر کار

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک مقدمہ کے سلسلہ میں لندن گیا، اور پھر تبلیغ اسلام کے لئے وہیں رہ پڑا۔ اور تبلیغ کا کام شروع کیا لیکن تھوڑی مدت کے بعد اس خیال سے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کو پیش کیا گیا تو دوسرے مسلمانوں کی امداد سے محروم ہو جائیگا اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کو پیش کرنا چھوڑ دیا، جنہیں خدا تعالےٰ نے اس زمانہ میں اشاعت اسلام کے لئے بھیجا تھا، اور اس کے اور اس کے متبعین سے احیاءِ اسلام کو وابستہ کر دیا تھا۔ ۱۹۱۴ء میں جب حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ وفات پا گئے اور جماعت نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو خلیفہ منتخب کر لیا، تو خواجہ کمال الدین صاحب غیر مبایعین کے ساتھ مل گئے اسلئے جماعت احمدیہ قادیان نے اپنا مشن اُن سے علیحدہ کر لیا۔

ایک نیا دور ۱۹۲۴ء میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ایک مذہبی کانفرنس میں شمولیت کے لئے لندن تشریف لے گئے وہاں آپ نے اسلام کی خوبیوں پر ایک لیکچر دیا، جو بعد میں کتابی شکل میں زیر عنوان "احمدیت یعنی حقیقی اسلام" اُردو زبان میں اور زیرِ عنوان Ahmadiyyat or The true Islam انگریزی زبان میں شائع ہوا۔ اِس کتاب میں آپ نے زندگی کے مختلف شعبوں کے متعلق اسلامی تعلیم کو نہایت احسن اور دلکش پیرایہ میں بیان کیا ہے جس سے انگریزوں کا پڑھا لکھا طبقہ بے حد متاثر ہوا، اور اُنہیں اسلام کے متعلق مزید تحقیق کا شوق پیدا ہوا۔

اثناءِ قیامِ لندن میں حضور نے احمدیہ مسجد فضل لندن کا سنگ بُنیاد رکھا۔ لندن پریس نے آپ کے قیامِ لندن اور مسجد کے سنگِ بُنیاد رکھنے کی تقریب سے بہت دلچسپی کا اظہار کیا اور سلسلہ کے متعلق متعدد مضامین شائع کئے۔ یہ مسجد ۱۹۲۶ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اور اس کا افتتاح اکتوبر ۱۹۲۶ء میں ہوا۔ لندن جیسے شہر میں جو عیسائیت کا مرکز ہے احمدیہ مسجد کا بننا کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے عیسائیوں کے قلوب میں بے چینی پیدا نہ ہوتی۔ چنانچہ

دی پیٹیسٹ ٹائمز نے مسجد کے افتتاح پر لکھا:-

"The coming of the mosque may be regarded as a challenge. The west has been trying to convert the East and unhappily has not maintained its strength at home. Now the East is looking to the West, and the muslims' call to prayer will be heard in this land."

یعنی اس مسجد کی عمارت کو ہمیں ایک چیلنج سمجھنا چاہیئے۔ مغرب مشرق کو عیسائی بنانے کی کوشش کرتا رہا ہے لیکن بدقسمتی سے خود اپنے گھر میں اپنی طاقت کو قائم نہیں رکھ سکا۔ اب مشرق مغرب کی طرف توجہ کر رہا ہے اور نماز کے لئے مسلمانوں کی اذان یہاں سُنائی دیگی۔

مسجد کا لنڈن کے قلب میں دکھائی دینا پادریوں کے لئے ایک پریشان کُن چیز تھی بہرحال اس وقت سے تبلیغی کام پہلے سے زیادہ مؤثر رنگ میں شروع ہوا۔

۱۹۳۶ء میں مجھے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے لنڈن بھیجا۔ پہلے دو سال میں وہاں بطور نائب امام مسجد لنڈن کام کرتا رہا۔ ۱۹۳۸ء میں میں نے مشن اور مسجد کا چارج لیا، اور اگست ۱۹۴۶ء تک بطور امام مسجد کام کرتا رہا۔ اب میں مختصر طور پر لنڈن مشن کے طریق کار کے متعلق لکھتا ہوں۔

ہمارے وسائل تبلیغ اِس مشن کا مقصدِ اعظم مخالفین اسلام کے اعتراضات و شبہات کا ازالہ اور اسلام کو اس کے اصلی رنگ میں پیش کرنا ہے۔ اِس غرض کے لئے ہر ممکن ذریعہ اختیار کیا جاتا ہے۔ اور ان ذرائع کو دو بڑے عنوانوں کے ماتحت لایا جا سکتا ہے، یعنی ایک تقریری اور دوسرا تحریری۔

دار التبلیغ میں لیکچر نو مسلموں کے معلومات میں اضافہ اور غیر مسلموں کو تبلیغ کرنے کے لئے دار التبلیغ لنڈن میں حسبِ حالات ہفتہ واری یا پندرہ روزہ جلسے کئے جاتے ہیں جن میں عام طور پر اسلامی مسائل پر لیکچر دیئے جاتے ہیں "اسلام کے تمدنی قوانین"۔ "سوانح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تعلیم"۔ "اسلام اور سائنس"۔ "ملائکہ کی ہستی کا ثبوت"۔ "اسلام اور عیسائیت" اور "کامل الہامی کتاب" وغیرہ موضوعوں پر لیکچر ہوتے ہیں۔ لیکچروں کے اختتام پر سوالات کا موقع دیا جاتا ہے۔ بعض وقت سیرۃ النبیؐ کا جلسہ کیا جاتا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے اور یورپین مؤلفین کی بعض نکتہ چینیوں کا جواب دیا جاتا ہے۔ اس تقریب پر پادریوں سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح پر تقریریں کرائی جاتی ہیں۔

کانفرنسیں بعض اوقات دار التبلیغ میں مذہبی کانفرنسیں منعقد کی جاتی ہیں مثلاً ۱۹۳۹ء میں ایک مذہبی کانفرنس بلائی گئی جس میں تقریبًا دو سو انگریز مرد عورتیں شامل ہوئے میرے علاوہ ایک پادری اور ایک یہودی عالم نے اپنی اپنی مقدس کتابوں کی رو سے اس موضوع پر لیکچر دیا کہ دنیا میں امن کیسے قائم ہو سکتا ہے۔ اور لنڈن پریس نے اس میں خوب دلچسپی لی۔

سکولوں اور کلبوں میں لیکچر کبھی کبھی سکولوں اور کلبوں اور سوسائیٹیوں کی طرف سے اسلام پر لیکچر دینے کے لئے دعوتیں موصول ہوتی ہیں تو وہاں اسلامی تعلیم کی خوبیاں بیان کرنیکا موقع مل جاتا ہے۔ اور لیکچر کے بعد سوالات کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔ اور ان کے شبہات کا ازالہ کیا جاتا ہے۔

لنڈن میں ایک موومنٹ ہے جس کے ماتحت بیسیوں بالغ مرد اور عورتوں کی کلاسز ہیں جن کے لئے خاص نصاب مقرر ہوتا ہے۔ ۱۹۳۹ء میں ان کے لئے جو کتاب بطور کورس مقرر ہوئی تھی اس میں اسلام پر بھی ایک سبق تھا جس کے متعلق بعض سکولوں کے

منتظمین نے چاہا کہ وہ اسلام کے موضوع پر مجھ سے بھی کچھ سُنیں۔ چنانچہ اِس ضمن میں مجھے تیس سے زائد سکولوں میں بولنے کا موقع ملا۔ مثال کے طور پر ماہ فروری ۱۹۳۹ء کا ذکر کرتا ہوں۔ ۵۔ فروری کو [illegible] اڈلٹ سکول میں لیکچر دیا۔ ۸۔ فروری کو بلومسبری اڈلٹ سکول میں ۱۳۔ فروری کو [illegible] اڈلٹ سکول میں ۱۴۔ فروری کو وڈمن اڈلٹ سکول میں ۱۵۔ فروری کو [illegible] اڈلٹ سکول میں ۱۶۔ فروری کو [illegible] اڈلٹ سکول میں ۱۷۔ فروری کو گرین فورڈ اڈلٹ سکول میں ۲۲۔ فروری کو کرائیڈن اڈلٹ سکول میں اور ۲۳۔ فروری کو ہونسلو [illegible] اڈلٹ سکول میں لیکچر دیئے۔ اسی طرح [illegible] اڈلٹ سکول، فنچلی اڈلٹ سکول، [illegible] اڈلٹ سکول اور دیگر سکولوں میں بھی لیکچر دیئے گئے اور تمام سکولوں کی لائبریریوں کے لئے ایک ایک سیٹ تبلیغی کتب کا دیا گیا۔ اُن کے کورس میں اسلام کے متعلق جو سبق درج تھا اس میں اسلام کے متعلق جو غلط بیانیاں کی گئی تھیں وہ اُن پر واضح کی گئیں۔ بطور نمونہ میں ایک غلط بیانی کا ذکر کرتا ہوں۔ اس میں لکھا تھا:۔

"To say, God loves sounds blasphemous to a Muslim." یعنی یہ کہنا کہ خدا محبت کرتا ہے ایک مسلمان کو کفریہ کلمہ سا معلوم ہوتا ہے۔ میں نے کہا، اسلام کے متعلق یورپین مؤلفین جیسی بے ثبوت اور بے بنیاد باتیں لکھتے ہیں یہ اس کا ایک نمونہ ہے۔ جس نے یہ سبق لکھا ہے مجھے یقین ہے کہ اس نے قرآن مجید کو جو اسلام کا اصل الاصول ہے کبھی نہیں پڑھا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ؕ	اے رسول! تو لوگوں سے کہہ دے کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیگا جیسا کہ اس نے مجھ سے محبت کی ہے۔

پھر فرمایا:۔

فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ	اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لے آئیگا جس سے وہ محبت کریگا

وَيُحِبُّوْنَهٗ	اور وہ اُس سے محبت کریں گے۔

اسی طرح فرمایا :۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ	اللہ تعالےٰ اُن لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اُس کے راستے میں دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔

نیز فرمایا :۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ	مومن خدا سے ایسی محبت رکھتے ہیں کہ جس سے زیادہ متصور نہیں۔

پس قرآن مجید میں خدا اور اس کے بندوں کے تعلق کو محبت کا تعلق بتایا گیا ہے۔ جب یہ آیتیں قرآن مجید سے اُنہیں دکھائی جاتیں تو اُن پر مصنف کی جہالت آشکارا ہوجاتی۔

عورت کا اسلام میں درجہ

پھر ایک اور سوال جو ہر جگہ دریافت کیا گیا، وہ یہ تھا کہ کیا یہ درست ہے کہ اسلام کی تعلیم کی رو سے عورتیں جنت میں نہ جائیں گی اور یہ کہ ان میں رُوح نہیں ہے ؟ میں نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ہر میٹنگ میں یہ واضح کیا، کہ جس قدر حقوق اسلام نے عورت کو دیئے ہیں، اتنے کسی اَور مذہب نے اسے نہیں دیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں صدی عیسوی میں جبکہ ہر ملک میں عورت کو ذلیل و حقیر خیال کیا جاتا تھا، یہ آواز بلند کی :۔

اَلنِّسَآءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ	عورتیں مردوں کی ہم پلہ اور ہم جوڑ ہیں۔

اور قرآن مجید میں مَردوں اور عورتوں دونوں کا ذکر پہلو بہ پہلو کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ.... اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا	یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں .... ان سب کے لئے اللہ تعالےٰ نے مغفرت اور اجر

عَظِيْمًا ۝ (احزاب ع۵)	عظیم تیار کیا ہے۔

نیز فرمایا:۔

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (المؤمن)	اور جو شخص نیک کام کرے مرد ہو یا عورت درآنحالیکہ وہ مومن ہے وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ اور اس میں بغیر حساب رزق دیئے جائیں گے۔

نیز فرمایا:۔

هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ۝ (یٰسین)	وہ اور اُن کی بیویاں جنت میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے۔

لیکن برخلاف اس کے نئے عہد نامہ میں یہ لکھا ہے۔ پولوس کہتا ہے:۔

"البتہ مرد کو اپنا سر ڈھانکنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ خدا کی صورت اور اُس کا جلال ہے۔ مگر عورت مرد کا جلال ہے۔ اس لئے کہ مرد عورت سے نہیں بلکہ عورت مرد سے ہے۔ اور مرد عورت کے لئے نہیں بلکہ عورت مرد کے لئے پیدا ہوئی"۔ (اکرنتھیوں ۱۱/۷-۹)

اس سے ظاہر ہے کہ عورت کو مرد سے بہت نیچا اور ذلیل سمجھا گیا ہے۔ اور جیسے اور چیزیں مرد کے لئے اس جہان میں پیدا کی گئی ہیں ویسے ہی عورت بھی اس کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

پھر لکھا ہے:۔

"عورتیں کلیسیا کے مجمع میں خاموش رہیں۔ کیونکہ اُنہیں بولنے کا حکم نہیں، بلکہ تابع رہیں، جیسا تورات میں بھی لکھا ہے۔ اور اگر کچھ سیکھنا چاہیں تو گھر میں اپنے اپنے شوہر سے پوچھیں۔ کیونکہ عورت کا کلیسیا کے مجمع میں بولنا شرم کی بات ہے۔۔۔۔ یہ جو باتیں مَیں تمہیں لکھتا ہوں وہ خداوند کے حکم ہیں۔ اور اگر کوئی نہ جانے تو نہ جانے"۔ (اکرنتھیوں ۱۴/۳۴)

لیکن اس کے مقابلے میں اسلام میں ہم دیکھتے ہیں کہ عورتیں مسجد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کیا کرتیں اور آپ جواب دیتے۔ اور حضورؐ نے اپنی بیوی حضرت عائشہؓ کے متعلق صحابہؓ کو فرمایا، کہ تم نصف دین ان سے سیکھو۔ چنانچہ بڑے بڑے صحابہؓ مشکل اور پیچیدہ مسائل میں آپؓ سے فتویٰ پوچھا کرتے تھے لیکن عیسائیت عورت کو سکھانے کی اجازت دینا تو کجا وہ تو سوال پوچھنے کی بھی اجازت نہیں دیتی۔ مگر باوجود اس کے یورپین مؤلفین کا یہ لکھنا کس قدر ظلم اور خلافِ واقعہ ہے کہ اسلام عورتوں میں نہ روح کا قائل ہے اور نہ اُن کے جنت میں جانے کا۔

اسی طرح میں نے ایکٹن ایلنگ براڈوے روٹری کلب، چیتھم روٹری کلب، کلیپم اور ونڈزور تھیم اور دیگر بہت سے روٹری کلبوں میں اسلام کے موضوع پر لیکچر دیئے۔ ایکٹن روٹری کلب میں جو میں نے اسلام کے موضوع پر مقالہ پڑھا تو کلب کے ایک ممبر نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا:

"میں مصر اور اس کے ریگستانوں میں بھی رہا۔ سنوسیوں سے بھی ملا لیکن اسلام کی صحیح تعلیم جو میں نے آج سنی ہے پہلے کبھی اس کے سننے کا موقع نہیں ہوا۔"

اسی طرح دوسری سوسائٹیوں مثلاً تھیوسوفیکل سوسائٹی، ومبلی انٹرنیشنل فرینڈشپ لیگ، ورلڈ کانگرس آف فیتھس، سوسائٹی فار دی سٹڈی آف ریلیجنز وغیرہ کی دعوتوں پر لیکچر دیئے جاتے ہیں، جن میں اسلام کی صحیح تعلیم پیش کی جاتی ہے۔

بعض مسلمانوں کی غلطیوں کی اصلاح

بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوسرے مسلم لیکچرار عیسائیوں سے مرعوب ہو کر اسلام کے بعض عقائد کو بگاڑ کر پیش کرتے ہیں، اور ہمیں اُن کے مقابلہ میں آواز اُٹھانی پڑتی ہے اور ہم اسلام کا صحیح نقطۂ نظر پیش کرتے ہیں۔ اس کے لئے بھی ایک دو مثالوں کا پیش کر دینا بے محل نہ ہوگا۔

ڈاکٹر ڈبلی رائٹ کا جو سنہ ۱۹۱۳ء میں مسلمان ہوئے تھے مورلی کالج میں ایک لیکچر تھا۔ انہوں نے مجھے بھی خط کے ذریعہ لیکچر میں حاضر ہونے کے لئے دعوت دی۔ میں وقت پر پہنچ گیا۔ سوالات کے موقع پر جب ان سے دریافت کیا گیا۔ کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے سردار (Chief of Prophets) تھے۔ تو انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ اور کہا کہ قرآن مجید میں لکھا ہے کہ ہم رسولوں کے درمیان امتیاز نہیں کرتے اور سب کو یکساں سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ایک دو اور سوالوں کے انہوں نے غلط جوابات دیئے۔ میں نے صدر کی اجازت سے مذکورہ بالا سوال کے متعلق کہا۔ کہ ہم مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نبیوں کا سردار مانتے ہیں۔ اور اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ پہلے انبیاء خاص قوموں یا خاص ملکوں کے لئے بھیجے جاتے تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ وجہ یہ کہ پہلے انبیاء کو صرف اتنی تعلیم کا حصہ دیا گیا جو ان کی قوم کی اصلاح کے لئے ضروری تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مکمل قانون دیا گیا، جو دنیا کی تمام اقوام اور تمام زمانوں کی ہدایت کے لئے کافی ہے۔ اور یہ جو ایک لیڈی نے دریافت کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ صرف بنی اسرائیل کے لئے بھیجے گئے تھے، تو ہم مسلمان انہیں کیوں مانتے ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو ہیں جو تمام اقوام عالم کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے۔ اور ایسا نبی جو تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوا اس کیلئے ضروری تھا کہ وہ ان مختلف قوموں کے گزشتہ انبیاء کے متعلق بھی فیصلہ کرتا کہ وہ سچے تھے یا نہیں سو خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے متعلق یہ فیصلہ فرمایا۔ کہ وہ خدا کے برگزیدہ نبی تھے، جو خاص خاص قوم یا ملک کے لئے بھیجے گئے۔ حضرت عیسیٰ بھی، جیسا کہ انہوں نے خود کہا، صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف بھیجے گئے تھے (متی باب ۱۵) اور قرآن مجید نے بھی ان کے متعلق وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (آل عمران) کے الفاظ فرمائے ہیں۔ یعنی یہ کہ وہ بنی اسرائیل کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے تھے۔ اگر حضرت عیسیٰ یا حضرت موسیٰ یا

اور کوئی نبی تمام دُنیا کے لئے مبعوث ہوتا، تو اس کا یہ فرض تھا کہ وہ دوسری اقوام کے نبیوں کے متعلق فیصلہ دیتا کہ وہ سچے نبی تھے یا نہیں لیکن بائیبل میں نہ حضرت موسیٰ نے اور نہ حضرت عیسیٰ نے دوسری قوموں کے انبیاء کے متعلق کوئی فیصلہ دیا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ صرف بنی اسرائیل کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تمام قوموں کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ لہٰذا آپؐ نے دوسری قوموں کے انبیاء کی صداقت کا اعلان کیا۔ اس لئے ہم پر یہ ضروری ہؤا کہ ہم خدا تعالیٰ کے تمام نبیوں پر ایمان لائیں۔ پھر میں نے اس آیت کو جو ڈاکٹر ڈڈلی نے پیش کی تھی پڑھ کر اس کا ترجمہ کیا، اور بتایا کہ اس آیت میں رسولوں کے درمیان تفریق نہ کرنے سے مراد ایمان لانے میں تفریق ہے کہ بعض کو مانا جائے اور بعض کا انکار کیا جائے، نہ کہ درجات اور رتبہ کے لحاظ سے۔

ڈاکٹر ڈڈلی نے بعد میں مجھے لکھا کہ مورلی کالج کے پرنسپل نے انہیں لکھا ہے:۔

"To convey to you the thanks of the College for your valuable contribution to last Tuesday's discussion"

یعنی گذشتہ منگل کی مجلس میں آپ نے حصہ لیکر جو مفید اور قیمتی معلومات بہم پہنچائیں اس پر میں کالج کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

یہ درحقیقت خواجہ صاحب کی تعلیم تھی جنہوں نے مالی نقصان سے ڈرتے ہوئے احمدیت کے ذکر کو یورپ میں اشاعتِ اسلام کے لئے مضر قرار دیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے خود اپنی ایک رپورٹ میں لکھا ہے جو اخبار بدر میں شائع شدہ ہے۔ کہ جب انہیں ایک عیسائی نے لکھا کہ "ہم تو سب مسیح کی یکتائی سے الگ ہو کر اُسے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے برابر سمجھتے ہیں۔ اور اُسے ہی ایک الہامِ الٰہی کا مورد نہیں مانتے بلکہ دوسروں کو بھی شریک کرتے ہیں۔ اور ہر جگہ سے تعلیم لینے کے لئے تیار ہیں۔ پھر تم کیوں اپنے کام میں یہ کہکر روڑا

اٹھاتے ہوا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) مسیح سے افضل تھے۔ اِس وعظ کو چھوڑو۔ اور میدان بہت صاف ہے، کامیابی مشکل نہیں"۔ تو آپ نے اُسے یہ جواب دیا" بہرحال بجواب مَیں نے لَانُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ لکھدیا ہے"۔

اسی طرح ورلڈ کانگرس آف فیتھس میں ایک دفعہ مسلم مشیر وزیر ہند نے اسلام کے موضوع پر تقریر کی۔ اور آیت وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہا، کہ گو حضرت عیسیٰؑ وغیرہ نے معجزات دکھائے لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ صرف قرآن مجید تھا۔ نیز آیت اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا الخ سے یہ استدلال کیا کہ اسلام تنگدل مذہب نہیں ہے۔ وہ نجات کے حصول کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری قرار نہیں دیتا۔ عیسائی یہودی وغیرہ بھی اگر خدا اور آخرت پر ایمان رکھیں اور نیک اعمال بجا لائیں تو نجات پا سکتے ہیں۔

مَیں نے لیکچر کے اختتام پر کہا کہ معزز لیکچرار کی بیان کردہ یہ باتیں قرآن مجید کے صریح منافی ہیں۔ قرآن مجید کی دوسری آیات میں دوسرے نشانات اور معجزات کا بیان ہوا ہے چنانچہ معجزہ شق القمر کا ذکر سورۃ القمر میں موجود ہے۔ مَیں نے آیت پڑھ کر سُنائی۔ اسی طرح بدر کے موقعہ پر جو دو گروہ لڑے خدا تعالےٰ فرماتا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا کہ اس میں بھی تمھارے لئے ایک نشان تھا۔ اور جس آیت کی طرف معزز سپیکر نے اشارہ کیا ہے اس میں الاٰیٰت سے مراد وہ خاص نشانات ہیں، جن کا کفار مطالبہ کرتے تھے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے ہمیں یہ مخصوص آیات دکھانے سے صرف یہ بات مانع ہوئی ہے کہ پہلوں کے مطالبہ پر جب نشانات دکھائے گئے، تو انہوں نے تکذیب کر دی، جس کی وجہ سے وہ ہلاک کئے گئے۔ اسی طرح اگر ان کفار کو بھی ان کے مطلوبہ معجزات دکھائے جائیں تو موجودہ حالت میں یہ بھی تکذیب پر مُصر رہیں گے۔ نتیجہ ان کی ہلاکت وتباہی ہوگی۔ لیکن چونکہ خدا تعالےٰ کے علم میں تھا، کہ اکثر ان میں سے آخر کار اسلام لے آئیں گے، اسلئے انہیں

ہلاکت سے بچانے کے لئے وہ معہودہ نشانات خدا نے نہ دکھائے۔

دوسرے امر کے بارے میں مَیں نے کہا کہ قرآن مجید کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر کوئی نجات نہیں پا سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ... اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا (النساء) یعنی وہ لوگ جو خدا اور اس کے رسولوں کے منکر ہیں، اور وہ جو خدا اور اس کے رسولوں میں تفریق کرتے ہیں، اور وہ جو بعض کو مانتے اور بعض کا انکار کرتے ہیں، اور وہ جو اس کے درمیان راستہ اختیار کرتے ہیں، یہ سب پکے کافر ہیں۔ اس آیت کی موجودگی میں یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر نجات مل سکتی ہے۔ نجات کے حصول کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ایسے ہی ضروری ہے جیسے کہ حضرت عیسیٰؑ اور دوسرے انبیاءؑ پر۔ اور آیت اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا کا وہ مطلب ہرگز نہیں جو سپیکر نے لیا ہے۔ ایسا مطلب لینا قرآن مجید کی دوسری آیات کے صریح منافی ہے۔

پارکوں میں لیکچر

لنڈن میں ایسے پارک بھی ہیں، جنہیں ہر مذہب و ملت کے لوگ آزادی سے لیکچر دے سکتے ہیں، اور لیکچراروں پر سوالات کر سکتے ہیں ان پارکوں میں سے اس وقت میں صرف ہائڈ پارک کا ذکر کروں گا۔ ہائڈ پارک لنڈن کے پارکوں میں سے سب سے بڑا پارک ہے۔ یہ قلب لنڈن میں واقع ہے۔ اس کا ایک حصہ لیکچروں کیلئے مخصوص ہے۔ جہاں مذہبی اور سیاسی لیکچروں کی آزادی ہے۔ بیسیوں پلیٹ فارم ہوتے ہیں۔ اور ایک ہی وقت میں اپنے اپنے پلیٹ فارم سے مختلف مذاہب اور خیالات کے نمائندے لیکچر دیتے ہیں۔

ہم نے بھی ایک پلیٹ فارم کا انتظام کیا ہوا ہے جہاں ہمارے مبلغین لیکچر دیتے ہیں۔ اسلام کے متعلق حاضرین کے سوالات کے جوابات بھی دیئے جاتے ہیں۔ چونکہ سوال کرنیوالے مختلف مذاہب کے ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر ایک مذہب کے متعلق سوال کرتا ہے، تو دوسرا

روس کی پالیسی کی نسبت اور تیسرا ہندوستان کے پالیٹکس کے بارے میں سوال کردیا ہے۔ اس سے زیادہ فائدہ نہیں ہوتا۔ اس لئے ہم نے ایک پادری سے یہ کہا کہ اگر وہ ہم سے مباحثہ کے لئے تیار ہو تو فریقین دو گھنٹے تک۔ دس دس منٹ کی تقریریں کیا کریں اور موضوع بحث معین ہو۔ دو گھنٹے کے بعد سامعین کو سوالات کرنے کا موقع دیا جایا کرے۔ وہ پادری اس کے لئے راضی ہوگیا۔ اور تقریبًا ایک سال تک ہر جمعہ کے روز مباحثہ ہوتا رہا۔ مگر اسکے بعد پادری نے عاجز آکر مباحثہ کرنے سے انکار کردیا۔ یہ مباحثات پبلک کے لئے دلچسپی کا باعث ہوئے اور وہ دلجمعی سے انہیں سنا کئے۔ ان مباحثات کے متعلق سوسائٹی فار دی سٹڈی آف ریلیجنز کے رسالہ "ریلیجنز" بابت ماہ مئی ۱۹۴۴ء میں ایک پادری نے میری کتاب "اسلام" پر ریویو کرتے ہوئے ان مباحثات کے متعلق لکھا:-

"The Imam of the London Mosque has come in to arena of open debate and is very energetic in presenting his faith to Christian"

یعنی امام مسجد لنڈن پبلک مباحثات کے میدان میں نکلے ہیں اور اپنے عیسائی مدمقابل کے سامنے پرزور رنگ میں اپنے مذہب کو پیش کرتے ہیں۔

مناظر پادری ایک رسالہ بھی نکالتا ہے جس کا نام "دی کنگڈم نیوز" ہے۔ ماہ جون ۱۹۴۴ء کے نمبر میں انہوں نے ہائڈ پارک کے مباحثات کا ذکر ان الفاظ میں کیا:-

"ایڈیٹر ان ایام میں ہر جمعہ کے روز چھ بجے شام سے ہائڈ پارک میں امام مسجد لنڈن سے پبلک مباحثہ کرتا ہے۔ جو اس ملک میں ایک چھوٹے سے گروہ کا نمائندہ ہے۔ لیکن جو تعلیمیافتہ، مہذب اور بااخلاق ہونے کے لحاظ سے اسلام کا بہترین فرقہ ہے۔ .... مختلف طبقات کے لوگ حاضر ہوتے ہیں۔ جن کی تعداد پانچسو کے لگ بھگ

ہوتی ہے۔ اور اڑھائی گھنٹے تک مسلسل سنتے ہیں۔ یہ ایک ایسی کامیابی ہے جو ہائڈ پارک میں شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آئی ہے۔"

انجیل و قرآن مجید کی تعلیم کا مقابلہ

ہائڈ پارک کے مباحثات اور لیکچروں میں سے میں ایک دو باتیں بطور مثال پیش کرتا ہوں۔ میں نے سب پادریوں کو چیلنج دے رکھا تھا کہ کوئی اُن میں سے بائیبل سے ایسی تعلیم پیش کرے جو اس کے نزدیک سب سے اعلیٰ ہو، میں اس سے بہتر قرآن مجید سے پیش کرونگا۔ ایک روز ایک عیسائی نے مجھے مخاطب کر کے نہایت وثوق اور یقین سے کہا کہ جو مسیح نے پہاڑی وعظ میں جو تعلیم دی ہے وہ سب تعلیموں سے اچھی اور اعلیٰ ہے۔ میں نے اس معترض کو وہی جواب دیا جو میں نے مناظرہ میں ایک پادری کو دیا تھا۔ یعنی یہ کہ قرآن مجید کی تعلیم اس پہاڑی وعظ سے بہت زیادہ اچھی اور مکمل ہے۔ آپ پہاڑی وعظ میں سے کوئی تعلیم پیش کریں، میں اس سے بہت اعلیٰ تعلیم قرآن مجید سے پیش کروں گا۔ اس پر اُس نے کہا کہ مسیح نے یہ تعلیم دی ہے:۔

"اگلوں سے کہا گیا تھا کہ خون نہ کر اور جو کوئی خون کرے گا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنے بھائی پر بغیر سبب کے غصے ہوگا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا۔"

میں نے جواب دیا۔ بیشک یہ اچھی تعلیم ہے۔ مگر پہلے بھی کسی نبی نے یہ تعلیم نہ دی تھی کہ اپنے بھائی پر بے سبب غصے ہونا جائز ہے۔ کیونکہ انسانیت کا تقاضا ہے کہ کوئی انسان بلاوجہ کسی پر ناراض نہ ہو۔ بلکہ امثال ۳/۳۰ میں یہی لکھا ہے کہ "کسی انسان سے بے سبب جھگڑا مت کر جس حال میں کہ اس نے تجھ سے کچھ بدی نہیں کی۔" حقیقت یہ ہے کہ صرف اتنی ہی بات کسی انسان کو تعریف کا مستحق نہیں بنا سکتی۔

آئیے! قرآن مجید کی تعلیم کو دیکھیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنت جو خدا تعالیٰ

کی رضا کا مقام ہے' وہ اُن لوگوں کے لئے ہے' جو متقی ہیں۔ اور اُن کی ایک صفت یہ بیان فرمائی ہے' وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ یعنی وہ باوجود غصہ دلانیوالے اسباب کی موجودگی کے اپنے غصے کو روک لیتے ہیں'' اور ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ پھر فرمایا کہ یہ آخری درجہ نہیں' بلکہ اِس سے اُوپر ایک اور درجہ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ کا ہے یعنی نہ صرف یہ کہ وہ ناراضگی کا اظہار نہیں کرتے' بلکہ لوگوں کو معاف کرنے والے بھی ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ ایک شخص غصہ دلانیوالی بات کا مرتکب ہو' اور دوسرا شخص غصے کا اظہار نہ کرے' لیکن دل میں ناراضگی محسوس کرے' یا کم از کم غصہ دلانیوالے کو یہ خیال رہے کہ وہ اپنے دل میں ضرور ناراض ہوگا۔ سو قرآن مجید نے متقیوں کی یہ صفت بیان فرمائی ہے' کہ وہ معاف کرکے اس کا کلیتًہ ازالہ کردیتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اس سے اُوپر ایک اور درجہ بھی ہے' اور وہ احسان کا ہے۔ چنانچہ فرمایا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ o کہ وہ نہ صرف معاف کرتے ہیں' بلکہ اس وقت' وہ احسان کے طور پر بلا طلبِ معاوضہ کوئی چیز بھی دیدیتے ہیں۔ اور جب انسان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو وہ اس وقت خدا کا محبوب بن جاتا ہے' جو روحانی منازل کا اعلیٰ مقام ہے۔ یہ ایسی کامل تعلیم ہے' کہ اس سے اُوپر اور کوئی مرتبہ تجویز نہیں کیا جاسکتا۔

دشمن سے محبت رکھنا

اسی طرح جب پہاڑی وعظ پر بحث ہو رہی تھی' تو میرے مدِمقابل پادری نے اِس وعظ میں سے صرف ایک تعلیم انتخاب کی' اور کہا کہ یہ تعلیم ایسی اعلیٰ ہے' جو اور کسی کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ اور وہ یہ ہے' یسوع نے کہا

"تم سُن چکے ہو کہ کہا گیا تھا' اپنے پڑوسی سے محبت رکھو' اور اپنے دشمن سے عداوت لیکن مَیں تم سے یہ کہتا ہوں' کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانیوالوں کے لئے دُعا مانگو" (متی ۵/۴۳)

مَیں نے اِس تعلیم پر مندرجہ ذیل سوالات کئے :-

۱۔ آپ بتائیں کہ کس نبی نے یہ تعلیم دی تھی، کہ اپنے دشمن سے عداوت رکھ؟ عہدِ قدیم کی کسی کتاب میں ایسا مذکور نہیں ہے۔

۲۔ احبار ۳۴/۱۹ میں لکھا ہے "اگر کوئی مسافر تمھاری زمین پر تیرے ساتھ سکونت کرے تم اُس کو مت ستاؤ، بلکہ مسافر کو جو تمھارے ساتھ رہتا ہے، ایسا جانو جیسے وہ جو تم میں پیدا ہوا ہے۔ بلکہ تو اُسے ایسا پیار کر جیسا آپکو کرتا ہے۔" یہاں مسافر سے مراد اجنبی غیر اسرائیلی ہے۔

۳۔ یسوع مسیح کا اپنا نمونہ کیا تھا؟ کیا وہ دشمنوں سے محبت رکھتے تھے؟ کیا انہوں نے اپنے اعداء یہود کے حق میں بد دُعائیں نہیں کیں، اور اُنہیں حرامکار اور شریر اور سانپو اور افعی کے بچو اور منافق وغیرہ نہیں کہا؟ کیا یہی دشمنوں سے محبت ہے؟

۴۔ یسوع مسیح نے کہا "اگر کوئی میرے پاس آئے، اور اپنے باپ اور ماں اور بیوی اور بچوں اور بھائیوں اور بہنوں بلکہ اپنی جان سے بھی دشمنی نہ کرے، تو میرا شاگرد نہیں ہوسکتا۔" (لوقا ۲۶/۱۴)۔ اس کا مطلب یہ ہوا، کہ اپنے دشمنوں سے تو محبت رکھو، لیکن اپنے ماں باپ اور بہنوں اور بھائیوں سے عداوت۔

۵۔ پھر سب سے بڑا اور پہلا دشمن نسلِ انسانی کا بائیبل کی رُو سے شیطان ہے۔ تو کیا اس سے بھی محبت کی جائے؟

وہ پادری میرے اِن سوالات کا کوئی معقول جواب نہ دے سکا۔ میں نے کہا اسلامی تعلیم یہ ہے، کہ تو کسی کی ذات سے دشمنی نہ رکھ، بلکہ اَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ لوگوں کے لئے وہی بات پسند کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ لیکن بدی سے پیار نہ کرو۔ اور اگر تم کہیں بدی ہوتی دیکھو، تو اس کا مقابلہ کرو اور اُسے اپنے ہاتھ سے مٹانے کی کوشش کرو۔ اور اس کی طاقت نہ ہو، تو زبان سے اس کی مذمت کرو۔ ورنہ دل ہی میں اُسے بُرا مناؤ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰؑ کا مقابلہ

کئی دفعہ اس موضوع پر مناظرہ ہوا، کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ میں سے کون افضل ہے۔ ایک موقع پر ایک مسیحی نے مسیح کی افضلیت ثابت کرتے ہوئے کہا کہ جس قسم کے اخلاق کا حضرت مسیح نے نمونہ دکھایا اس کی نظیر کسی نبی میں نہیں پائی گئی۔ جب یہودیوں نے اُسے صلیب پر لٹکایا تو اس نے اُن کے لئے ان الفاظ میں دُعا کی۔ "اے میرے باپ! تو انہیں معاف کر کیونکہ وہ نہیں جانتے"۔ میں نے کہا بیشک انہوں نے نہایت اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے اُن دشمنوں کے لئے جنہوں نے آپ پر پتھر پھینکے آپ کو زخمی کیا یہ دُعا کی تھی۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اے خدا تو میری قوم کو ہدایت دے۔ یہ بُرا سلوک جو وہ مجھ سے کر رہے ہیں اس لئے کر رہے ہیں کہ وہ مجھے نہیں جانتے۔ ظاہر ہے کہ یہ دُعا مسیح کی دُعا سے زیادہ مکمل تھی کیونکہ ہدایت اسی وقت مل سکتی ہے جبکہ پہلے گناہ معاف ہو جائیں۔ گویا اس میں ان کے گناہوں کی معافی کے لئے بھی آپ نے دُعا کر دی۔ پھر دونوں کی دُعاؤں میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ مسیح نے یہود کے گناہ کی سزا یہ بیان کی تھی کہ اُن سے آسمانی بادشاہت چھین لی جائیگی۔ وہ سزا انہیں ملی اور مسیح کے بعد اُن سے کوئی نبی ظاہر نہ ہوا۔ گویا مسیح کی یہ معافی طلب کرنے والی دُعا بارگاہِ الٰہی میں قبول نہ ہوئی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دُعا کی تھی وہ خدا تعالیٰ نے سُن لی جب آپ نے مکہ فتح کیا اور سرداران قریش آپ کے روبرو پیش ہوئے تو آپ نے حضرت یوسف کی طرح اُن کے گناہوں اور قصوروں کو معاف کر دیا اور پھر وہ اسلام لے آئے۔ اور آپ کی یہ دُعا کہ اے خدا میری قوم کو ہدایت دے اپنی پوری شان سے پوری ہوئی۔

دفاعی جنگ پھر حضرت عیسےٰ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت ثابت کرنے کے لئے اُس نے اُن کی یہ تعلیم متی ۵ : ۳۸-۳۹ سے پیش کی :-

"تم سُن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت

لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں، کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا۔ؔ بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔"

یہاں یسوع مسیح نے نرمی کی تعلیم دی، اور جنگ سے منع کیا، اور خون گرانے کو کبیرہ گناہ سمجھا، لیکن محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے جنگ کی، اور ہزارہا انسانوں کے خون بہائے۔

مَیں نے کہا: یہ تعلیم کہ شر کا مقابلہ نہ کرو، ناقص ہے۔ اگر بدی کا مقابلہ نہ کیا جائیگا تو تمام دُنیا میں بدی پھیل جائیگی۔ لہذا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝ کہ نیکی اور بدی یکساں نہیں، بلکہ یہ دو مختلف چیزیں ہیں۔ اس لئے تجھے بدی کو احسن طریق سے مٹانا چاہیئے۔ اور تیرے ایسا کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آخر کار تیرا دشمن تیرا گہرا دوست ہو جائے گا۔

اسلام نے جنگ کی اجازت صرف دفاعی صورت میں دی ہے۔ اور غرض یہ بتائی ہے کہ اگر دفاع کی اجازت نہ دیجاتی، تو تمام اہل مذاہب کے معبد اگرجے، مندر اور مساجد وغیرہ گرا دیئے جاتے۔ اور یہی بات سچّی ہے۔ آج اگر عیسائیت کی تعلیم پر عمل کرکے ہٹلر کا مقابلہ نہ کیا جاتا، تو سب جگہ ہٹلر ہی کا راج ہوتا۔ مگر آج تمام مہذب اقوام جو ہٹلر اور نازیوں کا مقابلہ کر رہی ہیں، سب بزبانِ حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور آپؐ کی عظمت کا اقرار کر رہی ہیں، اور آپؐ ہی کی تعلیم کو صحیح اور قابلِ عمل قرار دے رہی ہیں، اور عیسائیت کی تعلیم کے ناقص ہونے کا ثبوت پیش کر رہی ہیں۔

پھر مَیں نے بتایا، انجیل کی رُو سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کفّار کے مقابلے میں تلوار اُٹھانا جائز تھا۔ جب یسوع کو یہود پکڑ کر لیجانے لگے، اور پطرس نے سردار کاہن کے نوکر کا آہنی تلوار سے کان اُڑا دیا، تو یسوع نے اُس سے کہا اپنی تلوار کو میان میں کر لے۔

ؔ اصل میں یہاں شر یعنی بدی کا لفظ ہے۔ (شمس)

"کیونکہ جو تلوار کھینچتے ہیں، وہ سب تلوار سے ہلاک کیے جائیں گے۔" (متی ۲۶/۵۲) اگر دفاعی جنگ کی بھی اجازت نہ ہو تو ظالمانہ طور پر تلوار اُٹھانیوالے کیونکر تلوار سے ہلاک کئے جاسکتے ہیں۔ وہ تو سب کو تہ تیغ کر ڈالیں گے۔ پس مسیحؑ کے اِس قول سے صاف ظاہر ہے کہ دفاعی جنگ جائز ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مسیحؑ کے اِس قول کی صداقت ثابت کر دی۔

مسیحؑ نے آسمانی بادشاہت کی تمثیل ایک ایسے بادشاہ سے دی ہے، جس نے اپنے بیٹے کی شادی کی، اور اپنے نوکروں کو بھیجا کہ وہ مدعوین کو بلالائیں، مگر انہوں نے آنا نہ چاہا۔ پھر اُس نے اور نوکروں کو یہ کہہ کر بھیجا، کہ بلائے ہوؤں سے کہو، کہ دیکھو میں نے ضیافت تیار کر لی ہے، میرے بیل اور موٹے موٹے جانور ذبح ہو چکے ہیں اور سب کچھ تیار ہے، شادی میں آؤ۔ مگر وہ بے پروائی کر کے چل دیئے۔ کوئی اپنے کھیت کو، کوئی اپنی سوداگری کو۔ اور باقیوں نے اس کے نوکروں کو پکڑ کر بے عزت کیا اور مار ڈالا۔ بادشاہ کو غصہ آیا، اُس نے اپنا لشکر بھیجکر ان خونیوں کو ہلاک کر دیا۔ اور انکا شہر پھونکدیا۔" (متی باب ۲۲)

اِس تمثیل میں بادشاہ خدا کا قائم مقام ہے۔ اور یہ تمثیل صاف طور پر بتاتی ہے، کہ ظالم سے بدلہ لینا جائز ہے۔ بعینہ یہی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت ہوئی۔ خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مائدہ آسمانی کی طرف دعوت دی، لیکن مخالفین نے انکار تک ہی بس نہ کی، بلکہ اس مائدہ آسمانی کی طرف بلانے والوں کو تہ تیغ کیا۔ تب خدا تعالےٰ نے اپنے نبی کو اجازت دی، کہ اِن ظالموں اور سفاکوں کا مقابلہ کیا جائے، تا وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچیں۔ مسیحؑ کے اِن اقوال کی موجودگی میں کسی عیسائی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دفاعی جنگ کو قابلِ اعتراض ٹھہرائے۔

میری اِن تصریحات کو سُن کر وہ عیسائی بھی خوش ہوتے تھے، جو ہٹلر کے خلاف جنگ کی حمایت میں تھے۔ ایسی باتیں تو اور بھی بہت سی ہیں جو یہاں بیان کی جاسکتی ہیں لیکن طوالت کا

خوف مانع ہے۔

تبلیغ بذریعہ تحریر

تحریری تبلیغ بھی کئی انواع کی ہے۔ مثلاً تبلیغی خطوط، یعنی وہ خطوط جن میں اسلام کی تعلیم کی خوبیاں لکھی جاتی ہیں یا سوالات کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔ یا عیسائی دینی لیڈروں سے سوالات کیئے جاتے ہیں۔ اس ضمن میں یہ ذکر کرنا غیر مناسب نہ ہوگا کہ مَیں نے خود بادشاہوں اور مشہور وزراء اور لیڈروں کو بھی تبلیغی خطوط لکھے، اور انہیں کتب بطور تحفہ بھیجیں۔ شہنشاہ معظم جارج ہفتم کو بھی تبلیغی خط لکھا، اور ملکہ ہالینڈ کو بھی، اور شاہ ناروے اور کنگ پیٹر آف یوگوسلاویہ کو بھی خطوط لکھے، جنہوں نے کتب کے ہدیہ کو قبول کرتے ہوئے شکریہ کے خطوط بھیجے۔ اسی طرح فیلڈ مارشل سمٹس وزیر اعظم جنوبی افریقہ، مسٹر کنگ پرائم منسٹر آف کینیڈا، پرائم منسٹر آسٹریلیا اور پرائم منسٹر نیوزیلینڈ کو بھی خطوط لکھے اور کتب بھیجیں، جو انہوں نے شکریہ کے ساتھ قبول کیں۔ یونائٹڈ نیشنز کی جنرل اسمبلی کا جو اجلاس اس سال لنڈن میں ہوا، اس میں شامل ہونیوالے ایک سو پچاس نمائندوں کو بھی لٹریچر بھیجا گیا۔

آرچ بشپ آف کنٹربری سے خط و کتابت

اس جگہ بطور مثال نہایت اختصار کے ساتھ اُس خط و کتابت کا ذکر کرتا ہوں، جو میرے اور آرچ بشپ آف کنٹربری کے درمیان ہوئی۔

۷ رنومبر ۱۹۴۲ء کو لنڈن پریس میں آرچ بشپ آف کنٹربری اور آرچ بشپ آف یورک کا متفقہ اعلان شائع ہؤا کہ یہ قدیم رسم کہ عورتیں چرچ میں ننگے سر داخل نہ ہوں سینٹ پال کا حکم ہے، اور یہ حکم متقاضی ہے کہ عورتیں پردہ کریں۔ لیکن پردہ کا استعمال مدت ہوئی متروک ہو چکا ہے۔ لہٰذا بشپوں کے مشورہ کے بعد ہم یہ اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ کوئی عورت اور لڑکی چرچ میں ننگے سر داخل ہونے سے نہ ہچکچائے اور نہ اسکے متعلق اعتراض کیا جائے۔ (ٹائمز)

اس موقع پر مَیں نے آرچ بشپ آف کنٹربری سے مؤرخہ ۱۴ رنومبر ۱۹۴۲ء کو بذریعہ خط

چند سوالات کئے۔ میں نے لکھا کہ آپ کا اعلان یقیناً سینٹ پال کے حکم مندرجہ اکرنتھیوں باب ۱۱ کے خلاف ہے۔ اس لئے کیا میں آپ سے مندرجہ ذیل سوالات کر سکتا ہوں؟:-

۱۔ کیا جو احکام اور قوانین نئے عہد نامہ میں مذکور ہیں، وہ منسوخ ہو سکتے ہیں؟

۲۔ اگر ہو سکتے ہیں، تو ان کی تنسیخ کا حق کسے حاصل ہے؟ کیا نازیوں نے بھی اسی طرح انجیل کے احکام کو منسوخ نہیں کیا تھا؟

۳۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں، کہ شاگردانِ مسیح کے خطوط میں مندرجہ احکام و ہدایات صرف مخاطبین کے لئے تھے، یا تمام لوگوں اور تمام زمانوں کے لئے؟ اگر آخری بات درست ہے، تو پھر ان میں سے کسی کو منسوخ کر دینا یقیناً چرچ کے عقیدہ کے مخالف ہوگا۔ جبکہ سینٹ پال نے صاف کہا ہے، "تم میرے پیرو بنو جیسے میں مسیح کا پیرو ہوں، اور ان احکام پر پوری طرح عمل کرو جو میں نے تمہیں لکھے ہیں۔

۴۔ سینٹ پال نے اس حکم کی یہ وجہ بیان کی ہے "ہر مرد کا سر مسیح اور عورت کا سر مرد اور مسیح کا سر خدا ہے۔ جو مرد سر ڈھکے ہوئے دعا یا نبوت کرتا ہے وہ اپنے آپ کو بے حرمت کرتا ہے۔ اور جو عورت بے سر ڈھکے دعا یا نبوت کرتی ہے، وہ اپنے سر کو بے حرمت کرتی ہے۔ ..... البتہ مرد کو اپنا سر ڈھانکنا نہ چاہیئے کیونکہ وہ خدا کی صورت اور اس کا جلال ہے۔ مگر عورت مرد کا جلال ہے۔ اس لئے کہ مرد عورت سے نہیں بلکہ عورت مرد سے ہے اور مرد عورت کیلئے نہیں بلکہ عورت مرد کے لئے پیدا ہوئی ہے" (اکرنتھیوں باب ۱۱) عورت کے چرچ میں سر ڈھانکنے کے جو وجوہ سینٹ پال نے بیان کئے ہیں وہ اگر درست ہیں تو پھر یہ حکم کیونکر باطل ہو سکتا ہے؟ ورنہ ماننا پڑیگا کہ باعثِ حکم بھی غلط اور باطل ہیں۔

۵۔ آپ کے اعلان کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا یہ موجب اعتراض ہوگا، اگر مرد چرچ میں اپنے سروں پر ہیٹ رکھ کر جانا شروع کر دیں؟

آرچ بشپ آف کنٹربری کی طرف سے:- میلن اے وائٹ ٹامسن نے ۱۹ نومبر کو مجھے لکھا کہ

آرچ بشپ کو آپ کا خط مل گیا ہے، لیکن کثرت مشاغل کی وجہ سے وہ خود ذاتی طور پر نہ ہر شخص کو خط لکھتے ہیں اور نہ سوالات کے تفصیلی جوابات دے سکتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک گرجہ میں عورتوں کے ہیٹ پہن کر جانے سے سینٹ پال کی مراد اُن عورتوں سے تھی جو نماز پڑھاتی تھیں۔

۲۷ نومبر کو میں نے اس خط کے جواب میں لکھا۔ اگر سینٹ پال کا یہی مقصد تھا کہ عورتیں پردہ کریں، تو مسیح کے پیرو کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وہ اس حکم کی تعمیل کرے۔ ورنہ وہی سوال اُٹھیں گے جو میں پہلے خط میں لکھ چکا ہوں۔ اور یہ کہنا کہ سینٹ پال کا یہ حکم صرف اُن عورتوں کے لئے تھا جو نماز پڑھائیں نہ کہ عام عورتوں کے لئے صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے اس خط میں اس امر کی تصریح کی ہے کہ عورتوں کو چرچ میں بولنے تک کی بھی اجازت نہیں ہے۔ اور یہ کہ اگر وہ کوئی سوال بھی دریافت کرنا چاہیں، تو انہیں گھر میں اپنے خاوندوں سے پوچھنا چاہیئے۔ نیز وہ لکھتا ہے کہ جو باتیں میں لکھ رہا ہوں وہ مسیح کے اقوال ہیں۔ اور تیمتھیس باب ۲ میں لکھتا ہے "عورت کو چپ چاپ کمال تابعداری سے سیکھنا چاہیئے۔ اور میں اجازت نہیں دیتا کہ عورت سکھائے، یا مرد پر حکم چلائے، بلکہ چُپ چاپ رہے، کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا ہے، اس کے بعد حوا، اور آدم نے فریب نہیں کھایا، بلکہ عورت فریب کھا کر گناہ میں پڑ گئی" پھر یہ بھی سوچنا چاہیئے۔ کہ اگر کوئی عورت اپنے خداوند کے حکم کے ماتحت عبادت کے وقت سر پر ہیٹ نہیں رکھ سکتی تو اس سے یہ توقع کیونکر کی جا سکتی ہے کہ اگر اُسے ننگے سر گرجہ میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے، تو وہ عاجزی اور سنجیدگی سے دُعا کرے گی۔ میرے نزدیک اصل وجہ گرجوں کی بے آبادی کی یہ ہے۔ کہ اُن کے دلوں میں عیسائیت کی صداقت پر ایمان نہیں رہا۔

آرچ بشپ آف کنٹربری کے چیپلن نے ۲ دسمبر ۱۹۴۲ء کو اس خط کا یہ جواب دیا، کہ آرچ بشپ اپنے پہلے جواب پر کوئی زیادتی نہیں کرنا چاہتے۔ اور کثرتِ خطوط کی وجہ سے

وہ تمام خطوط کا تفصیلی جواب نہیں دے سکتے۔

اب ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے، کہ اگر آرچ بشپ آف کنٹربری کے پاس میرے سوالات کا کوئی معقول جواب ہوتا، تو وہ میرے خط کو بھی اُن چند خطوط میں شمار کر سکتے تھے جن کے وہ تفصیلی جواب دیتے ہیں لیکن انہوں نے کثرتِ مشاغل کا عذر رکھ کر اس مسئلہ کو ٹالنے ہی میں مصلحت سمجھی۔

مقالات پرائیویٹ خط و کتابت کے علاوہ اخبارات میں بھی مضامین دیئے جاتے ہیں۔ اخبارات کے نمائندے بھی بعض وقت دار التبلیغ میں آتے ہیں۔ اور اسلام کے متعلق بعض معلومات حاصل کر کے اپنے اخبارات کو بغرضِ اشاعت بھیجتے ہیں۔ اسی طرح کبھی کبھی نومسلموں کے کوائف بھی شائع کرتے ہیں۔ اخبارات میں شائع شدہ مضامین سے اُن غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا مقصود ہوتا ہے جو یورپ میں اسلام کی نسبت پھیلائی گئی ہیں۔

لٹریچر جو لوگ اسلام کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے خواہشمند ہوں انہیں بعض ایسی کتب دیجاتی ہیں، جن میں اسلامی تعلیم کی خوبیاں اور اس کی برتری بیان کی گئی ہے۔ اس وقت تک کئی کتب اور کھوکھا کی تعداد میں پمفلٹ لندن مشن کی طرف سے شائع کئے جا چکے ہیں لیکن اس جگہ میں صرف ایک کتاب اور اس کے متعلقہ اشتہارات کا ذکر کروں گا، جو میں نے اپنی واپسی سے پہلے شائع کی۔

قبرِ مسیح کا اشتہار مسیح موعود کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی، کہ وہ کاسرِ صلیب ہوگا۔ یعنی خدا تعالےٰ اُسے ایک ایسا حربہ دیگا جس سے صلیبی طلسم بالکل ٹوٹ جائے گا۔ چنانچہ جب وہ موعود مسیح ہم میں ظاہر ہوُا، تو اُس نے وہ کاری حربہ استعمال کیا جس سے صلیبی عقیدہ پاش پاش ہو جاتا ہے۔ یعنی یہ کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر سے زندہ اُترے تھے، اور آخر کار کشمیر پہنچ کر طبعی موت سے فوت ہوئے۔ اور یہ عقیدہ کہ مسیح صلیب پر مر کر تین دن کے بعد زندہ ہو گئے، اور

پھر آسمان پر چلے گئے عیسائی مذہب کی روح رواں اور جان تھی، جس کے ابطال سے موجودہ عیسائیت کا مذہبی لحاظ سے خاتمہ ہو جاتا ہے۔ پولوس کہتا ہے "اگر مسیح صلیب پر مرنے کے بعد) نہیں جی اُٹھا تو ہماری منادی بھی بے فائدہ ہے اور تمہارا ایمان بھی بے فائدہ" (اکرنتھیوں ۱۵) ۱۹۳۹ء میں میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ ذیل تحریر پڑھی :۔

"یورپ اور دوسرے ملکوں میں ہم ایک اشتہار شائع کرنا چاہتے ہیں جو بہت ہی مختصر ایک چھوٹے سے صفحہ کا ہو تا کہ سب اُسے پڑھ لیں۔ اس کا مضمون اتنا ہی ہو کہ مسیح کی قبر سرینگر کشمیر میں ہے۔ جو واقعات صحیحہ کی بنا پر ثابت ہو گئی ہے۔ اس کے متعلق مزید حالات اور واقفیت اگر کوئی معلوم کرنا چاہے تو ہم سے کرلے۔ اس قسم کا اشتہار ہو جو بہت کثرت سے چھپوا کر شائع کیا جائے" (الحکم مورخہ ۱۰ر جولائی ۱۹۰۱ء)

اس تحریر کو پڑھتے ہی میرے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے ایک اشتہار شائع کرنے کی تحریک ہوئی چنانچہ قبر مسیح کے فوٹو کے ساتھ دو اڑھائی سو لفظ کا ایک اشتہار چار ہزار کی تعداد میں چھپوایا۔ پھر حضرت شیخ عرفانی کبیر کی تحریک پر ایک لاکھ کی تعداد میں چھپوایا گیا۔ لیکن جنگ کے شروع ہو جانے کی وجہ سے اُسے تقسیم نہ کیا گیا۔ چھ سال جنگ کے گذر گئے اور یہ اشتہار جس کی تقسیم کے لئے کئی اشخاص کی ہمت درکار تھی، اس کا خدا تعالےٰ نے یہ سامان کیا، کہ گذشتہ سال خاتمۂ جنگ پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تیرہ مبلغین کو لنڈن روانہ کیا۔ اور اُن کے ذریعہ یہ کام سرانجام پایا۔ دوسری چیز جو اس اشتہار کی تقسیم کے لئے ضروری تھی، وہ یہ تھی کہ ہمارے پاس ایک ایسی کتاب ہو، جو مسیح کے صلیبی موت سے نجات پانے اور پھر ہندوستان جانے اور وہاں مدفون ہونے پر تفصیلی بحث کرے۔ سو اس کے لئے اللہ تعالےٰ نے خاکسار کو توفیق بخشی کہ اس موضوع پر ایک کتاب لکھوں جو وہ بھی مبلغین کے پہنچنے پر چھپ کر تیار ہو گئی۔ اشتہار کی تقسیم شروع ہوئی۔ نو دس مبلغین کا لنڈن کے مختلف محلوں میں جاکر اشتہار تقسیم کرنا اہل لندن

کے لئے ایک عجیب وغریب بات تھی۔ مبلغین کی آمد پر یہاں کے پریس میں کافی چرچا ہو چکا تھا۔ اخبار ڈیلی ٹیلیگراف نے مبلغین کے پہنچنے پر ایک نوٹ لکھا۔ ڈیلی سٹار نے سب مبلغین کی ایک فوٹو شائع کی۔ مختلف نیوز ایجنسیوں نے انٹرویو کئے۔ جن سے دُنیا کے مختلف گوشوں تک سلسلہ کا ذکر پہنچا۔ چنانچہ ہندوستانی، امریکن، کینیڈین، فرنچ اور عربی وغیرہ اخبارات کے ہمارے پاس تراشے پہنچے جن میں مبلغین کا فوٹو اور ذکر شائع ہوا۔

جب یہ اشتہار جس کا عنوان The Tomb of Jesus in India تھا کثرت سے تقسیم کیا گیا، تو بعض اخبارات اور رسالوں کے ایڈیٹروں نے اس کے متعلق مزید معلومات چاہیں۔ جنہیں میری مفصل کتاب ? Where did Jesus Die بھیجی گئی۔ اس اشتہار اور میری کتاب کے متعلق سینکڑوں اشخاص نے مزید تحقیق کے شوق کا اظہار کیا، اور خطوط لکھے۔ جن میں سے چند خطوط کا اقتباس بطور نمونہ مشتے از خروارے درج کرتا ہوں:۔

۱۔ ڈاکٹر ڈڈلی رائٹ نے لکھا: "آپ کی کتاب لاجواب ہے۔"

۲۔ مس میرین روسکو نے اشتہار پڑھ کر دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے مزید معلومات چاہیں۔ جب کتاب بھیجی گئی تو انہوں نے پڑھ کر تسلی کا اظہار کیا۔ جس پر انہیں "اسلام" وغیرہ کتب بھیجی گئیں۔ اور اُن کے مطالعہ کے بعد وہ مسلمان ہو گئیں۔

۳۔ مسٹر فشر ایڈیٹر رسالہ "ریلیجنز" نے لکھا، جس فاضلانہ اور علمی قابلیت کا اس کتاب میں اظہار کیا گیا ہے اور جس عمدہ طریق سے آپ نے اپنے کیس کو پیش کیا ہے اس پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

۴۔ ایک کا لجیٹ نے لکھا: میں نے اور میرے دوست نے احمدؑ آف قادیان کے دعویٰ کو کہ مسیح کی قبر کشمیر میں ہے پڑھا ہے اور ہم اس کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے بہت مشتاق ہیں۔ ہم تو بغیر تحقیق کے یہی مانتے چلے آئے کہ مسیح کی قبر فلسطین میں ہے۔ اور

یہ کہ وہ آسمان پر چلے گئے تھے۔

۵۔ مسٹر پال اے ڈینیسیلز نے اشتہار پڑھ کر مزید معلومات کا مطالبہ کرتے ہوئے مجھے لکھا کہ اس میں صداقت معلوم ہوتی ہے۔ جب کتاب بھیجی گئی تو انہوں نے لکھا کہ یہ کتاب ایسی ہے جسے پڑھ کر یہ ماننا پڑتا ہے کہ اس میں پیش کردہ نظریہ حق ہے۔ اور میں اسے ایسا ہی تسلیم کرتا ہوں۔ پھر دوسری کتابیں پڑھ کر انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ ان کے بعد ان کی بیوی بھی مسلمان ہوگئیں۔

علاوہ ازیں کئی اخبارات اور رسالوں میں اس کے متعلق مضامین شائع ہوئے۔ ومبلڈن برونیوز نے اس کے متعلق ایک بہت عمدہ نوٹ لکھا۔ جس کے شائع ہونے پر بہت سے اخبار بین حضرات نے ایڈیٹر کو خطوط لکھے۔ جو متعدد پرچوں میں شائع ہوئے۔ ان میں سے بعض ہماری تائید میں تھے، اور بعض مخالف۔ ایک شخص نے لکھا اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ مسیح نے بعد میں وفات پائی تو اس میں کیا حرج ہے۔ آخر ان کی تعلیم تو بہت اچھی ہے۔ اس کے جواب میں ایک پادری نے لکھا کہ اگر یہ تسلیم کیا جائے تو یقیناً عیسائیت غلط اور باطل ہوگی۔

سائیکک نیوز PSychic News جو سپر چولسٹوں کا سب سے کثیر الاشاعت ہفتہ وار اخبار ہے، اس کے ۲۰ راپریل ۱۹۴۶ء کے پرچہ میں ایسٹر کے دن تین کالم کا مضمون شائع ہوا جس میں ایڈیٹر نے میری کتاب پر بہت اچھا ریویو اور قبر مسیح کا فوٹو شائع کیا۔ اس کی اشاعت پر بھی بہت سے سپر چولسٹوں نے ایڈیٹر کو خطوط لکھے، جن میں سے بعض ہمارے نظریہ کے مؤید تھے اور بعض مخالف۔ اس اخبار کے ۱۱ رمئی کے پرچہ میں ایک نامہ نگار مسٹر جورج رلف نے لکھا کہ ان کے گائیڈ نے مدت ہوئی انہیں یہی بتایا تھا کہ یسوع مسیح کشمیر میں فوت ہوئے تھے۔ حقیقت میں ماسٹر یسوع نے ایک پختہ اور لمبی عمر پائی اور دوسرے ملکوں کو گئے۔

اور بھی کئی اخبارات نے اس مسئلہ پر مقالات لکھے جن کے یہاں درج کرنے کی گنجائش نہیں۔

چرچ والوں میں اس سے ایک اضطراب اور بے چینی پیدا ہوئی۔ چنانچہ بشپ آف لنڈن نے اپنی ایک تقریر میں کہا کہ ہمارا یہ خیال کہ صرف ہم ہی مذہب کو تبلیغ کے ذریعہ پھیلاتے ہیں درست نہیں۔ ہمارے بالمقابل ایک اور مذہب بھی ایسا موجود ہے جو اسی رنگ میں ہمارا مقابلہ کرتا ہے۔ اخبار فری تھنکر کے رپورٹر نے اس تقریر کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ بشپ کو گھبراہٹ اس بات سے ہوئی تھی کہ اُس نے ایک ٹیوب ریلوے سٹیشن پر چند مشرقی لوگوں کو ٹریکٹ تقسیم کرتے دیکھا تھا جس میں مسیح کی قبر کی تصویر بھی تھی، ورنہ کوئی بم نہ گرے تھے۔ چرچ کے مشہور آرگن "دی لائف آف فیتھ" مورخہ ۱۵ رمئی ۱۹۴۶ء میں ایک مضمون احمدی مبلغین کی آمد اور ایک لاکھ اشتہار کی تقسیم اور میری کتاب کے متعلق شائع ہوا جس کا عنوان ہے The Muslim Invasion of England یعنی مسلمانوں کا انگلستان پر حملہ۔ یہ مقالہ ریورنڈ سٹیفورڈ رائٹ ایم۔ اے سینئر ٹیوٹر آف اوک ہل کالج کا لکھا ہوا ہے۔ وہ اس مقالہ میں لکھتے ہیں کہ "اس پروپیگنڈا کی ذمہ وار احمدیہ جماعت ہے، جو اسلام کی ایک برانچ اور زبردست تبلیغی موومنٹ ہے۔" اور میری کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:۔ "a Carefully documented attack upon Christianity" یعنی یہ کتاب ہشیاری اور احتیاط سے مرتب کیا ہوا عیسائیت پر ایک تحریری حملہ ہے۔ پھر لکھتے ہیں:۔

"یہ ہم عیسائیوں کے لئے دائمی شرم کا باعث ہے۔ کہ ہمارے ملک پر مسلمانوں کی طرف سے اس قسم کی لشکر کشی اور حملہ ہو رہا ہے۔ برطانوی تحمل اور بردباری کے پیش نظر یہ بالکل ممکن ہے کہ کسی حد تک یہ پروپیگنڈا پھیل جائے۔ اس صورت میں ہمیں انکے مقابلے کے لئے پوری طرح مسلح ہو جانا چاہیئے۔"

ان چند اقتباسات سے پتہ لگ سکتا ہے، کہ جس جہاد کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شروع کیا تھا، اس کا آج انگلستان کے پادریوں پر کیا اثر ہو رہا ہے۔ وہ چلا اُٹھے ہیں کہ

جماعت احمدیہ کے مجاہدین نے انگلستان کی سرزمین پر دھاوا بول دیا ہے۔ اور وہ اپنے دل میں محسوس کرتے ہیں، کہ اُن کے لئے احمدیت کا مقابلہ آسان نہیں ہے۔

جب ایک لاکھ اشتہار تقسیم کیا جا چکا، تو میں نے ایک اور اشتہار بیس ہزار کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کرایا۔ اس میں پہلے اشتہار کا ملخص اور چند موافق و مخالف خطوط کا خلاصہ دیکر چرچ کو پھر چیلنج دیا گیا کہ ہم ہر وقت اُن سے اِس موضوع پر بحث کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن کسی پادری کو مقابل پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

لنڈن مشن کی بین الاقوامی شہرت

اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو بیںنظیر ترقی بخشی ہے۔ لنڈن مشن کے دار التبلیغ میں خیر مقدم کی تقریبات پر لارڈز اور بڑے بڑے اراکین تشریف لاتے ہیں۔ مثال کے طور پر اس تقریب کا ذکر کرتا ہوں، جس کا انتظام میں نے ۱۹۳۹ء میں امیر فیصل وائسرائے آف مکہ اور فلسطین کانفرنس کے دوسرے مندوبین کو خوش آمدید کہنے کے لئے کیا تھا۔ اس موقع پر مین، شام، فلسطین اور عرب وغیرہ کے زعماء کے علاوہ لنڈن کے اکابر، ریٹائرڈ آفیسرز، مختلف حکومتوں کے چھ سفیر، پارلیمنٹ کے ممبر، دس نائٹ (Knights) اور انگلستان اور دیگر ممالک کے دوسرے بڑے بڑے عہدیدار اور اہلِ مناصب تشریف لائے تھے۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے، کہ اب خدا کے فضل سے ہمارے مشن کو ایک بین الاقوامی شہرت اور تعارف حاصل ہو چکا ہے۔

نومسلموں کا اخلاص

مسجد میں بعض وقت انگریز نومسلم اذان دیتے ہیں۔ اور اشھد ان لا الٰہ اِلّا اللہ اور اشھد انّ محمّد رّسول اللہ کی آواز بلند کرتے ہیں۔ عربی زبان میں نماز پڑھتے ہیں۔ اور بعض قرآن مجید کو عربی زبان میں پڑھنا سیکھتے ہیں۔ اور حسبِ توفیق چندوں میں بھی حصہ لیتے ہیں چنانچہ ۱۹۴۵ء میں احمدیہ جماعت لنڈن نے مختلف مدّات مثلاً چندہ عام، چندہ تراجم القرآن

زکوٰۃ، چندہ برائے تعلیم الاسلام کالج، عید فنڈ، چندہ برائے مسجد سیرالیون، چندہ تحریک جدید اور دیگر تحریکوں میں کل ۴۴۵ پونڈ ۱۲ شلنگ ۳ پنس یعنی چھ ہزار روپیہ کے قریب چندہ دیا

لمحۂ فکریہ وہ لوگ جو اس مقدس جماعت میں ابھی تک شامل نہیں ہوئے غور کریں کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالےٰ کی طرف سے نہ ہوتے، تو وہ اُن کی ایسی نصرت کیوں فرماتا۔ آج دُنیا کے مختلف ممالک میں آپؑ کے خدام تبلیغِ اسلام کر رہے ہیں۔ اور صرف یورپ میں اٹلی، فرانس، سپین، سوئٹزرلینڈ اور انگلستان میں مشن قائم ہیں۔ آپؑ کی جماعت خدا تعالےٰ کے فضل سے وہ کام کر رہی ہے، جو دُنیا کے تمام مسلمان مجموعی لحاظ سے بھی نہیں کر سکے۔ اس حالت پر غور کرو جبکہ آپؑ نے "ازالہ اوہام" میں مغرب میں تبلیغِ اسلام کے متعلق اپنا رؤیا لکھا۔ اُس زمانہ میں آپؑ کے مُرید ایک ہزار بھی نہ ہوں گے۔ لیکن اُس وقت آپؑ نے تحریر فرمایا، کہ آپؑ کی تعلیم انگلستان میں پھیلیگی، اور راستباز انگریز صداقت کا شکار ہوں گے۔ کیا اس وقت کسی ظاہر پرست کے خیال میں یہ آسکتا تھا، کہ آپؑ کی جماعت اِس قدر ترقی کرے گی کہ دُنیا کے مادی سنٹر میں اسلامی مرکز قائم کرے گی، اور تثلیث کے مرکز میں مسجد بنائے گی۔ اور مذہبی لحاظ سے اس کا حملہ اتنا قوی ہوگا، کہ مخالفِ اسلام اپنے آپ کو محفوظ نہ سمجھے گا، اور جماعت کی روحانی طاقت کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہوگا، اور میدانِ حجت و برہان میں اپنے تئیں کمزور اور ضعیف یقین کرے گا۔ اس میں سوچنے والوں کے لئے ایک نشان ہے۔

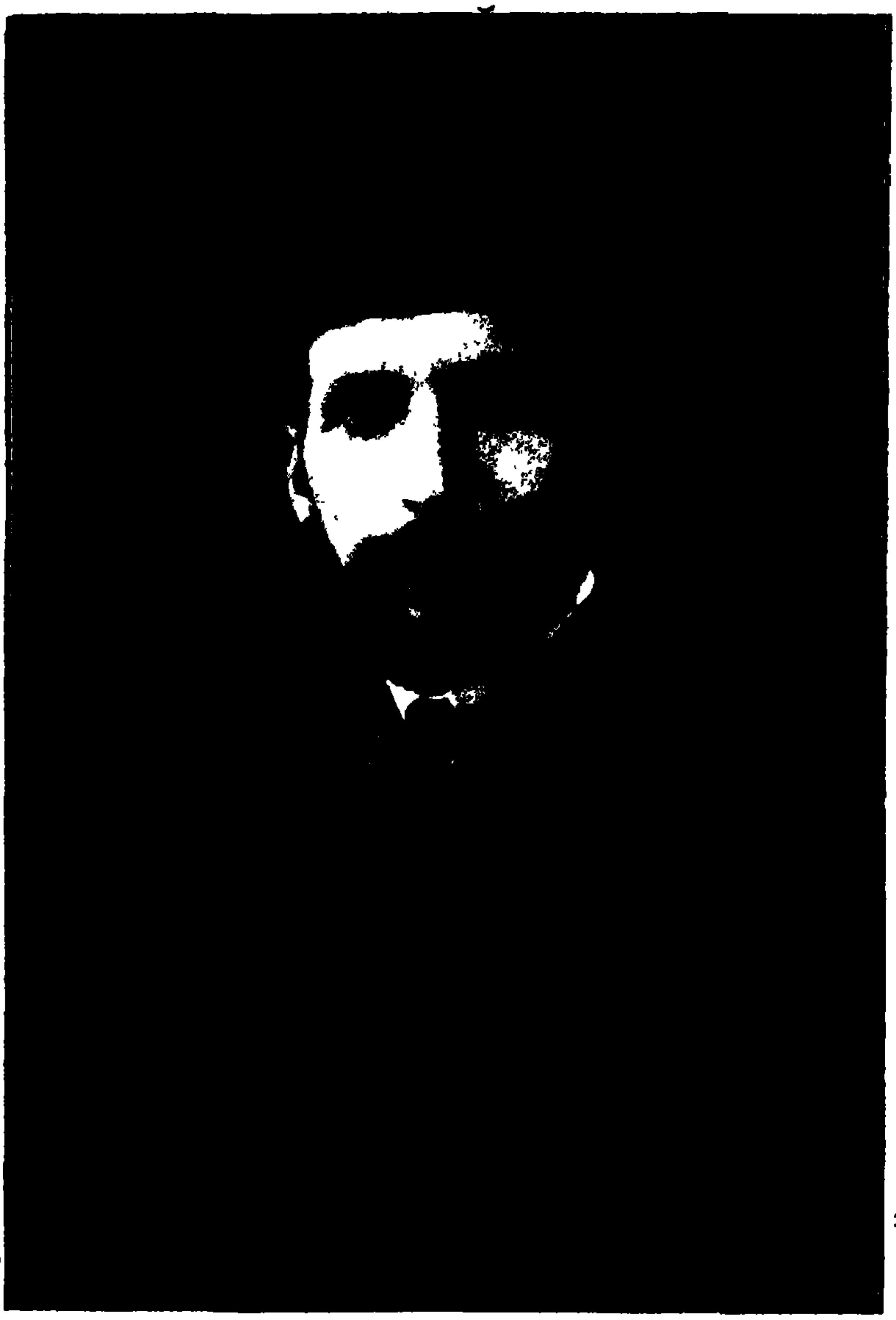
اے وہ لوگو! جو آسمانی سلسلہ سے اب تک علیحدہ ہو مندرجہ ذیل تحریر کو غور سے پڑھو، اور دیکھو کہ کیا خدا تعالےٰ نے جو اپنے مقدس مسیحؑ سے وعدہ کیا تھا وہ آہستہ آہستہ پُورا ہو رہا ہے یا نہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بانی جماعت احمدیہ ۱۹۰۵ء میں فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالےٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے۔ کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا۔ اور میری محبت دلوں میں بٹھائیگا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائیگا۔ اور سب فرقوں پر

میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے، کہ اپنی سچائی کے نُور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کریں گے۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی۔ اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھُولیگا۔ یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاویگا۔ بہت سی روکیں پیدا ہونگی اور ابتلاء آئیں گے۔ مگر خدا سب کو درمیان سے اُٹھا دیگا۔ اور اپنے وعدہ کو پُورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ میں تجھے برکت پہ برکت دُونگا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ سو اے سُننے والو! اِن باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو۔ کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ جو ایک دن پُورا ہو گا۔ مَیں اپنے نفس میں کوئی نیکی نہیں دیکھتا۔ اور مَیں نے وہ کام نہیں کیا جو مجھے کرنا چاہیئے تھا۔ اور مَیں اپنے تئیں صرف ایک نالائق مزدُور سمجھتا ہوں۔ یہ محض خدا کا فضل ہے جو میرے شامِل حال ہوُا۔ پس اُس خدائے قادر اور کریم کا ہزار ہزار شکر ہے، کہ اِس مُشتِ خاک کو اُس نے باوجود اِن تمام بے ہُنریوں کے قبول کیا۔"

(تجلّیاتِ الٰہیہ صفحہ ۲۰ تا ۲۲)

نوٹ :- اِس مضمون میں فاضل مقالہ نگار نے احمدیہ مشن لنڈن کے کام کے صرف ایک یعنی مذہبی پہلو کی کسی قدر تفصیل بیان کی ہے۔ مسلمانانِ عالم کے سیاسی حقوق کے سلسلہ میں ہمارے مبلغین لنڈن میں جو خدمات سر انجام دیتے رہتے ہیں ان کا ذکر اِس مضمون میں نہیں آیا۔ احمدیہ مشن لنڈن کی اسلامی سیاسی خدمات پر مولانا شمس صاحب ایک علیحدہ مضمون میں خامہ فرسائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ وباللہ التوفیق ۔



السید منیر الحصنی امیر جماعت احمدیہ دمشق
جو قادیان میں دینی تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے لئے
تشریف لائے ہوئے ہیں

عربی ممالک میں تبلیغ

(از جناب سید منیر الحصنی صاحب امیر جماعت احمدیہ دمشق)

یہ مضمون خاکسار ایڈیٹر کی درخواست پر ہمارے محترم بھائی سید منیر الحصنی صاحب نے عربی زبان میں لکھا، اور اس کا اُردو ترجمہ مکرم جناب مولانا عبد الاحد صاحب فاضل معلم مدرسہ احمدیہ نے کیا ہے۔ جزاهما الله خیراً۔

جن دنوں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہندوستان میں احیاءِ اسلام کے لئے کوشاں، اور ہندوستان کے رہنے والوں کو علی الاعلان دعوتِ اسلام دینے میں مشغول تھے، انہیں ایام میں حضورؑ نے اسلام کی تائید میں اپنی جلیل القدر مطبوعہ کتب ممالکِ بیرونِ ہند میں بھی ارسال فرمائیں۔ آپؑ نے ہندوستان سے باہر کے دُور و نزدیک تمام ممالک میں اپنی تالیفات جو دلائل و براہین سے مملوء ہیں، اور جن سے صداقتِ اسلام روزِ روشن کی طرح چمک اُٹھی، بھجیں۔ جن ممالک میں حضورؑ کی کتب پہنچیں اُن میں بلادِ عرب بھی شامل ہیں۔ حضورؑ نے اپنی کتب میں حجج قاطعہ سے ان تمام تحریکات کا رد فرمایا جو اُس زمانہ میں اسلام کے خلاف اُٹھ رہی تھیں۔ بالخصوص عیسائیت کا جس نے تمام اسلامی ممالک میں فتنہ و فساد پیدا کر رکھا تھا، اور جس کے مقابلہ سے عرب کلیۃً لاپرواہ ہو کر گہری نیند میں مدہوش خراٹے بھر رہے تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ عرب ممالک میں مذہبی آزادی مفقود تھی۔ میری مراد مذہبی آزادی کے فقدان سے یہ نہیں کہ وہاں شعائرِ اسلامی اور مراسم دینی کی بجا آوری کی ممانعت تھی، بلکہ

مُراد یہ ہے کہ ترکی حکومت کے ماتحت کسی شخص کو تبلیغ کرنیکی اجازت نہ تھی یعنی نہ کوئی غیر مُسلم عیسائی وغیرہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرسکتا تھا اور نہ اسلامی اقلیت والے فرقے جیسے شیعہ اہلحدیث وغیرہ اپنے اعتقادات و خیالات کی اشاعت کرسکتے تھے۔

حکومتِ ترکیہ کے ماتحت سب سے بڑا اسلامی فرقہ جس کی مُلک میں اکثریت تھی سُنّی مسلمانوں کا تھا، اور ترکی حکومت اِسی فرقہ کے مسلمانوں کی حکومت تھی۔ اس کے لئے بہت آسان تھا، کہ وہ اشاعتِ اسلام کی کوشش کرتی، اور اس کے لئے مبلغ تیار کرتی لیکن افسوس کہ اُس نے اس طرف کوئی توجہ نہ کی۔ اس کے علاوہ بھی عرب ممالک میں دعوتِ اسلام کے لئے کوئی تبلیغی جماعت نہ تھی، اور نہ اُنہیں اِس امر کا کوئی حقیقی احساس ہی تھا کہ اسلام اِن دنوں کِن مصائب و آفات میں گھرا ہُوا ہے۔ ہاں بہت سے برائے نام دینی مدارس ضرور موجود تھے، جن میں درسی کتب بطور تقلید تو بے شک پڑھائی جاتی تھیں، مگر متعلمین کو حقائق و معارف اسلام اور اس کے احکام کی حکمتوں سے بالکل بے خبر رکھا جاتا تھا۔

یورپین اقوام نے اِس موقع کو غنیمت جان کر بہت سے عیسائی مشن بلادِ عربیہ میں بھیج دیئے، اور انہوں نے ان مشنوں کا تانتا باندھ دیا۔ لیکن چونکہ ایسے مشن علی الاعلان عیسائیت کی تبلیغ نہ کرسکتے تھے، اس لئے انہوں نے مدارس ہسپتال اور مطب جاری کر دیئے، اور اُن کی آڑ میں عیسائیت کی تبلیغ شروع کر دی۔ اِس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ حکومت اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کے سکول آج سے دس برس پہلے تک بالکل مغربیت کے رنگ میں رنگین ہو چکے تھے، حالانکہ اس سے پچاس سال قبل کسی یورپین کو اتنی اجازت بھی نہ تھی کہ وہ اپنی ہیٹ سر پر رکھ کر دمشق کے بازاروں سے گذر سکے۔ اِن یورپین مدارس کا اثر اتنا وسیع ہُوا کہ مسلمان طالبات بکثرت یورپین لباس میں ملبوس نظر آنے لگیں، اور اکثر نے پردے کو خیر باد کہہ کر نہایت ہی گھنونی صورت میں یورپین لیڈیوں کی تقلید اختیار کرلی۔ یورپین مدارس کی تعداد کا اِس امر سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بیروت کالج کے پرنسپل نے جب دمشق پر فرانسیسی انتداب آیا تو

اپنے ایک لیکچر میں فخریہ بیان کیا کہ آج سے پچاس سال پہلے بیروت میں صرف ایک عیسائی سکول تھا، لیکن اب شام ولبنان میں تقریباً ایک سو عیسائی سکول ہیں۔

بلادِ عربیہ کے مشہور ترین مدارس جو عیسائیوں نے قائم کئے، اُن میں سے ممتاز مدارس بالخصوص مصر و شام میں امریکنوں اور فرانسیسیوں کے ہیں۔ عیسائیوں نے سارے اسلامی ممالک میں سکولوں اور ہسپتالوں کے ذریعہ اپنے مذہبی اثر کو اتنا وسیع کیا، کہ اگر کسی عرب باشندہ کے سامنے تبلیغ اور مبلّغ کا نام لیا جاتا، تو وہ اس سے صرف عیسائیت کی تبلیغ اور عیسائیت کا مشنری سمجھتا۔ تبلیغِ اسلام اور مبلّغِ اسلام کے نام سے عرب دُنیا قطعی ناآشنا تھی۔ اور اس حقیقت سے اُنہیں محض سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت نے روشناس کیا، کہ تبلیغ سے مُراد صرف عیسائیت ہی کی تبلیغ نہیں، بلکہ تبلیغِ اسلام بھی موجود ہے، اور مبلّغ سے محض عیسائی مشنری ہی مُراد نہیں، بلکہ مبلّغِ اسلام بھی موجود ہیں۔

بلاشبہ ترکی کے مشہور قائد احمد جمال پاشا نے پہلی جنگِ عظیم کے وقت ایک دینی کالج بیت المقدس میں "کلیۃ صلاح الدین الایوبی" کے نام سے قائم کیا تھا، جس کی غرض مبلّغ اسلام تیار کرنا تھی۔ مَیں اس کالج کے طلباء میں سے ایک ہوں، اور جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب حال ناظر امور عامہ قادیان اس کے پروفیسروں میں سے ایک ممتاز پروفیسر تھے۔ لیکن افسوس اِس کالج سے بھی کوئی اسلامی مبلّغ پیدا نہ ہُوا، اور ترکوں کی شکست کے ساتھ وہ بھی بند ہو گیا۔ اس کے اساتذہ اور طلباء سب بکھر گئے، اور کسی نے اس طرف توجہ نہ دی کہ کن اغراض کے ماتحت یہ کالج قائم ہُوا تھا، سوائے مکرم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کے، جنہیں اُس وقت احمد جمال پاشا نے تمام علماء سے چُن کر تاریخ و فلسفۂ ادیان کی تعلیم کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ گویا اس کالج سے بھی کوئی ایسا فرد نہ نکلا جس کے پہلو میں اسلامی دل اور جس کی رُوح میں صدق و صفا اور دینی جذبہ موجزن ہو سوائے حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کے خدام میں سے ایک کے، جو اَب بھی

اشاعتِ اسلام میں مصروف ہیں۔

جس طرح مسیح کا نام ایک خوبصورت نام ہے مگر عیسائیوں نے اسے الوہیت کی طرف منسوب کرکے داغدار کردیا ہے، جس کے باعث خود ان کا نام المسیح الدجال رکھدیا گیا، اسی طرح بلادِ عربیہ میں تبلیغ کا نام بھی بوجہ عیسائی مشنریوں کی کثرت کے صرف الوہیتِ مسیح کی تبلیغ کیساتھ وابستہ ہوکر برا سمجھا جانے لگا۔ سو اللہ تعالےٰ نے اپنے بندے سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کو اُمتِ محمدیہ سے مبعوث فرمایا اور اُسے مسیح کا نام دیا تا لفظِ مسیح کے پاک مفہوم کو ظاہر کرکے اِس نام کو اُس داغ سے پاک کیا جاوے جو اس کی طرف ربوبیت کو منسوب کرنے سے اس پر لگ چکا ہے۔ اور مسیح موعود علیہ السلام کے خدام و اتباع اکنافِ عالم میں پھیل گئے جو مبلغ اسلام کہلائے، تا تبلیغ کے نام کو بھی جو مسیحی تبلیغ کے ساتھ وابستہ ہوکر مکروہ ہوچکا تھا، دوبارہ مطہر کردیا جائے، اور تا مسیحِ محمدی کے مناد تمام کُرۂ معمورہ میں جاکر یہ ثابت کردیں کہ سچا دین اللہ تعالےٰ کے نزدیک صرف اسلام ہے، اور خدا ہی وحدہٗ لاشریک اور ہر چیز کا رب ہے۔

بلادِ عربیہ میں عیسائی مشنریوں کا سب سے زیادہ اثر شام، فلسطین اور مصر میں ہوا۔ اور جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ جہاں دجال جائے گا مسیح موعود بھی اس کے پیچھے پیچھے اس کے قتل کے لئے جائے گا، سو ایسا ہی ظہور میں آیا، کیونکہ بلادِ عربیہ میں سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعوت بھی سب سے پہلے انھیں علاقوں میں پہنچی۔ اور مسیحی مشنریوں کے ساتھ احمدی مبلغین کے مباحثات و مناظرات نے مسیحی مشنریوں کو مرعوب کردیا۔ اور احمدیوں کے ذریعہ غلبہ اسلام کی ایسی دھاک بیٹھ گئی کہ چند ابتدائی مناظرات کے بعد کسی عیسائی مشنری کو خواہ کتنا بڑا عالم ہو کسی احمدی مبلغ کے ساتھ مناظرہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی، اور احمدی مبلغ کا نام سن کر عیسائی منادوں پر کپکپی طاری ہوجاتی رہی۔

سب سے پہلا تحریری مناظرہ جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس اور امریکن پادری ریورنڈ الفرڈ نلسن صاحب کے درمیان میری کوششوں سے دمشق میں ہوا۔ موضوع مناظرہ یہ تھا، کہ مسیح ناصریؑ کی وفات جیسا کہ قرآن مجید نے فرمایا ہے صلیب پر نہیں ہوئی۔ میرے قبول احمدیت کا سب سے بڑا سبب یہی مناظرہ تھا۔ کیونکہ میں نے دیکھا کہ احمدی مبلغ کے دلائل و براہین لاجواب تھے۔ مسیحی مناظر سے ان کا کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اور عزت و غلبۂ اسلام نصف النہار کی طرح ظاہر ہو گیا۔ عیسائی پادری اور مولانا شمس میں مناظرہ سے پہلے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ اختتام مناظرہ پر ساری روئداد مناظرہ فریقین کے خرچ پر طبع کرائی جائے گی۔ لیکن جب مناظرہ ہو چکا، تو وہ اپنے اس عہد سے پھر گیا۔ اور مناظرہ کو طبع کرانے پر رضامند نہ ہوا۔ اس مناظرہ کے چند سال بعد میں نے اسے احمدی رسالہ "البشریٰ" میں، جو عربی زبان میں جبل الکرمل سے شائع ہوتا ہے کئی قسطوں میں شائع کیا۔ نیز اسے کتابی صورت میں "اَعْجَبُ الْاَعَاجِیْبِ فِیْ نَفْیِ الْاَنَاجِیْلِ لِمَوْتِ الْمَسِیْحِ عَلَى الصَّلِیْبِ" کے نام سے شائع کیا۔ اس مناظرہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ قبولِ احمدیت کے لئے کھول دیا، اور مجھے مسیح موعودؑ کی جماعت میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد میں موسمی تعطیلات گذارنے کے لئے دمشق سے کچھ فاصلے پر بلودان نامی ایک پہاڑی گاؤں میں گیا۔ وہاں کے پادری نجم الذہبیہ نامی سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں کے قیام کے دوران میں اس پادری سے کئی مباحثات ہوئے جن کے نتیجہ میں آخر کار اُسے راہِ فرار اختیار کرنا پڑی، اور اُس نے یہ کہہ کر مجھ سے اپنا پیچھا چھڑایا، کہ گو میں آپ کے دلائل و براہین کا جواب نہیں دے سکتا، لیکن مصر میں ایک بڑے پادری صاحب ہیں وہ آپ کے تمام اعتراضات کا جواب دیں گے۔ میں نے مولانا شمس صاحب کو جو ان دنوں مصر میں تھے، لکھا کہ وہ اس پادری سے مل کر تبادلۂ خیالات فرمائیں۔ لیکن مصر کے تمام پادریوں نے الوہیت مسیحؑ وغیرہ میں سے کسی موضوع پر بھی شمس صاحب سے مناظرہ نہ کیا،

اور کوئی بھی مقابلہ پر نہ آیا۔

شمس صاحب نے بڑی تحدی سے ایک رسالہ "البرھان الصریح فی ابطال الوھیة المسیح" لکھ کر تمام پادریوں کو چیلنج کیا کہ اس کا ردّ لکھیں، مگر کسی کو اسکا جواب دینے اور چیلنج قبول کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس کے بعد شمس صاحب مصر سے واپس دمشق تشریف لے آئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد بحیثیتِ مبلغ آپ دوبارہ مصر تشریف لے گئے مجھے بھی آپ کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ مصر پہنچنے پر ہم نے دیکھا کہ بعض امریکی مشن بعض خاص دنوں میں علی الاعلان مسیحیت کی تبلیغ کرتے ہیں اور مصر کے علماء باوجود کثرت کے کوئی بھی اُن کی تردید کے لئے نہیں آتا، اور وہ لگاتار اسلام اور بانیٔ اسلامؐ کے خلاف مسلمان نوجوانوں میں زہر پھیلا رہے ہیں۔ اس پر خاکسار اور شمس صاحب ایک مشن ہاؤس میں گئے۔ وہاں ہم نے دیکھا کہ ایک مسیحی عرب شیخ کامل منصور نامی صداقت اناجیل پر لیکچر دے رہا ہے، اور یہ کہہ رہا ہے، کہ دیکھو اناجیل کی اشاعت کسی جنگ و جدال کی مرہونِ منت نہیں، بلکہ وہ اپنی روحانی قوت سے اکنافِ عالم میں پھیلیں۔ لیکچر کے اختتام پر میں نے اس سے کہا کہ صداقتِ اناجیل پر شمس صاحب سے پبلک مناظرہ کر لو، تا لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ کیا واقعی موجودہ اناجیل الہامی اور خدا کی طرف سے ہیں؟ اس پر اُس نے فوراً میری دعوت قبول کر لی، اور خیال کیا کہ خوب شکار ہاتھ آیا۔ اُس نے ہماری دعوت پر بہت خوشی کا اظہار کیا۔ کیونکہ اُسے خیال تھا کہ اُس کے دلائل لاجواب ہیں۔ لیکن مناظرہ شروع ہونے پر جب اسے اپنے دلائل کا بودا پن معلوم ہوا، اور لوگوں پر اس کے خلاف بُرا اثر پڑنے لگا، تو اُس نے ہم سے درخواست کی کہ بقیہ بحث کسی آئندہ روز پر ملتوی کی جائے لیکن جب دوسری مرتبہ مناظرہ شروع ہوا تو پہلی دفعہ سے بھی زیادہ اُس کی سُبکی ہوئی، اور دلائل و براہین اسلامی نے اس کے چھکّے چھڑا دیئے اور اُسے ایسا مبہوت کیا کہ اُس نے دوبارہ درخواست کی کہ بقیہ مناظرہ آئندہ پر ملتوی

کیا جائے۔ ہم نے منظور کرلیا۔ لیکن تیسری مرتبہ جب ہم آئے تو بجائے مناظرہ کرنیکے اُس نے کہا کہ شمس صاحب احمدی مناظر ہیں، اور مسلمان احمدیوں کو مسلمان نہیں سمجھتے، اس لئے وہ احمدی مناظر سے بحث کرنے کے لئے تیار نہیں۔ شمس صاحب نے فرمایا کہ تم عیسائیت کے وکیل ہو اور میں اسلام کی طرف سے مدافعت کرتا ہوں۔ جب میں نے یہ سوال نہیں اُٹھایا کہ آیا تمہیں باقی عیسائی فرقے عیسائی قرار دیتے ہیں یا نہیں، تو پھر تمہیں کہاں سے یہ حق پہنچتا ہے کہ مجھ پر یہ اعتراض کرو۔ اس کا سوائے اس کے اور کوئی مطلب نہیں کہ تم مناظرہ کرنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ اور اسلامی دلائل سے عاجز آکر اوچھے ہتھیار وں پر اُتر آئے ہو۔ لیکن اس طرح غیرت دلانے کے باوجود بھی اُسے مناظرہ جاری رکھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ مسلمان حاضرین نے پُرجوش تالیوں سے عیسائی پادری کی شکست اور اسلامی مبلغ کی فتح کا اعلان کیا۔ اور کئی منٹ تک اپنی تالیوں سے میدانِ مناظرہ کو گرمائے رکھا۔

اس کے بعد شمس صاحب نے اس موضوع پر ایک پمفلٹ بنام "تحقیق الادیان" شائع کیا، جس میں ثابت کیا کہ موجودہ اناجیل وحی الٰہی نہیں ہیں۔ اور عیسائیوں کو چیلنج کیا کہ اگر ان میں ہمت ہے تو اس کا جواب لکھیں۔ لیکن تمام پادریوں نے ایسی خاموشی اختیار کی گویا یہ رسالہ ایک صاعقہ تھی، جس نے سب پر موت طاری کردی۔ اسی اثناء میں مصری عیسائیوں کی مجلسِ اعلیٰ کے ایک رکن سے مجھے معلوم ہوا، کہ یہ رسالہ جس کے کُل بتیس صفحات ہیں، اس کے جواب پر غور کرنے کے لئے مجلسِ اعلیٰ کی عنقریب ایک میٹنگ منعقد ہونیوالی ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ جب یہ معاملہ مجلس میں پیش ہوا تو سوائے خاموشی کے اور کوئی جواب اُن سے نہ بن پڑا۔ ان مناظرات کی مصر میں بڑی شہرت ہوئی اور اس سے مصر میں جماعت احمدیہ کا باقاعدہ قیام عمل میں آیا۔ سب سے پہلا مصری جسے قبولِ احمدیت کا شرف حاصل ہوا، وہ اخی فی اللہ عبدالحمید خورشید ہیں۔ ان کے بعد احمد حلمی صاحب احمدی ہوئے۔ یہ دونوں صاحبان زیارتِ قادیان دارالامان سے مشرف اور سیدنا حضرت امیرالمومنین المصلح الموعود

اور صحابۂ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملاقات سے بہرہ اندوز ہو چکے ہیں، اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے روضۂ مبارک کو بچشم خود دیکھ چکے ہیں۔

مولنٰنا ابو العطاء صاحب مبلغ اسلام کی قادیان سے بلادِ عربیہ کے لئے تقرری کے بعد مولنٰنا شمس صاحب انہیں چارج دیکر قادیان تشریف لے آئے۔ مکرم مولنٰنا ابو العطاء صاحب کے بھی پادریوں کے ساتھ فلسطین اور مصر میں عظیم الشان مناظرات ہوئے۔ ان مناظرات میں عیسائی پادریوں کو بُری طرح شکست ہوئی اور مناظرات کا پبلک پر بہت ہی عمدہ اثر پڑا۔ یہاں تک کہ ایک مناظرہ کے بعد میدانِ مناظرہ ہی میں ایک مشہور مصری نے کھڑے ہو کر مولنٰنا ابو العطاء سے یوں خطاب کیا:۔

"آپ نے بے نظیر دلائل اور قاطع براہین سے اسلام کے چہرہ کو منوّر کر دیا ہے۔ اور اس کا بول بالا کر دیا ہے۔ احمدیت کی وجہ سے مَیں آپ کی صورت دیکھنا بھی مکروہ سمجھتا تھا، لیکن میرا دل اب خوشی سے باغ باغ ہو گیا ہے، اور آپ کی محبت سے پُر کیونکہ آپ نے اسلام کی طرف سے مدافعت کر کے مخالف کے دانت کھٹے کر دیئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ پر برکات نازل فرمائے، اور اپنی تائید و نصرت آپ کے شاملِ حال رکھے، اور خدمتِ اسلام کی توفیق عطا فرمائے۔"

مولنٰنا ابو العطاء صاحب نے یہ مناظرات طبع کروا کر کلیسیائے عربیہ کے عمائدین کے پاس بھیجدیئے، اور انہیں چیلنج کیا، کہ ان کا رد لکھیں۔ مگر کسی نے جواب دینے کی جرأت نہ کی۔

مولنٰنا ابو العطاء نے ایک رسالہ "العهد الجديد هو القرآن المجيد" کے نام سے شائع کیا، جس میں یہ ثابت کیا، کہ عہد جدید جس کا وعدہ تورات میں دیا گیا تھا، موجودہ اناجیل نہیں ہیں، بلکہ قرآن مجید ہے۔ اس کے علاوہ کئی ٹریکٹ شائع کئے اور مضامین لکھے، جن میں عیسائیوں کو مقابلہ کے لئے للکارا۔ آپ کے مضامین رسالہ "البشریٰ" اور "البشارة الاسلامیہ" کے علاوہ الگ پمفلٹوں کی صورت میں بھی شائع ہوئے۔

مولانا ابو العطاء کا ایک بڑا کارنامہ رسالہ "البشریٰ" کا اجراء ہے جو بلادِ عربیہ میں جماعت احمدیہ کا آرگن اور گذشتہ کئی برس سے اسلام و احمدیت کی شاندار خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ یہ رسالہ کبابیر ضلع حیفا (فلسطین) سے شائع ہوتا ہے۔ کبابیر بلادِ عربیہ میں سے احمدیوں کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ یہاں احمدیت کو دوسرے عربی ممالک کی نسبت زیادہ کامیابی نصیب ہوئی ہے۔

مولانا ابو العطاء صاحب کے بعد مولانا محمد سلیم صاحب فاضل مشن اور رسالہ "البشریٰ" کے انچارج ہوئے۔ ان کے بعد ابھی تک مولانا محمد شریف صاحب فاضل انچارج مشن اور رسالہ "البشریٰ" کی ادارت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ علماء اور تبلیغِ اسلام کے کام میں مصروف ہیں لیکن مذکورہ بالا چار مبلغینِ اسلام میں سے اوّل الذکر دو مبلغین کی مراجعت قادیان کے بعد عیسائیت کے خلاف جارحانہ حملوں کی شدت میں دو وجوہات کی بناء پر کمی آگئی۔ ایک تو یہ کہ عیسائیوں نے احمدی علماء سے شکست کھا کر مقابلہ ترک کر دیا، اور ہتھیار ڈال دیئے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جنگ سے تین سال قبل فلسطین کے علاقہ میں بہت سی شورشیں اور فساد برپا رہے، اور اس کے بعد حالیہ جنگ عظیم شروع ہوگئی۔ لیکن اب جبکہ ان علاقوں میں امریکی نفوذ بڑھ گیا ہے، امریکہ نے بہت سے نئے سکول جاری کئے ہیں، اور بہت سے نئے مشن بھی کھل گئے ہیں۔ ان کے مقابلہ کے لئے وہاں کے احمدیوں نے بھی کافی تیاری کر رکھی ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دوبارہ عیسائیت اور اسلام کی مذہبی جنگ پہلے سے زیادہ شدت کیساتھ جاری ہوگی، جس میں انشاء اللہ ہماری فتح یقینی ہے۔

مذکورہ بالا مبلغین کے ورود سے پہلے سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مکرم جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کو دمشق بھیجا تھا۔ آپ نے وہاں کے قیام کے دوران میں ایک کتاب "حیاۃ المسیح ووفاتہ" کے نام سے تحریر فرمائی۔ اُس وقت آپ کے ساتھ شمس صاحب بھی تھے۔ اِس کتاب کا اثر نہ صرف ان عیسائیوں پر پڑا جو

وفاتِ مسیح میں اپنے مذہب کی موت تصور کرتے تھے، بلکہ بڑے بڑے مسلمان علماء اور فضلاء لوگوں پر بھی اس کا بہت بڑا اثر ہؤا۔ چنانچہ مجھے مصر کے مشہور مفکر احمد زکی پاشا نے کئی مرتبہ کہا، کہ مَیں خیال کرتا تھا، احمدیوں میں کوئی مسلمان نہیں لیکن اب اِس رسالہ کے مطالعہ کے بعد میرا یہ خیال ہے، کہ وفاتِ مسیح کے متعلق جو تحقیق احمدیوں نے کی ہے اور جس سے اسلام کی برتری ثابت ہوتی اور عیسائیت پر کاری ضرب لگتی ہے، یہ ایک امر ہی احمدیوں کی تمام اسلامی فرقوں پر فضیلت کے لئے کافی ہے۔ ان کے علاوہ ایک اور ممتاز شخصیت یعنی محسن بک البرازی نے جو حکومت سوریا کے سابق وزیر اور اب سوریا کے القصر الجمہوری کے معتمد اوّل ہیں، اس علمی تحقیق سے متاثر ہو کر مجھے کہا، کہ افسوس! اگر میرے دُنیوی مشاغل مانع نہ ہوتے تو سب سے بہترین کام اور سب سے معزز پیشہ جس کے اختیار کرنے پر میں فخر کرتا، یہی تبلیغ اسلام کا تھا جسے احمدی حضرات سر انجام دے رہے ہیں۔

بلادِ عربیہ میں صرف مشائخ اور مُلّاؤں ہی کا ایک گروہ ہے، جو اپنی کورانہ تقلید کے باعث احمدیوں کا مخالف ہے۔ یہ لوگ بجائے اِس بات سے عبرت حاصل کرنے کے کہ ان کی دینی قیادت کے ماتحت مسلمان کیسے گر چکے ہیں، اور ان کی نااہلی کے باعث مصطفےٰ کمال پاشا اور تمام مہذب اسلامی حکومتوں نے اُن سے کیسا استغناء کا سلوک روا رکھا، بوجہ اپنی جہالت کے ہر مبارک اسلامی تحریک کے راستہ میں سنگِ گراں بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مصر، شام اور فلسطین کے جن علماء نے احمدیت کے خلاف مخالفت کا بیڑا اُٹھایا ہے، وہ تعداد میں انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ شروع شروع میں اِن نام نہاد علماء نے احمدیت کے خلاف شور ڈالا اور مشاہیر علماء نے خود تحقیق نہ کی، اس لئے احمدیوں کے خلاف عوام میں بدظنی پھیل گئی۔ عوام کو مولویوں نے یہ کہہ کر بھی بھڑکایا، کہ احمدی انگریزوں کے جاسوس ہیں۔ اس کے لئے انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اُن تحریرات کو پیش کیا جن میں حضور نے انگریزوں کی اس لئے تعریف کی ہے کہ انہوں نے مذہبی آزادی دے رکھی ہے، اور تبلیغِ اسلام پر کوئی

پابندی عائد نہیں کی۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے مشائخ کی اِس مخالفت ہی کو بلادِ عربیہ میں احمدیت کے ظہور کا ذریعہ بنا دیا۔

دمشق اور فلسطین میں شمس صاحب نے بھی کئی کتابیں اور پمفلٹ مشائخ و علماء کے غلط عقائد کی تردید میں لکھے۔ جن میں سے بڑی بڑی کتابوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ میزان الاقوال توضیح المرام، دلیل المسلمین، جوھر الکلام، الفوز المبین، کشف اللثام، الحق ابلج والباطل یلجلج، ان کے علاوہ تردید بہائیت پر آپ نے ایک کتاب تنویر الالباب اور صداقت احمدیت پر نداء عام کے نام سے لکھی۔ اِن کتابوں اور رسالوں کا یہ اثر ہؤا کہ مخالف مولوی پسپا ہو گئے، اور ان کی معقول تردید سے عاجز آگئے۔ مجھے دمشق کے بعض مشہور علماء نے کہا کہ بلاریب احمدیت آسمانی تحریک ہے، یہ ضرور ان علاقوں میں پھیلے گی، اور غلبہ پائیگی۔ اور بعض نے کہا کہ احمدیت ایک اہم تحریک ہے، اس کے متعلق تحقیق ضروری ہے۔

شمس صاحب نے اپنی کتاب "میزان الاقوال" میں تمام علماء و مشائخ کو چیلنج کیا کہ اگر ان میں ہمت ہے تو اس کا ردّ لکھیں۔ اِس کتاب میں بیس سے زائد سوالات نزولِ مسیح اور ظہورِ دجال کے متعلق تھے۔ آپ نے مولویوں سے مطالبہ کیا کہ اُن کے معتقدات کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن کریم اور احادیث میں تناقض لازم آتا ہے۔ نیز خود اُن کے بعض عقائد بعض سے ٹکراتے ہیں۔ کیونکہ وہ ظاہری الفاظ سے تمسک کرتے، اور حقیقی معنوں کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اِس کا جواب انہوں نے وہی دیا جو ہمیشہ مخالفینِ حق راستبازوں کو دیا کرتے ہیں یعنی بجائے دلائل کا مقابلہ دلائل ہی سے کرنے کے انہوں نے شمس صاحب کے قتل کی سازش کی، اور رات کی تاریکی میں ان پر خنجر سے حملہ کر کے انہیں سخت زخمی کر دیا۔ لیکن اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے آپکو سلامت رکھا، اور اس مہلک زخم سے صحت عطا فرمائی۔ تا آپ ہمارے امام المصلح الموعود کے جھنڈے تلے خدمت و احیاءِ اسلام کیلئے کوشاں رہیں۔

ہمارے مقابلہ کے لئے فلسطین کی مجلس اعلیٰ اسلامیہ نے ایک خاص مبلغ شیخ مراد اصفہانی مقرر کیا۔ اس مبلغ کی اپنی عملی حالت یہ تھی کہ یورپین لباس میں ملبوس اور ڈاڑھی منڈاتا ہے۔ اس کے بارے میں شمس صاحب نے مجھے لکھا کہ میں فلسطین جاکر اسے ملوں۔ چنانچہ میں فلسطین گیا اور اس سے ملا۔ کبابیر میں میرا اور اس کا مناظرہ ہوا جس میں اسے ایسی ہزیمت اٹھانی پڑی، کہ وہ گاؤں ترک کرنے پر مجبور ہوگیا۔ پھر مجھ سے اس نے درخواست کی کہ میں اس سے دوبارہ حیفا میں جمعیۃ شبان المسلمین کے روبرو مناظرہ کروں میں نے اس کی دعوت قبول کی، اور جمعیۃ شبان المسلمین کے ہال میں بھی اس سے مناظرہ کیا۔ اس مناظرہ میں بہت سے ممتاز لوگ شریک ہوئے۔ جمعیۃ کے سیکرٹری صاحب جو ایک ممتاز وکیل ہیں وہ بھی موجود تھے۔ اس مناظرہ میں بھی خدا کے فضل سے اسے شکست فاش نصیب ہوئی۔ میں نے خود حاضرینِ مناظرہ کو مناظرہ کے بعد باہم ایک دوسرے سے یہ کہتے سنا، کہ واقعی احمدیت حق ہے۔ اس مناظرہ سے فلسطین میں غیر احمدی علماء کے مقابلہ میں بھی احمدیت کے عقائد کا غلبہ ظاہر ہوگیا، حتیٰ کہ اسلامی مجلس اعلیٰ کے ایک ممتاز رکن نے کہا کہ احمدیت واقعی سچی ہے، اور احمدی خادمِ اسلام ہیں۔ اس کے بعد اسلامی مجلس اعلیٰ نے سرکاری طور پر تسلیم کیا، کہ احمدی مسلمان ہیں، اور اس کی اطلاع محکمہ شرعیہ حیفا کو دی، تاکہ احمدیوں کے نکاح میں کوئی روک پیدا نہ ہو۔

فلسطین میں ہماری جماعت نے بہائیت کا مقابلہ بھی کیا۔ مولٰنا شمس صاحب، مولٰنا ابوالعطاء صاحب، مولٰنا محمد سلیم صاحب اور مولٰنا محمد شریف صاحب سب مبلغینِ اسلام نے بہائیوں کے زعیم شوقی آفندی سے ملاقاتیں کیں، اور ان کے نمائندوں سے مناظرات بھی کئے۔ شوقی صاحب خود تو ہمیشہ مختلف حیلوں بہانوں سے احمدیوں سے بحث کرنے کو ٹالتے ہی رہے لیکن ان کے علماء سے مختلف مواقع پر تبادلۂ خیالات ہوجاتا رہا۔ پہلی مرتبہ جب حیفا میں شوقی صاحب سے شمس صاحب کی ملاقات ہوئی، تو اس نے شمس صاحب سے

عربی زبان میں گفتگو کی۔ اس کے چند ماہ بعد میں شمس صاحب کی معیت میں حیفا گیا اور شوقی آفندی صاحب سے حدیقہ بہائیہ میں ملاقات کی لیکن جب عربی میں گفتگو شروع کی تو انہوں نے عذر کیا کہ وہ عربی میں گفتگو نہیں کر سکتے انگریزی میں بول سکتے ہیں۔ وہاں سے واپس آنے پر شمس صاحب نے مجھے کہا، شوقی صاحب نے کیسی غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ وہ مجھ سے حیفا میں عربی زبان میں گفتگو کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ عکہ اور حیفا میں عربوں میں ہی پلے اور جوان ہوئے مگر عربی سے ناواقفیت کا عذر کیا۔ بہائیوں کے زعیم کی یہ خلاف بیانی ہمارے لئے باعث تعجب کا موجب ہوئی۔ اس کے علاوہ مجھے دوسرے بہائیوں کے متعلق بھی یہ تجربہ ہوا۔ وہ جھوٹ سے کام لیتے ہیں۔ ایک مرتبہ حیفا میں ایک بہائی سے ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو میں جب پوچھا تو اس نے اپنے بہائی ہونے سے انکار کیا اور تقیہ کے لباس میں احمدیت پر اعتراضات کرتے ہوئے اس نے اپنے ارد گرد کے دو تین آدمیوں کو بھی اکسایا تا وہ میرے خلاف شرارت پیدا کریں لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد معلوم ہو گیا کہ وہ بہائی ہے۔ چنانچہ میرے اصرار سے دریافت کرنے پر آخر اُسے اپنی بہائیت کا اقرار کرنا پڑا۔ میں نے حاضرین سے کہا، دیکھئے! یہ کیسا جھوٹا شخص ہے، ابھی اس نے کہا تھا کہ وہ بہائی نہیں ہے لیکن اسی مجلس میں اپنی بہائیت کا اقرار کرنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ اس پر حاضرین نے اسے بہت شرمندہ کیا۔

حیفا اور عکہ کو بہائی اپنا مرکز کہتے ہیں لیکن ان دونوں مقامات میں ان کی تعداد اتنی قلیل ہے کہ ایک اجنبی کو وہاں جا کر بہائیوں کا پتہ لگانے میں بڑی دقت پیش آتی ہے جبکہ بہائی اپنے مزعومہ مرکز میں اس قدر قلیل التعداد ہیں، تو باہر ان کی جو تعداد ہوگی اس کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے۔

احمدیت نے مصر، شام اور فلسطین میں اسلام کی تائید اور عیسائیت، بہائیت اور دیگر مخالفین اسلام کی تردید میں جو کچھ کیا اس کے ذکر کے بعد میں اپنے مضمون کو اس ذکر پر ختم کرتا ہوں جو احمدیت نے اپنا اثر و نفوذ مصر میں پیدا کیا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ

کے مخالفین میں سے مصر کے ایک عالم الشیخ رشید رضا ایڈیٹر اخبار "المنار" تھے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب "الھدیٰ والتبصرۃ لمن یریٰ" انہیں شیخ صاحب کے مقابلہ میں تصنیف فرمائی تھی۔ اس میں آپ نے ان کی شکست اور ہزیمت کی پیشگوئی بھی فرمائی جس کے الفاظ یہ ہیں:۔ "اَمْ لَہٗ فِی الْبَرَاعَۃِ یَدٌ طُوْلٰی سَیُھْزَمُ فَلَا یُرٰی نَبَأٌ مِّنَ اللّٰہِ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی۔" یعنی کیا اُسے فصاحت و بلاغت میں کمال حاصل ہے۔ عنقریب وہ شکست کھائے گا۔ سو نہ دیکھا جائے گا۔ یہ اس خدا کی طرف سے پیشگوئی ہے، جو تمام اسرار اور مخفی باتوں کو جاننے والا ہے۔

شیخ رشید صاحب نے کہا کہ اس پیشگوئی میں حضور نے ان کی موت کی خبر دی تھی اور فرمایا تھا کہ وہ حضور سے پہلے فوت ہو جائیں گے لیکن یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ چونکہ وہ لوگوں میں احمدیت کے خلاف اس کا پروپیگنڈا کرتے تھے۔ اس لئے میں نے اُن کو دمشق سے ایک مقالہ لکھ کر بھیجا۔ جس میں ان کی غلطی واضح کرتے ہوئے لکھا، کہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں تحریف کی ہے۔ حضور نے تو آپ کی میدانِ براعت سے ہزیمت کی پیشگوئی فرمائی تھی ہزیمت سے مراد آپ نے موت کیسے لے لی؟ میرے مقالہ کے جواب میں انہوں نے "المنار" کی تین اشاعتوں میں تردیدی مضامین سپردِ قلم کئے، جن میں لکھا، کہ میں نے کبھی قطعی طور پر نہیں کہا کہ حضرت مسیح موعود نے میری موت کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے "المنار" میں یقین کے ساتھ یہ لکھ چکے تھے۔

اس کے بعد مسئلہ جہاد پر بھی اُن سے تبادلۂ افکار ہوا۔ تھوڑی سی بحث کے بعد انہوں نے "باقی آئندہ" کا وعدہ کر کے بحث کو ملتوی کر دیا۔ میں "باقی آئندہ" کا مدت تک انتظار کرتا رہا۔ لیکن اس کے کئی سال بعد تک انہوں نے کچھ نہ لکھا، اور بغیر جواب لکھے وفات پا گئے۔

برادرم عبد العزیز صاحب احمدی نے بھی تائید احمدیت میں ایک مضمون اخبار "الاھرام" میں السید رشید صاحب کی زندگی میں لکھا تھا۔ میں بھی اُن دنوں مصر میں موجود تھا۔

اس کی تردید میں شیخ موصوف نے قلم اُٹھایا، اور احمدیت پر حملے کئے۔ اسکا جواب میں نے عبدالعزیز صاحب موصوف کی طرف سے اخبار "السیاسہ" میں دیا، اور اخبار مذکور کے ایڈیٹر ڈاکٹر حسین ہیکل سے جو ایک مشہور و معروف ہستی ہیں ملاقات بھی کی۔ آپ کے اخبار "السیاسہ" میں میں نے بڑی تحدی سے شیخ رشید رضا صاحب کو لکھا کہ میرے مضامین کا جواب "السیاسہ" میں لکھیں۔ مگر انہوں نے صرف اتنا لکھنے پر اکتفا کی، کہ وہ ایسی جماعت کے خلاف کچھ لکھنا نہیں چاہتے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی منکر اور جہاد کو باطل قرار دیتی ہے۔ میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ قرآن مجید میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظ خاتم النبیین وارد ہوا ہے اور اس پر احمدیوں کا ایمان ہے۔ احمدی تو ایک ذرہ قرآن مجید سے انحراف کو موجب کفر سمجھتے ہیں۔ اور دُنیا میں کوئی احمدی فرد ایسا نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا منکر ہو۔ اور ہر احمدی بیعت کے وقت آنحضورؐ کے خاتم النبیین ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ پس یہ کہنا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے ہم پر ظلم ہے۔ ہاں لفظ خاتم ختم کمالات کے معنوں میں آیا ہے۔ اور مسیح موعود کی آمد جیسا کہ احادیث میں ہے اور مفسرین نے بھی لکھا ہے اس بات کو ظاہر کرتی ہے، کہ مطلقاً نبوت مسدود نہیں۔ کوئی نبی ایسا نہیں آسکتا جو شریعت جدیدہ لائے، اور خادم اسلام نہ ہو۔ ختم کے معنی اگر نبوت کے بند ہونے کے کئے جائیں، اور اُدھر مسیح علیہ السلام جو نبی تھے ان کی آمد اُمتِ محمدیہ میں مانی جائے، تو ان دونوں امور میں تناقض لازم آتا ہے۔ رہا مسئلۂ جہاد، سو جہاد بالسیف مشروط بشرائط ہے۔ اگر شروط پائی جائیں تو فرض ہے ورنہ نہیں۔ آخر میں میں نے انہیں مخاطب کر کے لکھا کہ میرے دلائل کا رد لکھیں۔ اگر نہ لکھا تو ثابت ہو جائے گا کہ آپ حق پوشی کرتے ہیں اور میرے دلائل کو توڑنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ مشہور آدمیوں میں سے یہ آخری شخص تھا، جس نے آخری مرتبہ حضورؑ کے خلاف اپنے اخبار "المنار" میں تعصب و جہالت کی وجہ سے

مضامین لکھے۔

یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس سے پہلے ایک مرتبہ مولانا ابو العطاء صاحب محترم مولانا الشیخ محمود احمد صاحب عرفانی مرحوم کی معیت میں شیخ رشید رضا کے پاس گئے۔ انہوں نے اُن کے سامنے صداقت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل پیش کئے اور تبادلۂ خیالات کی دعوت بھی دی۔ مگر سید رشید رضا صاحب نے جواباً صرف یہ کہا کہ میرے پاس وقت نہیں ہے۔

اس کے بعد اخبار "الازہر" نے احمدیت کے خلاف مضامین لکھے جن کا مولانا ابو العطاء صاحب نے اخبار "البشارۃ الاسلامیۃ" میں رد لکھا۔ اس مخالفت کے علمبردار جمعیۃ الہدایۃ الاسلامیہ مصر کے صدر اور اخبار "الازہر" کے سابق ایڈیٹر خضر حسین صاحب تھے۔ میں نے ایک مرتبہ اُن سے کہا کہ آپ وفات و حیات مسیح کے مسئلہ پر کچھ نہیں لکھتے۔ حالانکہ یہ ایک اہم متنازعہ فیہ مسئلہ ہے۔ کیا آپ اس مسئلہ پر پبلک مناظرہ اور اس کے بعد مسنون طریق پر مباہلہ کر لیں۔ ہم تو تیار ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مباہلہ کرنے کا معتقد نہیں ہوں۔ میں نے کہا اگر مباہلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل ہو سکتا ہے تو آپ کے بعد کسی اور مدعی کے لئے کیوں دلیل نہیں ہو سکتا؟ انہوں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور خاموش ہو گئے۔

ازہر یونیورسٹی کی سیادت الشیخ مصطفےٰ مراغی مرحوم کی طرف منتقل ہونے کے بعد اخبار "الازہر" نے حضرت احمدیت کے خلاف لکھنا بند کر دیا بلکہ اس کے برعکس اس میں علماء ازہر کا یہ فتویٰ شائع ہوا کہ مسیح ناصری وفات پا چکے ہیں۔ اس فتویٰ کے شائع ہونے کا سبب یہ ہوا کہ ایک ہندوستانی عبدالکریم خان صاحب ... مصر تشریف لے گئے۔ انہوں نے ایک فتویٰ شیخ الازہر سے وفات مسیح کے متعلق دریافت فرمایا۔ شیخ الازہر محمود شلتوت صاحب نے قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے استدلال کرتے ہوئے وفات مسیح کا عقیدہ

اخبار "الرسالۃ" اور "الازہر" میں شائع کرایا، اور ساتھ ہی لکھا کہ یہی عقیدہ شیخ الازہر مصطفےٰ المراغی اور شیخ رشید رضا اور مفتی محمد عبدہ کا تھا۔

اب مصر کے ترقی یافتہ طبقہ میں احمدیت کے بخصوص عقائد جیسے وفات مسیح، قرآن کریم میں کوئی منسوخ آیت نہیں، اور جہاد مشروط بشرائط ہے، مقبول ہو چکے ہیں۔ صرف مسئلہ نبوت میں بعض اکابر کو اختلاف ہے لیکن اگر انہوں نے تحقیق جاری رکھی تو امید کی جاتی ہے کہ جیسے مذکورہ بالا عقائد میں انہوں نے احمدیت کا مسلک قبول کر لیا ہے اسی طرح انشاء اللہ اس مسئلہ میں بھی احمدیہ نقطۂ نگاہ سے متفق ہو جائیں گے۔ [illegible]

مصر کے مشہور ادیب الاستاذ عباس محمود العقاد جنہیں مصر [illegible] "کاتب جبار" کے نام سے موسوم کیا کرتے ہیں انہوں نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ یہ تحریک تجدید و احیاء اسلام کی ہندوستان کے صوبہ پنجاب میں ظاہر ہوئی ہے اس نے اپنے اعمال و خدمات سے یورپ [illegible] اسلام کے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ اور [illegible] ہے کہ اس تحریک کا مرکز قادیان دارالامان ہے جو پنجاب کی [illegible] واقع ہے۔ اور دنیا کو یہ بھی علم ہے کہ قادیان سے صرف یورپ ہی میں اشاعت و خدمت اسلام کے لئے علماء نہیں جاتے، بلکہ عرب ممالک میں بھی خدمت و اشاعت اسلام اور عیسائیت کے بے پناہ حملوں کی مدافعت کے لئے جاتے ہیں، اور اسلام کیلئے سد سکندری کا کام دیتے ہیں۔

احمدیت نے عربی ممالک میں جو اسلامی خدمات سرانجام دی ہیں، وہ عربوں کے جمود غفلت اور بے پروائی کے مقابلہ میں ابھی ابتدائی دور میں ہیں، لیکن مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد ہی اسلام کو ان ممالک میں دوبارہ غلبہ عطا کرے گا میں علی وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ احمدیوں کو ان ممالک میں جانے کی توفیق نہ دیتا تو ان ممالک میں عیسائیت کا بے حد زور ہو جاتا اور اسلام کی ترقی بالکل مسدود ہو جاتی۔ عرب ترکوں کے محکوم تھے جس طرح ترکوں نے بالآخر یورپ کی تقلید اختیار کر لی، اور صرف قومی ترقی ہی کو اپنا منتہائے مقصود

قرار دے لیا، اسی طرح عربوں نے بھی اُن کی تقلید میں اسلامی ترقی کے خیال کو یک طرف کرکے دُنیاوی، اور قومی قوت وحکومت کے حصول کو اپنا نصب العین بنالیا، اور اسی کے پیچھے پڑکر اسلامی شعائر کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں یورپ کی نقل کرنے لگ گئے۔

یورپین اقوام کے ہاں ہر قسم کے سامانِ تعیش کی افراط ہے، عربوں میں بھی ان کی تقلید کے باعث بہت سے اخلاقی اور مذہبی عیوب ونقائص پیدا ہوگئے ہیں۔ اور طلباء نو تعلیم یافتہ نوجوانوں کا مغرب زدہ طبقہ تو بعض اوقات اپنی جہالت کے باعث اسلامی احکام اور عقائد مثلاً پردہ، طلاق اور تعدد ازدواج وغیرہ اسلامی مسائل پر ہنسی اور تمسخر کرنے سے بھی نہیں چوکتا۔ اور یہ دراصل عیسائیت کا اثر ہے۔ علماء کرام حجرہ نشین ہیں، یا سیاسی قوت و اقتدار کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ عوام حقیقی مذہبی رہنمائی سے محروم، اور اس وجہ سے شکوک وشبہات کی دلدل میں گرفتار ہیں۔

لیکن اِس آسمانی شہابِ ثاقب کے ظہور نے جو احمدیت کے رنگ میں بلادِ عربیہ میں نمودار ہوا ہے، ہر غیور مسلمان کو اسلام کے روشن مستقبل سے مطمئن کردیا ہے، اور اس کے دل میں یقین پیدا ہوچکا ہے، کہ انشاء اللہ تعالےٰ ضرور اسلام ضلالت کی تمام فوجوں پر غالب آکر رہیگا، جو مغرب کی جانب سے بلادِ عربیہ پر حملہ آور ہیں۔ احمدیت کے ظہور میں صرف اسکے صحیح حالات سے عدم واقفیت روک ہے۔ مسلمان عقلاء کے سامنے جب تحقیقی رنگ میں احمدیت آئے گی اور انہیں علم ہو جائے گا کہ احمدیت آسمانی تحریک اور اُن کی دینی و دُنیوی زندگی کو بلند اور عاقبت میں انہیں سرخرو کرنے والی ہے تو یقیناً وہ اس نور سے متمتع ہوکر اپنی دُنیا وعقبےٰ کو سنوار لیں گے۔ اور حقیقت یہی ہے کہ مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

سماٹرا میں احمدیت

(از محترم مولانا محمد صادق صاحب فاضل مبلغ سماٹرا)

بشارتِ الٰہی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا تھا، یاتون من کل فج عمیق ویاتیک من کل فج عمیق کہ لوگ دُور دُور سے تیرے پاس آئیں گے۔

جب یہ الہام ہوا تھا اُس وقت بلکہ اِس کے شائع ہونے کے بعد ایک مدت تک کسی کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالےٰ نوازے گا، اور آپ کو اِس قدر شہرت حاصل ہوگی کہ دُنیا کا کوئی مُلک آپ کے عُشاق سے خالی نہ رہے گا۔ اور دُور دُور سے پروانہ وار لوگ آپ کی زیارت کے لئے قادیان کی گمنام بستی میں جمع ہوا کریں گے۔

وہ گمنامی کا زمانہ گذرا، آپ کا ذکر خدا تعالےٰ کے فضل سے بلند ہونا شروع ہوا۔ آپ کی اور آپ کی معمولی بستی کی اکنافِ عالم تک شہرت ہوئی۔ اور ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ لوگ پروانہ وار آپ کی طرف دَوڑے آرہے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق ایک زمانہ آنے والا ہے، بادشاہ بھی آپ کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے، جیسا کہ ایک دوسرے الہام میں اِس کی بشارت حضور کو دی گئی تھی۔

سماٹرا سے طلبہ جہاں تک مجھے یاد ہے، پہلے پہل ۱۹۲۲ء میں سماٹرا سے بعض طالب علم قادیان کی شہرتِ علمی کا ذکر سُن کر یہاں آئے۔ اُن میں سے مولوی ابوبکر صاحب، مولوی زینی دحلان صاحب اور مولوی احمد نور الدین صاحب خاص طور پر

قابلِ ذکر ہیں۔ یہ تینوں دوست بڑے سعید الفطرت واقع ہوئے تھے۔ اور انکی سعادت ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ تھوڑے ہی عرصہ میں احمدیت میں داخل ہونے سے مشرف ہوئے۔ اس کے بعد ان کی مساعی سے کئی اور سماٹری اور جاوی طلبہ بھی یہاں پہنچ گئے۔ اور ایک وقت وہ بھی آیا جب ۲۵-۲۶ طلبہ بیک وقت یہاں موجود تھے۔

جب یہ لوگ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لا چکے تو انہوں نے چاہا کہ اس نور سے اپنے رشتہ داروں اور اہلِ وطن کو بھی مستفید و مستفیض کریں چنانچہ انہوں نے اپنے رشتہ داروں سے خط و کتابت شروع کی، اور احمدیت کے متعلق بہت لمبے لمبے خطوط لکھے۔ جس کے نتیجہ میں بعض لوگ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اسی عرصہ میں ایمان لے آئے اور بعض اس کے لئے مستعد ہو گئے اور بعض نے مخالفت کا رنگ اختیار کیا اور بحث شروع کر دی۔

سماٹرا مشن کا قیام

ان حالات نے ہمارے طلبہ کو تبلیغ کی طرف اور بھی متوجہ کر دیا۔ اور اپنی مساعی کے علاوہ انہوں نے حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور از راہِ نوازش سماٹرا اور جاوا میں تبلیغ کی طرف خاص توجہ فرمائیں اور جلد از جلد کسی مبلغ کو وہاں بھجوائیں۔ اس اخلاص اور محبت سے پُر درخواست کو شرفِ قبولیت حاصل ہوا۔ اور حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جزائر شرق الہند کے لئے مولانا رحمت علی صاحب فاضل کو پہلا مبلغ احمدیت مقرر فرمایا۔

خدا تعالےٰ کے مقرر کردہ خلیفہ کی فراست کی برکت سے یہ انتخاب اتنا اعلیٰ ثابت ہوا کہ آج اس کے نتیجہ میں ہزاروں عاشقانِ احمدیت ان علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔

حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس مشن کے لئے سب سے پہلی جگہ تاپا توآن (Tapa Tuan) تجویز فرمائی۔ مولانا صاحب ماہِ اگست ۱۹۲۵ء میں قادیان سے روانہ ہو کر ستمبر ۱۹۲۵ء میں وہاں پہنچے۔ ہمارے طلبہ کے رشتہ داروں نے آپ کا

پُرتپاک استقبال کیا۔ اور نہایت محبت اور پیار سے آپ کی باتوں کو سُنا۔ گو بعض علماء نے مخالفت بھی کی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل، اُن لوگوں کی سعادت، و حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش کردہ نور کی برکت سے چھ سات ماہ کے اندر ہی ایک سو سے زائد افراد احمدیت میں داخل ہو گئے۔

پاڈنگ میں احمدیت

فروری ۱۹۳۶ء کے آخر میں مولانا صاحب پاڈنگ روانہ ہوئے مولوی عبدالواحد صاحب سماٹری (جو اُس وقت قادیان میں تھے اور اب جاوا میں مبلغ ہیں) کے دو رشتہ دار آپ کے ساتھ ہو لئے۔ وہاں پہنچتے ہی ہمارے ایک سماٹری طالب علم کے نانا داؤد سے ان کی ملاقات ہوئی۔ اور انہی کے گھر میں انکا قیام ہوا۔

پاڈنگ کا شہر پچاس ساٹھ ہزار کی آبادی پر مشتمل اور سماٹرا کے عین وسط میں مغربی ساحل پر واقع اور تجارت کا مرکز ہے۔ اگر مغربی ساحل سے سنگاپور کو جانا ہو تو پاڈنگ سے پاکن بارو تک جو مشرقی ساحل پر واقع ہے ایک چھوٹا سا راستہ سیدھا جاتا ہے۔ پاکن بارو سے اتر کر کشتیوں کے ذریعہ چھوٹے چھوٹے جزائر سے ہوتے ہوئے سمندر اور سنگاپور کے درمیانی سمندری راستہ کو طے کیا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ شہر ایک خاص تجارتی اہمیت رکھتا ہے۔ یہاں کے اصلی باشندے قریباً سو فیصدی مسلمان ہیں۔ اور عیسائی یا تو باہر سے آئے ہیں یا چینی یا دوسری اقوام کے ہیں جو عیسائیت کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ البتہ مسلمانوں کی بدقسمتی سے احمدیت کے پہنچنے سے قبل بعض لوگوں نے عیسائیت سے لگاؤ پیدا کر لیا تھا۔

مولانا رحمت علی صاحب کے پہنچنے پر عوام اور علماء کے طبقہ میں ایک شور برپا ہو گیا۔ رات دن تبلیغ ہوئی۔ اور سال دو سال کے اندر ایک خاصی بڑی جماعت وہاں اور پاڈنگ کے ارد گرد کے دو گاؤں میں جماعتیں قائم ہو گئیں، جو سینکڑوں افراد پر مشتمل تھیں۔

مسلمانوں میں تبلیغ کے علاوہ احمدیت نے وہاں عیسائیت کے خلاف ایک زبردست محاذ قائم

کیا۔ اور عیسائی پادریوں سے متعدد مذاکرات اور مباحثات کئے۔

غیر احمدی علماء کے دم ٹوٹ چکے تھے مگر پاڈنگ میں عیسائیت کا حربہ احمدیت کے مقابل پر کمزور بلکہ کند ثابت ہوُا۔ آخر اکتوبر ۱۹۲۹ء میں مولانا رحمت علی صاحب بخیر و عافیت قادیان واپس تشریف لائے۔

میری روانگی

۱۹۳۰ء میں جبکہ میں ابھی مبلغین کلاس جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا، مجھے سماٹرا کے لئے منتخب کیا گیا۔ اور مولانا رحمت علی صاحب کو جاوا میں تبلیغ کے لئے بھیجا گیا۔ مَیں مولانا رحمت علی صاحب کے ساتھ ۱۳ نومبر ۱۹۳۰ء بروز جمعرات دارالامان سے سماٹرا کو روانہ ہوا۔ اور ہم ۲ دسمبر ۱۹۳۰ء کو منزل مقصود یعنی پاڈنگ پہنچے۔ مولانا رحمت علی صاحب کچھ عرصہ میرے ساتھ سماٹرا رہے، اور پھر ماہ اپریل ۱۹۳۱ء میں جاوا روانہ ہو گئے۔

اخبار "اسلام" کا اجراء عیسائیت پر حملہ

مکرم مولوی صاحب کے زمانہ میں پہلے تو ایک چھوٹا سا ماہوار رسالہ "اقبال الحق" نامی شائع ہوُا۔ اس کے بعد پھر ایک ٹریکٹ کا انتظام ہوُا، جو ماہوار شائع ہوُا کرتا تھا۔ اِن رسالہ جات اور ٹریکٹوں میں زیادہ تر غیر احمدیوں کے ساتھ اختلافی مسائل پر بحث ہوتی تھی۔ اس کے بعد مَیں نے پاڈنگ سے ایک پندرہ روزہ اخبار اسلام (Islam.) نامی جاری کیا۔ اس کے ایڈیٹر مولوی احمد نور الدین صاحب سماٹری مقرر کئے گئے۔ اور اہتمام کیا گیا کہ عیسائیوں کے اعتراضات کے جوابات کے علاوہ عیسائیت پر بڑے زور سے حملہ کیا جائے۔ اور اس کے مقابلہ میں اسلام کی خوبیوں کو واضح کیا جائے۔ اسلام کی خوبیوں کی وضاحت کے لئے اس میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مشہور تصنیف اسلامی اصول کی فلاسفی کا ترجمہ شائع کیا جاتا، اور عیسائیوں کے مشہور رسالہ Pertan daan Kaman کے اعتراضات کے جواب دیئے جاتے۔ اور عیسائیت کے خلاف مختلف مضامین سیدنا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی روشنی میں شائع کئے جاتے رہے۔ اسکے دو نتیجے نکلے۔ اوّل کئی غیر احمدی ہمارے اخبار کے خریدار بن گئے۔ اور اخبار کی اشاعت بڑھ گئی۔ دوم عیسائی طبقہ کے عام اخبارات احمدیت کے مقابل آکھڑے ہوئے اور دونوں کا کھلم کھلا مقابلہ شروع ہوگیا۔

اس اخباری مقابلہ کے علاوہ عام خط وکتابت کے ذریعہ بھی پادریوں سے بحث ہوتی رہی جس میں بعض دفعہ بیس بیس صفحات ٹائپ شدہ مضامین کے ایک دوسرے کو بھیجے جاتے رہے۔ اور مختلف مسائل زیر بحث آتے۔

علاوہ ازیں میں نے دو کتابیں بھی لکھیں۔ ایک کا نام "بائیبل کا یسوع" رکھا۔ اس میں پانچ فصلیں ہیں۔ (۱) یسوع کی سوانح (۲) ابن اللہ کے معنی (۳) معجزات یسوع (۴) کیا مسیح صلیب پر فوت ہوئے؟ (کفارہ)۔ (۵) آمد مسیح ثانی۔

اس کتاب کو میں نے حضرت استاذی المکرم سید محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ کے نام پر معنون کیا۔ کیونکہ میں نے سب سے پہلے انجیل کی تعلیم آپؓ سے ہی شروع کی تھی۔ یہ کتاب قریباً ایک سو صفحات کی تھی۔ اس کے تین سو نسخے مفت اور باقی برائے نام قیمت پر فروخت کئے گئے۔ اس کی اشاعت پر بعض غیر احمدی ۔۔۔۔ نے مجھے مبارک باد اور خوشنودی کے خطوط لکھے۔ اور عیسائیت کے ایک بڑے آرگن *Batundaan Ham:en* نے لکھا کہ ہم اس کا جواب دینا پسند نہیں کرتے، کیونکہ اس ۔۔ عیسائیت پر سخت نکتہ چینی کی گئی ہے۔ مسلمانوں پر اس کا بہت عمدہ اثر ہوا۔ چنانچہ بعض ۔۔دں نے صرف یہ کتاب پڑھ کر احمدیت کو قبول کیا۔ الحمدللہ

دوسری کتاب زیر عنوان "محمد صلی اللہ علیہ وسلم از ۔۔۔ ئے بائیبل" لکھی۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر کئی دلائل بائیبل سے پیش کئے گئے۔ نیز جہاد، ۔۔۔ تعدد ازدواج اور غلامی وغیرہ مسائل پر مفصل بحث کی گئی۔ اور اسلام ۔۔۔ سیدنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر

عیسائیوں کے اعتراضات کے جواب دیئے گئے۔

زبانی مباحثات عیسائیوں کے ساتھ تحریری مقابلہ کے علاوہ تقریری بحث اور گفتگوئیں بھی بڑے زور سے ہوتی رہیں۔ ۱۹۳۳ء کے آخر میں ایک پادری سے مباحثہ قرار پایا جو تین روز تک جاری رہا۔ اس میں "الوہیتِ مسیح" کا مسئلہ خاص طور پر زیرِ بحث آیا۔ خدا تعالےٰ نے اس قدر کامیابی عطا فرمائی کہ تیسرے دن سب مجمع کے سامنے پادری نے علی الاعلان کہا کہ :-

"محمد صادق جنوں کا استعمال کرتا ہے"

۱۹۳۴ء کے وسط میں جبکہ میں میدان شہر میں تھا، ایک روز میں دو غیر احمدی دوستوں کے ساتھ گرجا میں گیا۔ یہ ایڈوینٹسٹ کا گرجا تھا۔ اتفاقاً اس میں میرا ایک واقفکار پادری لیکچر دے رہا تھا۔ دَوران تقریر میں اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بہت سے نازیبا حملے کئے۔ اور تعددِ ازواج کو حرام قرار دیکر کہنے لگا کہ نبی کبھی بھی ایک سے زیادہ بیویاں نہیں کرسکتا۔ لیکچر کے خاتمہ پر میں نے سوال پیش کرنے کے لئے اجازت چاہی۔ مجھے اجازت دی گئی۔ اس پر حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

خاکسار۔ حضرتِ ابراہیمؑ نے ایک سے زیادہ بیویاں کیں یا نہیں ؟

پادری۔ ہاں کیں۔ مگر وہ نبی نہ تھا۔

خاکسار۔ ان کا مرتبہ کیا تھا ؟

پادری۔ قوموں کا باپ۔

خاکسار۔ وہ نبی بھی ہیں ؟

پادری۔ بائیبل اسے ہرگز نبی قرار نہیں دیتی۔ یہ آپ کا افترا ہے۔

خاکسار۔ میں بائیبل سے ثابت کروں گا کہ وہ نبی ہیں۔ پھر کیا آپ تسلیم کریں گے کہ نبی کیلئے تعددِ ازدواج حرام نہیں ؟

پادری۔ ہاں۔ مگر آپ ہرگز ثابت نہ کرسکیں گے کہ وہ نبی ہے۔

خاکسار۔ کیا حضرت داؤدؑ نے ایک سے زیادہ بیویاں کیں؟

پادری۔ ہاں۔

خاکسار۔ کیا وہ نبی نہ تھے؟

پادری۔ نہیں۔

خاکسار۔ وہ نبی تھے۔

پادری۔ یہ افترا ہے۔ بائیبل اسے "بادشاہ" کہتی ہے نہ کہ نبی۔

خاکسار۔ مَیں بائیبل سے یہ ثابت کردوں گا کہ داؤدؑ نبی ہیں۔

پادری۔ آپ ہرگز ایسا نہیں کرسکتے۔

اس کے بعد مَیں حاضرین کی طرف متوجہ ہؤا، اور کہا، کہ مَیں ابھی ثابت کردوں گا کہ ابراہیمؑ اور داؤدؑ نبی ہیں۔ پھر کیا آپ مان لیں گے کہ نبی کے لئے تعدد ازدواج پر عمل کرنا حرام نہیں حاضرین پر سناٹا چھا گیا۔ پھر اُن میں سے بعض بولے کہ اگر ان دونوں کو بائیبل نبی قرار دیتی ہے، تو ہم مجبور ہوں گے کہ تعدد ازدواج کو نبی کے لئے جائز مانیں۔ مَیں نے جھٹ بائیبل سے وہ حوالے نکال کر پیش کر دیئے جن میں حضرت ابراہیم اور داؤد علیہما السلام کو خدا کے نبی قرار دیا گیا ہے۔ پادری صاحب کا مُنہ فق ہوگیا۔ گرجا میں حاضرین دو پارٹیوں میں بٹ گئے بعض پادری کے حامی اور بعض پادری کے خلاف تھے۔ بڑا شور ہؤا۔ ایک دوسرے پادری نے مجھے کہا، مولوی صاحب! دیکھئے آپ کی وجہ سے ہمارے گرجے کا کیا حال ہو رہا ہے۔ مَیں نے جواب دیا میری وجہ سے نہیں، بلکہ آپکے پادری صاحب کے غلط عقائد اور غلط بیانات کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے۔ مَیں نے تو بائیبل کے حوالجات آپ کے سامنے پیش کئے ہیں۔ پادری کی اِس شکست کو دیکھکر بعض لوگ عیسائیت سے بھاگ گئے۔ اُن میں سے ایک آدمی جس کا نام Boarhaman تھا اور وہ دو غیر احمدی دوست جو میرے ساتھ گئے تھے، احمدی ہوگئے۔ الحمدللہ

ان کے علاوہ عیسائیوں سے اور بھی کئی مباحثات ہوئے لیکن یہاں ان کی تفصیل کی گنجائش نہیں۔ اب بفضلہ تعالیٰ احمدیت کا عیسائیت پر اتنا رُعب ہے کہ عیسائی پادری احمدی علماء یا احمدی مبلغین کا نام سُنتے ہی گھبرا جاتے ہیں۔

غیر احمدی علماء غیر احمدی علماء نے جہاں تک ان سے ہو سکا احمدیت کے خلاف زور لگایا۔ مگر آخر حق کو غلبہ ہوا۔ اور آج ان میں سے بھی کوئی احمدیت کے مقابل پر آنے کی جُرأت نہیں رکھتا۔ میرے زمانہ میں صرف تین دفعہ ۱۹۳۳ء میں میدان کے علاقہ میں غیر احمدی علماء سے چند مناظرے ہوئے۔ ان مناظرات میں کئی کئی ہزار کی حاضری ہوتی تھی۔ ان کے نتیجہ میں سعید الفطرت لوگ احمدیت کی طرف مائل ہو گئے اور انہوں نے اور خود علماء نے دلائل احمدیت کا سکہ مان لیا۔

غیر احمدیوں کے بالمقابل مولوی رحمت علی صاحب کے زمانہ میں ایک کتاب "اظہار الحق" شائع ہوئی۔ اس کا بہت اچھا اثر ہوا۔ اور اِس لحاظ سے کہ وہ احمدیت کی طرف سے غیر احمدی علماء کے مقابل پر پہلی کتاب ہے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

اِسی سلسلہ میں مَیں نے ایک کتاب "الحق القریم" تصنیف کی جس میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں پر اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ پھر ایک اور کتاب "دلائل النبوۃ" لکھی جس میں نبوت کے قریباً تمام پہلوؤں پر مختصر بحث کی گئی ہے۔ مثلاً پہلے حصہ میں نبی کی تعریف، کیا نبی کا صاحب شریعت ہونا ضروری ہے؟ امکانِ نبوتِ غیر تشریعی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ عنوانات پر اور دوسرے حصہ میں آمدِ مسیح و مہدی از احادیث، مسیح و مہدی ایک ہی شخص کے دو خطاب ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مسیح و مہدی کیوں کہا گیا بلحاظِ مہدی کی احادیث پر مفصل بحث ہے۔

ملائی زبان میں ترجمۂ قرآن مجید اِس کے علاوہ مَیں نے ایک اور مبارک کام بھی شروع کیا ہے۔ اور وہ ترجمۂ قرآن کریم

بزبان ملایا ہے۔ اِس زبان میں جتنے تراجم آجتک میری نظر سے گذرے ہیں ان میں بہت سی غلطیاں ہیں۔ ایک دفعہ میں قرآن کریم کا ایک ملائی ترجمہ پڑھ رہا تھا، تو اس کی غلطیاں دیکھکر میرے دل میں یہ تحریک ہوئی کہ قرآن کریم کا ملائی زبان میں صحیح ترجمہ کروں۔ سو میں نے اسی تحریک کے ساتھ کام شروع کر دیا۔ یہ ترجمہ سات پاروں تک مکمل ہو چکا ہے۔

جاپانی حکومت کا زمانہ

آخر فروری ۱۹۴۲ء میں جاپان نے سارے انڈونیشیا (جاوا، سماٹرا، بورنیو، مالی اور سلیبس وغیرہ جزائر) پر پورا قبضہ کر لیا، اور ہم انتظار میں تھے کہ اس کے ایشیا کی آزادی کے دعوے کب عمل میں آتے ہیں۔ شروع میں تو اس نے قدرے نرمی برتی۔ مگر آہستہ آہستہ سختی شروع کی۔ اور آخر اس قدر سختی کی کہ انڈونیشین چلا اُٹھے۔ اور کہنے لگے کہ کیا ڈچ کا ساڑھے تین صدی کا ظلم زیادہ تھا یا جاپان کے ساڑھے تین سال کا؟

فوجی مقدمات کی کوئی تحقیق نہ ہوتی، مردوں کو بے عزت کیا جاتا رہا، عورتوں کی عصمت دری حد سے زیادہ ہوئی۔ جبراً عورتوں کو پکڑ پکڑ کر زنا خانوں میں ڈالا گیا، مساجد میں فوجیوں کو رکھا گیا، اور ان میں خنزیر کاٹے گئے۔ اناج پر ایسا قبضہ کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ جاپانی کارندے خود کھیت میں جا کر دھان کاٹتے۔ اور کسان دیکھتے رہ جاتے۔ راشن کا بھی کوئی انتظام نہ تھا۔ کوئی معمولی بات بھی مُنہ سے نکالتا، تو باغی سمجھکر مار ڈالا جاتا۔ دھوکہ بازی چھوٹے سے لیکر بڑے جاپانی تک کا شیوہ تھا۔ رعیت کو حکم تھا کہ صبح ساڑھے سات بجے ٹوکیو کی طرف رکوع کریں۔

یہ تو افراد کا حال تھا۔ انجمنوں سے اس نے یہ سلوک کیا، کہ دو تین ماہ کے اندر اندر سب پولٹیکل اور مذہبی انجمنوں کو موقوف کر دیا۔ اور پھر مختلف انجمنوں کا ایک جلسہ بُلایا۔ ہمارے دو نمائندے بھی مدعو تھے۔ ہم نے حتی الوسع کوشش کی کہ ہماری جماعت کو نہ چھیڑا جائے۔ کیونکہ یہ خالص مذہبی جماعت ہے۔ مگر جاپانی نمائندوں نے ہماری ایک نہ مانی۔ آخر اس

افسر نے جو مذہبی جماعتوں کی بابت تحقیق کر رہا تھا مجھے کہا کہ بانی سلسلہ کے کلام سے حکومت کے متعلق نظریہ پیش کرو۔ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ تحریریں جن میں لکھا ہے کہ ہر احمدی کو حکومتِ وقت کی اطاعت کرنا لازمی ہے، پیش کر دیں۔ اُس نے یہ تحریریں پڑھ کر کہا کہ ان میں یہ تو نہیں لکھا کہ جاپان کی اطاعت ضروری ہے۔ اِن تحریروں کے مطابق تو اگر انگریز یا امریکہ کی یہاں حکومت ہو تو آپ لوگ اُن کی بھی اطاعت کریں گے۔ ہم نے کہا کہ اگر انگریز اور امریکہ یہاں حکومت کریں تو جاپانی کہاں جائیں گے؟ اُس نے کہا۔ اگر ہم شکست کھا جائیں اور انگریز و امریکہ یہاں حکومت کریں تو آپ کس کی اطاعت کریں گے؟ ہم نے کہا، اگر جاپان شکست کھا جائے، تو ہم مجبوراً انگریز و امریکہ کے ماتحت ہو جائیں گے۔ اُس نے کہا، کیا آپ عہد کرتے ہیں کہ جاپان کے ساتھ جئیں گے اور اسی کے ساتھ مریں گے۔ ہم نے کہا، ہمیں حکم ہے کہ حکومتِ وقت کی اطاعت کریں۔ اور ضرورت کے وقت اس کی مدد کریں۔ مگر ہمارے مذہب میں خودکشی جو جاپانیوں کے لئے ضروری ہے، حرام ہے۔ نیز ہمارا مرنا اور جینا خدا کے لئے ہے، اور اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے۔

یہ ساری بات چیت ختم ہوئی، تو آخر اُس نے کہا کہ آپ کو تبلیغ کی اجازت نہیں۔ کیونکہ آپ کی تبلیغ سے لوگوں میں جوش اور شور پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح آپ اپنے سارے عہدیداروں کو موقوف کر دیں۔ البتہ عبادت سے ہم آپ کو نہیں روکتے۔

علماء کا فتنہ اور اس کا انجام

اِس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی کتب کے وہ اقتباسات جن میں انگریزی حکومت کی تعریف درج تھی علماء نے حکومت کے پاس پہنچائے، اور یہ ثابت کرنا چاہا کہ ہم انگریزوں کے ہمدرد بلکہ جاسوس ہیں۔ اِس سلسلہ میں مجھے قریباً تیس ۳۰ مرتبہ دفتروں میں بُلایا گیا۔ اور مختلف قسم کے سوالات پیش کر کے جوابات طلب کئے گئے۔ مَیں نے حتی الوسع زبانی طور پر ان سب امور کو واضح کیا۔ اور احتیاطاً دو لمبے لمبے مضامین لکھ کر بھی اس غلط فہمی کے ازالہ کی کوشش

کی۔ آخری دفعہ Mr. Keimoekoe نے مجھے بلا کر ایک ترجمان کے ذریعہ کہا ہم نے آپ کے متعلق فیصلہ کر لیا ہے۔ آپ کو عہدیداران جماعت کے انتخاب کی اجازت نہیں اور نہ تبلیغ کرنے کی اجازت ہے۔ تمہارے نبی نے فرمایا ہے حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ اس لئے تم مذہب کو چھوڑ دو اور وطن کی خدمت کرو۔ میں نے کہا، ہم ملک کی خدمت میں بھی حصہ لے رہے ہیں مگر مذہب کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اگر ہم مذہب کو چھوڑ دیں تو ہم ملک کی خدمت بھی نہ کریں۔ کیونکہ مذہب کے مذکورہ بالا ارشاد ہی کی وجہ سے ہم مذکورہ خدمت کرتے ہیں۔ یہ سُن کر وہ کہنے لگا۔ تم بحث کرتے ہو۔ اِس پر میں خاموش ہو گیا۔ بہرحال جب مجھے تبلیغ سے منع کیا گیا۔ تو میں نے احمدی دوستوں کو کہا کہ آپ ہی انفرادی تبلیغ پر زور دیکر اس کمی کو پورا کریں۔

حکومتِ جاپان کو خط

اسکے علاوہ میں نے حکومتِ جاپان کو ایک خط لکھا جس میں راعی اور رعایا کے حقوق و فرائض پر روشنی ڈالنے کے علاوہ احمدیت کی غرض وغایت پر مفصل بحث کی گئی۔ نیز اس میں ان اصول پر بھی روشنی ڈالی گئی جن پر چل کر سارے مذہب کے پیرو ایک ملک میں صلح و آشتی کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی حکومت پر واضح کیا گیا کہ اصول پر قائم اور حکومت کی حقیقی خیرخواہ صرف جماعت احمدیہ ہے۔ سو ہماری مخلصانہ درخواست ہے کہ کسی کے مذہب میں کسی قسم کی مداخلت حکومت کی طرف سے نہ ہو۔

ایک اور خاص امر کی طرف بھی حکومت کو توجہ دلائی گئی! اور وہ یہ کہ جنوب مشرقی ایشیا کی جنگ جس کا بیڑا جاپان نے اُٹھایا ہے، جہاد فی سبیل اللہ نہیں۔ حکومتِ جاپان کا فرض ہے کہ وہ اِس جنگ کو مذہبی جامہ نہ پہنائے! اور وہ علماء جو حکومت کی چاپلوسی کے باعث ناحق اسے جہاد فی سبیل اللہ کہہ رہے ہیں انہیں ایسا کرنے سے منع کر دے کیونکہ آپ لوگ مسلمان نہیں ہیں، اور جہاد فی سبیل اللہ کی علمبردار صرف مسلمان قوم ہی ہو سکتی ہے۔

یہ آوازہ حق اور صرف احمدیت نے حکومت جاپان تک پہنچائی ورنہ عام علماء تو اِس جنگ کو

جہاد فی سبیل اللہ ہی کہتے تھے۔ اور بعض جو اُن کے مخالف تھے حکومت سے خائف ہو کر چپ سادھے ہوئے تھے۔ چونکہ یہ ایک مذہبی مسئلہ تھا اس لئے مَیں نے جہاں بھی موقع ملا گاڑی میں، موٹر میں، بازار میں، مسجد میں، غرض ہر جگہ اس کی اشاعت کی۔

مندرجہ بالا خط حکومت کو پیش کرنے کیلئے ایک وفد گیا۔ جس میں میرے علاوہ دو اور احمدی دوست بھی تھے۔ اس خط میں چونکہ بہت کُھلی کُھلی باتیں لکھی گئی تھیں، اس لئے جاپانی حکومت سخت برافروختہ ہو گئی، اور بالآخر اُس نے میرے لئے سزائے موت کا حکم صادر کر دیا۔

اس دَوران میں جہاں تک حالات اجازت دیتے تھے تبلیغ جاری رہی۔ اور باوجود ہر قسم کی مشکلات کے چار سال کے عرصہ میں ایک سو کے قریب افراد داخل احمدیت ہوئے۔ الحمد للہ۔

میری سزائے موت اور کرشمۂ قدرتِ الٰہی۔

خلاصہ یہ کہ معمولی رفتار سے کام جاری رہا۔ حتیٰ کہ جنوب مشرقی ایشیا کی جنگ کے ختم ہونے میں چند ماہ باقی رہ گئے۔ ایک روز ایک شخص ہمارے ایک احمدی دوست کے پاس آیا، اور کہا کہ مولوی محمد صادق کے متعلق یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ جس وقت اتحادی فوجیں سماٹرا یا جاوا کے کسی حصہ میں چڑھ آئیں گی اُسی وقت اُنہیں گرفتار کر لیا جائیگا۔ مجھے ایک اور ذریعہ سے بھی یہ خبر مل گئی کہ میرے متعلق ایک سخت سزا کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

یہ خبر سُنتے ہی مَیں نے جماعت کو تحریک کی کہ وہ بیس دن متواتر تہجد کی نماز ادا کریں اور ہر سوموار اور جمعرات کو روزے رکھیں۔ اور جو خوابیں یا نظارے دیکھیں وہ مجھے آکر بتائیں۔ جب تیسری رات تہجد کی نماز پڑھ کر صبح سے قبل مَیں تھوڑی دیر کیلئے لیٹ گیا۔ تو مجھے خواب میں بڑے موٹے حروف میں لکھا ہوا دکھائی دیا۔ کہ کتاب دانیال فصل پانچ پڑھو۔ اس خواب کا مجھ پر اس قدر اثر تھا کہ میخ کی طرح میرے دل میں گڑ گئی، اور مجھے ایسی راحت اور خوشی محسوس ہوئی جس کا ذکر نہیں کیا جا سکتا۔ فجر کی نماز کے بعد مَیں نے دوستوں کو یہ خواب سُنا دیا۔ مگر سارا دن کام کی وجہ سے اس فصل کے پڑھنے کا موقع نہ ملا۔ مغرب کی نماز پڑھ کر پھر مَیں نے بائیبل کے مذکورہ حوالہ کو پڑھا جس میں

بلشٹزر نبی بخت نصر کے متعلق ذکر ہے۔ اور آخر میں لکھا ہے کہ خدا نے اسے ایک خواب دکھایا جس کے متعلق دانیال نبی نے خدا سے پوچھا اور اس کی تعبیر بیان کی۔ اس خواب کے الفاظ یہ ہیں کہ بلشزر کی حکومت کا خاتمہ قریب آپہنچا ہے۔ خدا نے اسے تولا، وہ ہلکی نکلی۔ اب اسے مٹا کر فارسی حکومت کو اس کی جگہ قائم کر دیا جائے گا۔

مَیں نے یہ خواب بعض ہندو اور سکھ دوستوں کے سامنے بھی بیان کیا۔ اور بعض چیدہ چیدہ احمدی دوستوں کو بھی بتا دیا۔ اس کے بعد خدا تعالےٰ نے حالات کو ایسا پلٹا دیا کہ چند ماہ میں ہی حکومتِ جاپان تباہ ہوگئی۔ دراصل جاپانی حکومت نے ۱۴ اگست ۱۹۴۵ء ہی کو شکست مان لی تھی۔ مگر اس نے سماٹرا اور جاوا میں ۲۲ اگست کو یہ شائع کیا کہ ہمارے بادشاہ نے رعایا پر شفقت کی نظر کرتے ہوئے انگریز اور امریکہ سے صلح کر لی ہے۔

جس دن یہ پمفلٹ شائع ہوا، اُسی دن مَیں سردار جوگندر سنگھ صاحب ہری برادرز پاڈنگ کی دکان پر گیا۔ وہاں ایک عالم حسن فوادبھی تھے۔ انہوں نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا "مبارک ہو" مَیں نے کہا "خیر مبارک" مگر بتائیے تو سہی کہ یہ مبارک باد کیسی؟ انہوں نے کہا۔ آپ کے متعلق فیصلہ ہو چکا تھا، کہ آپکو ۲۳ ر ۲۴ اگست ۱۹۴۵ء کی رات کو سزائے موت دی جائے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے آپکو بچا لیا۔ کیونکہ بلیک لسٹ میں آپکا نام بھی درج ہے۔ پھر دوسرے غیر احمدیوں نے بھی ہمارے بعض دوستوں کو خود بخود بتایا کہ میرے متعلق سزائے موت کا فیصلہ اس لئے کیا گیا تھا کہ مَیں جاپانی جنگ کو جہاد فی سبیل اللہ نہ مانتا تھا۔ بلکہ اس کے خلاف تبلیغ کرتا تھا۔ اس طرح خدا تعالےٰ نے اپنی قدرت کا ایک کرشمہ ظاہر فرمایا۔

احمدیت کی ترقی

مکرم مولوی رحمت علی صاحب کے وقت سے تبلیغ کا راستہ بہت حد تک صاف ہو چکا تھا۔ اب تبلیغ کو زیادہ وسعت دینے کا کام تھا۔ جسے حتی الوسع پورا کرنیکی کوشش کی گئی۔ اور پہلی قائم شدہ جماعتوں کے علاوہ شہر میدان، تاپنگ تنگی، لاہت، لوبوک لنگو، تالنگ اور فورٹ ڈیکوک میں باقاعدہ

جماعتیں قائم ہوگئیں۔

یہ جماعتیں ہر لحاظ سے احمدیت کا اعلیٰ نمونہ اور اخلاص میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ مگر پاڈانگ کی جماعت کا درجہ بہر حال اوّل ہے۔ کیا بلحاظ تعداد افرادِ جماعت کے اور کیا بلحاظ علمی ترقی اور رسوخ کے۔

تالنگ کی جماعت میں ایک خصوصیت ہے جو کسی دوسری جماعت میں نہیں۔ اوّل اس جماعت میں تین چار عالم موجود ہیں۔ دوم پاڈنگ کے علاقہ میں ہر گاؤں پر پانچ افراد کا تسلط ہوتا ہے۔ نمبردار، قاضی نکاح، خطیب جمعہ، امام الصلوٰۃ اور فقیہہ جو فتوے دیتا ہے۔ جب ہماری تبلیغ اس گاؤں میں شروع ہوئی تو سخت مخالفت ہوئی۔ مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے تالنگ کے یہ پانچوں افراد احمدیت میں داخل ہوگئے۔ پھر نمبردار کے ماتحت اس گاؤں میں مع اردگرد کے چند دیہات کے ۲۹ چھوٹے نمبردار (Panghulu penghulu) ہیں جن میں سے بارہ احمدی ہوچکے ہیں۔ یہ گو زمینداروں کی جماعت ہے مگر اخلاص میں کسی سے کم نہیں۔ مالی حیثیت سے بھی اس کی حالت اچھی ہے۔ اس گاؤں میں پچاس ساٹھ مرد اور عورتیں احمدی ہیں۔ بچے اور بچیاں ان کے علاوہ ہیں

شکریہ اور دعا

تبلیغِ احمدیت میں جن لوگوں نے خاص طور پر حصہ لیا، اور ابھی تک لے رہے ہیں، وہ شکریہ کے مستحق ہیں۔ ان میں سے خاص طور پر قابلِ ذکر مولوی ابوبکر صاحب فاضل، مولوی احمد نور الدین صاحب، مولوی محمد ایوب صاحب، مولوی زینی دحلان صاحب اور مولوی طاہر احمد صاحب ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں جزاء خیر دے اور ان کی عمر اور علم اور اخلاص میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

جنگ کے زمانہ میں مجھے قادیان سے خرچ آنا بند ہوگیا تھا۔ اور شدید قحط سالی تھی حتیٰ کہ چاول تین ہزار روپے فی من کھانڈ ایک سو ساٹھ روپیہ فی من بکتی تھی۔ اور کپڑا اوّل تو ملتا ہی نہ تھا، اور اگر ملتا تھا تو بہت مہنگا یعنی کھدر دو تین سو روپے گز بکتا تھا میرا خرچ اہل و عیال کے ساتھ ہونے کی وجہ سے بہت بڑھ رہا تھا کیونکہ ہم گھر کے نو دس افراد تھے۔ صرف خدا تعالیٰ کی ذات پر توکل تھا محض اسی کی

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ

ماھنامہ

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہلِ مذاہب کا تشحیذ الاذہان

عدد ۳	ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۶ھ مطابق ماہ مارچ سنہ ۱۹۴۷ء	جلد ۴۶

فہرستِ مضامین

شذرات

مسلمانوں کے نئے تبلیغی عزائم

"تاتاریت اور افرنگیت" کے زیرِ عنوان مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی اُستاذ جامعہ عثمانیہ دکن کا ایک طویل مضمون کئی اقساط میں اخبار "صدق" لکھنؤ میں شائع ہوا ہے۔ تاتاریوں کے بے نظیر نظم وضبط، ان کی اپنے قومی قانون کی سختی سے پابندی، ان کے علمی شغف اور دیگر بہت سی عمدہ صفات کا ذکر کرکے موصوف تحریر فرماتے ہیں:۔

"سوال یہ ہے کہ اس کے بعد تاتاریوں کے اسلام لانے کی یہ توجیہہ کہ "انکی جہل و وحشت نے ان کو مسلمانوں کے علم و تہذیب کے آگے جھک جانے پر مجبور کیا" کیا واقعہ کے مطابق توجیہہ باقی رہتی ہے؟ اور اس کے ساتھ کیا خود مسلمانوں کے لئے لمحۂ فکر نہیں ہے کہ ان کے جس اسلام نے تاتاری بادشاہوں کو مسلمان ہونے پر کُل آمادہ کیا، وہی اسلام اگر کوشش کی جائے تو یورپ اور امریکہ کی حکمران قوموں کو مسلمان بنا لینے میں کامیاب نہیں ہو سکتا؟ اسلام فطرتِ انسانی کے جن لازوال سوالوں کا قطعی جواب ہے، ان سوالوں کا جواب نہ تاتاریوں کی مزعومہ وحشت و جہالت دے سکتی تھی اور نہ ان سوالوں کے حل کرنے میں یورپ و امریکہ کا فلسفہ اور

سائنس کامیاب ہو سکتے ہیں۔ فطرتِ انسانی کے اندر دبے ہوئے یا دبائے ہوئے سوالوں کا اُبھار دینا مسلمانوں کا کام صرف اسی قدر ہے۔ سوالات کے اُبھر جانے کے بعد جواب بن کر خود اسلام کھڑا ہو جائیگا۔"

(صدق مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۴۶ء)

اس زمانہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنہوں نے مسلمانوں میں تبلیغی شعور کو بیدار کیا، اور جماعت احمدیہ پہلی جماعت ہے، جس نے یورپ اور امریکہ میں حضورؑ کے پیدا کردہ تبلیغ اسلام کے تصور کو عملی جامہ پہنایا۔ ورنہ آج سے ستر برس قبل تو مسلمان یہ وہم بھی نہ کر سکتے تھے کہ یورپ اور امریکہ کے لوگوں کو بھی دعوتِ اسلام دی جا سکتی ہے، یا یہ کہ وہ اسلام قبول کر سکتے ہیں۔

مغربی قوموں کی سیاسی ترقیات اور ان کی سائنٹفک ایجادات سے ساری دُنیا محوِ حیرت اور مرعوب تھی۔ اور مسلمان تو ہر جگہ ان کے مقابلہ میں اپنی حکومتوں کو شکست کھاتے دیکھ رہے تھے۔ مذہبی لحاظ سے بھی عیسائی پادریوں کی فوجیں اسلام پر نہایت سخت حملے کر رہی تھیں، اور مسلمان اُن سے بُری طرح پِٹ رہے تھے۔ حتیٰ کہ ان ممالک میں بھی جنہیں اسلامی ممالک کہا جاتا ہے، عیسائی مشن قائم ہو چکے تھے، اور عیسائیت اپنی سیاسی قوّت و اقتدار کے بل بوتے پر ان میں اپنے دامن کو وسیع سے وسیع تر کئے جا رہی تھی۔ انہیں حالات میں اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اسلام کی مدافعت کے لئے مبعوث فرمایا، اور حضورؑ کو الہاماً یہ بشارت دی، کہ اب اسلام کے غلبہ کے دن نزدیک آ گئے ہیں، اس کے دشمن ناکام ہوں گے، اور وہ ایک مرتبہ پھر دُنیا میں ایک زبردست اصلاحی قوّت کی حیثیت میں نمودار ہو گا۔ الہامِ الٰہی کے الفاظ یہ ہیں۔

"بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنارِ بلند تر محکم اُفتاد"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام ۱۸۸۳ء کا ہے۔ اس میں اسلام کے شاندار مستقبل کی خبر دی گئی تھی۔ یہ مسلمانوں کے لئے امید کا پیغام تھا جو ان کی پست ہمتوں کو بلندی کی طرف لے جانے والا اور ان کے حوصلوں کو بڑھانے والا تھا چنانچہ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ افقِ اسلام سے مایوسی کے بادل چھٹ رہے ہیں، اور امید کی کرنیں طلوع ہو رہی ہیں۔ یعنی مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو رہے ہیں، اور جمود اور پست ہمتی کی بجائے ان میں حرکت اور بلند نظری پیدا ہو رہی ہے۔ اور وہ اب یورپ اور امریکہ کے سامنے اسلام پیش کرنے کے عزائم کا اظہار کر رہے ہیں۔ یہ ساری تبدیلی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اور جماعت احمدیہ کی بڑھتی ہوئی تبلیغی مساعی کی بدولت ہے۔ مسلمانوں میں ذہنیت کا یہ تغیر بڑا خوش آئند اور جماعت احمدیہ کے لئے انتہائی مسرت کا موجب ہے کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ جب مسلمان من حیث القوم تبلیغِ اسلام کی اہمیت کو سمجھنے لگیں گے، اور عملی میدان میں قدم رکھیں گے، تو انہیں لازماً اسی علمِ کلام کو اختیار کرنا پڑیگا، جو اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیش کیا ہے، اور جسے اختیار کر کے جماعت احمدیہ ہر جگہ کامیابی حاصل کر رہی ہے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی آسمان پر زندگی، ان کی مسیح موعود بن کر اُمتِ محمدیہ کی اصلاح کے لئے دوبارہ آمد اور دروازۂ وحی و الہام کے انسداد اور خونی مہدی کے ظہور کے عقائد اور اسی قسم کے بعض دوسرے مسائل جو غلطی سے مسلمانوں میں رائج ہو گئے ہیں، ایسے نہیں ہیں جن سے اسلام کو غلبہ حاصل ہو سکے۔ اس لئے انہیں مجبوراً ان عقائد کو خیرباد کہہ کر جماعت احمدیہ کے آزمائے ہوئے ہتھیار ہی استعمال کرنے پڑیں گے۔

بہرحال ہوا کا رُخ بدل رہا ہے، اور وہ دن اب زیادہ دُور نہیں ہے جب مسلمانوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کام کی حقیقی قدر و قیمت کا احساس ہو گا، اور

حضورؑ کا یہ ارشاد پورا ہوگا ؎

امروز قوم من نہ شناسد مقامِ من ✦ روزے بہ گریہ یاد کند وقتِ خوشترم

مغربی افریقہ میں تبلیغِ اسلام کے اثرات

مغربی افریقہ میں گذشتہ چھبیس ۲۶ سال سے احمدی مبلّغین تبلیغِ اسلام کر رہے ہیں۔ اِس وقت وہاں ہمارے کئی تبلیغی مراکز قائم ہیں، جن میں گیارہ ہندوستانی مبلّغ کام کر رہے ہیں۔ افریقن مبلّغ جو اس عرصہ میں تیار ہوئے اور کام کر رہے ہیں، وہ اِن کے علاوہ ہیں۔ گولڈ کوسٹ کے علاقہ کے مبلّغ انچارج مولٰنا نذیر احمد صاحب مبشّر جو گیارہ سال تک فرائضِ تبلیغ سرانجام دینے کے بعد حال ہی میں دارالامان واپس تشریف لائے ہیں، اُن کی مختصر رپورٹ اِسی رسالہ میں درج ہے۔ خدا کے فضل سے ہمارے مبلّغین کو اِن علاقوں میں عظیم الشان کامیابی حاصل ہو رہی ہے، اور ان کی مساعی بارآور ہو رہی ہیں۔ چنانچہ لنڈن کے مشہور رسالہ "افریقن ورلڈ" بابت ماہ اگست ۱۹۴۶ء میں یہ خبر بڑی تشویش کے ساتھ چھاپی گئی ہے کہ:۔

"سارے مغربی افریقہ میں اسلام بڑی سُرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے ...... اور ساحلی علاقوں کے متعلق تو یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایک عیسائی کے مقابل پر سولہ نومسلم بنتے ہیں۔"

آگے چل کر یہی رسالہ اِس صورتِ حال کی پوری چھان بین کی ضرورت کا احساس ظاہر کر کے لکھتا ہے:۔

"بادی النظر میں اسلام کی اشاعت کا باعث یہ ہے کہ اس کی عبادات نسبتاً سادہ، طبیعت پر اثر کرنے والی اور مستقل حیثیت رکھنے والی ہیں، اور اس کا قانون زیادہ رواداری کا حامل ہے۔ اور سب سے

بڑھ کر یہ کہ اس میں تعدّدِ ازدواج کی اجازت ہے۔"

افریقہ میں اسلام کی اشاعت کا سب سے بڑا سبب تعدّدِ ازدواج کو قرار دینا عیسائیوں کی انتہائی کور باطنی ہے۔ اگر کوئی اس کے جواب میں یہ کہے کہ عیسائیت کے پھیلنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں کفارہ کی تعلیم ہے، جس کی رُو سے یسوع مسیح کے خون پر انحصار رکھتے ہوئے ہر قسم کے گناہ کی کھُلی اجازت ہو جاتی ہے، تو اس کا عیسائیوں کے پاس کیا جواب ہے؟

تعدّدِ ازدواج کی اسلام میں خاص حالات میں بعض شرائط کے ساتھ اجازت ہے۔ اور یہ اس کے کامل مذہب اور دینِ فطرت ہونے کی دلیل ہے۔ آجکل یورپ میں مردوں کی قلت اور عورتوں کی زیادتی نے جو خطرناک صورت اختیار کر رکھی ہے، اس کا حل تعدّدِ ازدواج کے سوا کیا ہے؟ تعجب ہے کہ متعصب عیسائی اب بھی مسئلۂ تعدّدِ ازدواج پر طعنہ زنی سے باز نہیں آتے، جبکہ خود ان کے گھر میں اس کی ضرورت کا احساس ہو رہا ہے۔

حبشیوں میں تعدّدِ ازدواج کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ وہ اپنے قومی رسم و رواج کے مطابق بیک وقت غیر محدود شادیاں کر سکتے ہیں۔ لیکن اسلام میں شادیوں کی حد بندی ہے۔ چار سے زیادہ شادیاں کرنا اسلام میں ممنوع ہے۔ اِن حالات میں کون عقلمند یہ سمجھ سکتا ہے کہ افریقی باشندے اس لئے اسلام قبول کر رہے ہیں کہ اس میں تعدّدِ ازدواج کی اجازت ہے۔ اگر یہی بڑی وجہ ان کے اسلام قبول کرنے کی ہے، تو یہ چیز تو ان کے ہاں پہلے سے موجود ہے، اور بغیر کسی حد بندی کے موجود ہے، پھر اسلام میں ان کو زائد چیز کیا حاصل ہوتی ہے۔ یہاں تو اُلٹا کھُلی اجازت پر پابندی عائد ہو جاتی ہے۔ پس یہ محض اسلام کی خوبصورت تعلیم ہے، جو ان کے لئے باعثِ کشش ہے۔ اس سلسلہ میں باسورتھ سمتھ کا حسب ذیل بیان نہایت

ہی سچا اور حقیقت پر مبنی ہے۔ وہ اپنے مضمون بہ عنوان "افریقہ میں محمڈنزم" میں افریقیوں کے قبولِ اسلام کے بہت سے دینی اور دُنیاوی وجوہ کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:۔

"اسلام اپنے حبشی نَو مُسلم کو قوتِ عمل، وقار، خوداعتمادی اور عزتِ نفس کی نعمتیں بخشتا ہے جو اس کے مشرک یا عیسائی ہموطنوں میں شاذونادر ہی پائی جاتی ہیں"[1]

اور بشپ کراؤ تھر "مغربی افریقہ میں اسلام" کے موضوع پر لکھتے ہیں:۔

"جب کوئی مسلمان تاجر بُت پرستوں کے گاؤں میں پہنچتا ہے، تو وہ جلد ہی بار بار وضو کرکے نماز پڑھنے اور رکوع و سجود میں جانے سے، جس میں وہ کسی غیر مرئی ہستی سے باتیں کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے، لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرلیتا ہے۔ اور اپنی ذہنی اور اخلاقی برتری کے باعث بُت پرست باشندوں میں عزت و احترام اور اعتماد کا مقام حاصل کرلیتا ہے۔ یہ مسلمان سوداگر اس امر پر ہر وقت آمادہ اور تیار رہتا ہے، کہ وہ بُت پرستوں میں وہ ساری خوبیاں پیدا کردے جو خود اس میں موجود ہیں، اور ان کو آگاہ کرے کہ اسلام کیا ہے"[2]

اِن بیانات کی موجودگی میں یہ کہنا کہ اسلام کی ترقی کا بڑا سبب تعددِ ازدواج کا مسئلہ ہے، واقعات کی صریح غلط توجیہہ ہے۔ جس سے مقصود صرف اسلام کی صداقت کو مشتبہ کرنا ہے۔ ورنہ حقیقت سے اس کو کچھ بھی تعلق نہیں۔

---

[1] پریچنگ آف اسلام از آرنلڈ صفحہ ۳۶۱

[2] پریچنگ آف اسلام از آرنلڈ صفحہ ۳۵۴

دجّال کی فلک پروازیاں

مولانا عبدالماجد صاحب دریا بادی "صدق" مؤرخہ ۱۶ اگست ۱۹۴۶ء میں لکھتے ہیں:-

"نیویارک ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ امریکی فوج اب ستاروں کے درمیان سفر کے لئے ایک نئی قسم کی ہوائی (راکٹ) ایجاد کر رہی ہے۔ کاش یہ زمین سے ستاروں تک پہنچا دینے والی ایجادیں امریکہ میں جلد سے جلد تکمیل کو پہنچ جائیں، بلکہ ان میں اتنی ترقی ہو جائے کہ بغیر کسی ہوا گاڑی کی مدد کے محض انسان ہی جسم میں کوئی مشین لگا کر فضاء میں پروانہ کے کمالات دکھانے لگے، کہ دنیا کو اس سچے کے کشف کی تصدیق جلد سے جلد ہو جائے کہ جس نے آج سے صدیوں پیشتر یہ دیکھ لیا تھا کہ دجّال زمین و آسمان کے درمیان اُڑ رہا ہے، فضاء میں قلابازیاں کھا رہا ہے۔" (صدق ۱۶ اگست ۱۹۴۶ء)

ڈاکٹر اقبال کا یہ شعر تو مشہور ہی ہے، جس میں انہوں نے مغربی اقوام کو یاجوج ماجوج قرار دیا ہے ؎

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشمِ مسلم دیکھ لے تفسیرِ حرفِ یَنْسِلُوْنَ[1]

---

[1] یہ آیت قرآنیہ حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ ٥ (انبیاء ع) کی طرف اشارہ ہے، جس کا آخری لفظ یَنْسِلُوْنَ ہے، اور جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ یاجوج و ماجوج کا ہر جگہ غلبہ ہوگا۔ ڈاکٹر اقبال اس پیشگوئی کے پورے ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے جسے ہر شخص اس زمانہ میں دیکھ رہا ہے۔

اب آہستہ آہستہ دوسرے علماء بھی یاجوج وماجوج اور دجّال کے متعلق اس تشریح کو تسلیم کرتے جارہے ہیں جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۹۱ء میں کی تھی۔ یعنی یہ کہ اس سے مراد عیسائی اقوام ہیں، کیونکہ یہی وہ تفسیر ہے جو عقل کے مطابق قرار پا سکتی ہے، اور واقعہ کے مطابق بھی ہے۔

مولانا عبدالماجد صاحب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کشف کی "جلد سے جلد" تصدیق کے لئے یہ ضروری خیال فرماتے ہیں کہ "بغیر کسی ہوائی گاڑی کی مدد کے انسان ہی جسم میں کوئی مشین لگا کر فضاء میں پرواز کے کمالات دکھانے لگے"۔ مگر حضور علیہ السلام کے جس کشف کی طرف وہ اشارہ کر رہے ہیں، اس میں تو اس کا کوئی ذکر نہیں کہ دجّال کسی گاڑی کی مدد سے زمین و آسمان کے درمیان قلابازیاں لگائے گا یا اس کے بغیر۔ پھر اگر گاڑی کی مدد سے اُڑنا کشف کی "جلد سے جلد" تصدیق میں روک ہو سکتا ہے، تو جسم میں مشین لگا کر فضاء میں اُڑنا کیوں روک نہ ہوگا؟ حقیقت یہ ہے کہ دجّال کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کشف کی صداقت پوری شان سے ظاہر ہو چکی ہے، اور اب اس میں کوئی کمی یا کسر باقی نہیں رہی۔

معاونین رسالہ

"ریویو" کی خریداری خدا تعالےٰ کے فضل سے روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اگر احباب جماعت اسی طرح توجہ فرماتے رہے، جس طرح گذشتہ چار ماہ سے فرما رہے ہیں، تو امید کی جا سکتی ہے کہ رسالہ کی مالی حالت بہت جلد سنبھل جائیگی۔ یوں تو سب دوستوں نے رسالہ کی کسی نہ کسی رنگ میں امداد فرمائی ہے مگر حسب ذیل احباب اور بزرگوں نے خاص طور پر رسالہ کی خریداری بڑھانے میں کوشش فرمائی ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء

۱۔ جناب حاجی محمد اسمٰعیل صاحب محلہ دارالبرکات قادیان۔ ۲۔ جناب مولنا علی احمد صاحب ایم۔ اے بھاگلپوری۔ ۳۔ جناب پیر سید محمد زمان شاہ صاحب وکیل مانسہرہ۔ ۴۔ جناب صلاح الدین صاحب پونا۔ ۵۔ جناب نذیر احمد صاحب لائلپور۔ ۶۔ جناب [illegible] صاحب پشاور۔ ۷۔ ڈاکٹر [illegible] صاحب [illegible]

رسالہ دیدارِ الٰہی نمبر ۲[1]

ہستیٔ باری تعالیٰ پر چند عقلی دلائل

(تا دلیل نمبر ۱۲ خواندہ وشنیدہ بہ ترتیب و ترمیم خود۔ باقی از خود)

(از حضرت صاحبزادہ پیر منظور محمد صاحب موجد قاعدہ یسرنا القرآن)

خود بخود ہونے کے خیال کا ردّ۔

دلیل نمبر ۱

کسی حادث یعنے نو پیدا چیز کی نسبت یہ کہنا کہ یہ چیز خود بخود ہے اس کے یہ معنے ہوں گے کہ اُس چیز نے اپنے آپ کو آپ پیدا کیا۔ یعنے وہ چیز اپنی خالق آپ ہے لیکن یہ بات بدیہی البطلان ہے کیونکہ کسی حادث چیز کا اپنا خالق آپ ہونے کے دو طریق ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ چیز موجود نہ تھی اور اُس نے اپنے آپ کو آپ پیدا کیا۔ لیکن یہ باطل ہے۔ کیونکہ جب وہ چیز موجود ہی نہ تھی تو اُس نے پیدا کس کو کیا؟ خفتہ را خفتہ کے کند بیدار۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ وہ چیز موجود تھی اور اُس نے اپنے آپ کو پیدا کیا۔ یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ جب وہ چیز موجود ہے تو اُس کا اپنے آپ کو موجود کرنے کے کیا معنے؟ یہ فقرہ ہی بے معنے ہے۔ بطور مثال مَیں انسان کو لیتا ہوں۔ مثلاً یہ یقینی بات ہے کہ آج سے سو برس پہلے مَیں نہیں تھا۔ کیونکہ اس وقت میری عمر ستّر سال کی ہے۔ اور اِس وقت مَیں موجود ہوں۔ پس جب آج سے سو برس پہلے مَیں

[1] رسالہ دیدار الٰہی نمبر ۱ "ریویو" کے نمبر ۴ ۱۹۴۵ء میں چھپ چکا ہے۔

موجود ہی نہ تھا تو میں نے پیدا کس کو کیا ؟ اور اگر میں موجود تھا تو میرا موجود کو موجود کرنیکا کیا مطلب ؟ یہ فقرہ ہی مہمل ہے۔ تحقیقات مندرجہ بالا سے ثابت ہوا کہ میں خود بخود نہیں یعنے میں نے اپنے آپ کو پیدا نہیں کیا بلکہ میرا خالق کوئی اور ہے۔ اور یہی ثابت کرنا تھا۔

پھر چونکہ میرا جسم اِس جہان کا جزو ہے اور یہ جہان مجموعہ ہے اُن اشیاء کا جو موجود ہیں لہذا میرے خود بخود نہ ہونے کے ثابت ہونے کے بعد یہ بھی ثابت ہوگیا کہ یہ جہان بھی خود بخود نہیں بلکہ اِس کے پیدا کرنے والا کوئی اور ہے۔ اور وہ وہی ہے جو میرا خالق ہے۔ کیونکہ بحکم علوم متعارفہ مسلّمہ جو حال جُزو کا ہوتا ہے وہی حال کُل کا ہوتا ہے۔ مثلاً اگر سمندر کے پانی کے ایک قطرہ میں نمک پایا جائے تو سمندر کا کُل پانی نمکین ہوگا۔ پس جبکہ میرا خود بخود نہ ہونا ثابت ہے تو اِس جہان کا بھی خود بخود نہ ہونا ثابت ہوا یعنے اِس جہان نے اپنے آپ کو پیدا نہیں کیا بلکہ اِس کا خالق کوئی اور ہستی ہے۔ اور وہ ہستی وہی ہے جس کی نسبت قرآن شریف فرماتا ہے کہ اُس نے اِس جہان کو پیدا کیا۔

دلیل نمبر ۲

کوئی چیز اپنی خالق آپ نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ خلق کرنا ارادہ کو چاہتا ہے۔ اور بغیر ارادہ کے پیدائش کا ہونا محال ہے۔ اور یہ ضروری ہے کہ ارادہ کرنے والا اُس پیدا شدہ چیز سے پہلے ہو۔ اب اگر ارادہ کرنے والا اُس پیدا شدہ چیز کو سمجھا جائے تو تَقَدُّمُ الشَّيْءِ عَلٰی نَفْسِہٖ ہوا۔ یعنے کسی چیز کا اپنے آپ سے پہلے ہونا۔ اور یہ محال ہے۔ کیونکہ جو چیز ماہ جنوری ۱۹۴۲ء میں پیدا ہوئی وہ ماہ دسمبر ۱۹۳۹ء میں ہرگز نہ تھی۔ پس ثابت ہوا کہ ارادہ کرنے والا وہ چیز نہیں بلکہ اس کا غیر ہے جو اس چیز کے

پیدا ہونے سے پہلے موجود ہے اور جس نے اُس چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا۔ زید ۲۴ء میں پیدا ہوا۔ لہذا وہ ۱۹۳ء میں ہرگز نہ تھا ۲۴ء سے پہلے زید ارادہ کرنیوالا نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ معدوم ہے۔ پس اُس کی پیدائش کا ارادہ کرنے والا اُس کے موجود ہونے سے پہلے چاہیئے۔ اور یقیناً وہ کوئی اور ہے۔ زید نہیں۔ لہذا زید خود بخود پیدا نہیں ہوا یعنے اُس نے اپنے آپ کو پیدا نہیں کیا۔ غرض خود بخود ہونے کا فقرہ اِس دُنیا کی کسی چیز پر چسپاں نہیں ہوسکتا۔ یہ فقرہ صرف خدا پر چسپاں ہوسکتا ہے۔ خدا کے معنے ہیں:۔ خود آ۔ اُس کے خود آ ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ اِس جہان کو جو خدا تعالےٰ کا فعل ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو صاف ثابت ہوجاتا ہے کہ اِس جہان کا بنانے والا کامل علم اور کامل قدرت رکھتا ہے۔ اور جو ہستی کامل علم اور کامل قدرت والی ہوگی وہ مخلوق نہ ہوگی بلکہ خود آ ہوگی۔

واضح ہو کہ ہر ایک مخلوق چیز محدود ہوتی ہے اور محدود چیز ناقص ہوتی ہے پس اگر مخلوق چیزیں یعنے اِس جہان کی چیزیں خود بخود ہیں یعنے اپنی مرضی اور ارادہ سے آپ ہی ہیں تو انہوں نے اپنے آپ کو ناقص کیوں بنایا؟ انہیں چاہیئے تھا کہ اپنے آپ کو بےنقص اور کامل بناتیں یا ہوتیں۔ غرض ان کا محدود اور ناقص ہونا ہی ان کے مخلوق ہونے کا ثبوت ہے اور اُن کا مخلوق ہونا اُن کے خود بخود نہ ہونے کا ثبوت ہے۔ خدا تعالےٰ چونکہ ازلی اور غیر محدود ہے اس لئے غیر مخلوق اور کامل اور بےنقص اور بےعیب ہے۔

دلیل نمبر ۳

یہ بات عند العقل ممتنع ہے کہ کوئی شئے اپنے وجود سے پہلے موجود ہو۔ یعنے یہ نہیں ہوسکتا کہ جس وقت وہ شئے پیدا ہوئی ہے اس سے پہلے بھی وہ شئے موجود ہو بفرض محال

ایسا ہو تو اس سے حسب ذیل خرابیاں لازم آتی ہیں۔ اوّل یہ کہ اس طرح ایک چیز کو دو چیزیں ماننا پڑتا ہے اور یہ محال ہے۔ اس سے علم حساب باطل ہو جاتا ہے۔ ایک آم کو دو آم نہیں کہہ سکتے۔ اور نہ دو آموں کو ایک آم کہہ سکتے ہیں۔ دوسری خرابی یہ پیدا ہوتی ہے کہ اس جہان کو دیکھ کر خالق اور مخلوق میں فرق زمانی بھی پایا جاتا ہے اور فرق مکانی بھی۔ پس اگر ایک چیز کو اپنا خالق آپ سمجھا جائے تو نہ فرق زمانی رہتا ہے اور نہ فرق مکانی۔ حالانکہ زمانہ بھی موجود ہے اور مکان بھی موجود ہے۔ تیسری خرابی یہ ہے کہ یہ مسلّم ہے کہ عدم سے وجود میں آنے میں ایک فعل ترجیح کا پایا جاتا ہے۔ یعنے ہست کو نیست پر ترجیح دی گئی ہے۔ یعنے نیست کو ناپسند کیا گیا ہے اور ہستی کو پسند کیا گیا ہے۔ مثلاً گھر میں کلاک نہیں تھا۔ پھر بازار سے کلاک خرید کر دالان کی دیوار میں لگا دیا گیا۔ یعنے کلاک کا دالان میں نہ ہونا ناپسند کیا گیا اور کلاک کے ہونے کو پسند کیا گیا۔ پس ہونے کو نہ ہونے پر ترجیح دی گئی۔ اب اگر اس فعلِ ترجیح کا فاعل کلاک کو سمجھا جائے تو کلاک کا یہ دعویٰ جھوٹا ہوگا۔ کیونکہ (بر بنائے دعوئے خود بخود ہونا) ایک طرف تو کلاک یہ کہتا ہے کہ میں دالان میں پہلے بھی موجود تھا اور پھر یہ بھی کہتا ہے کہ میں پہلے دالان میں نہیں تھا اور اب میں اس دالان میں موجود ہوگیا ہوں۔ تو اس کا یہ کہنا صریح طور پر غلط ہے۔ کیونکہ اس کی ان دونوں باتوں میں تناقض ہے۔ وجہ یہ کہ زمانۂ ماضی میں کلاک دالان میں نہیں تھا بلکہ زمانۂ حال میں موجود ہوا ہے جس سے فرقِ زمانی ظاہر ہے۔ اور چونکہ دالان میں کلاک کی جگہ بھی خالی تھی اور اب اس نے کچھ جگہ بھی گھیر لی ہے اس سے فرقِ مکانی بھی ظاہر ہے۔ غرض جبکہ کلاک دالان میں موجود ہی نہ تھا نہ زمانی طور پر اور نہ مکانی طور پر تو یہ غلط ہے کہ کلاک نے ہستی کو نیستی پر ترجیح دی۔ بلکہ کلاک کے سوا کسی اور نے ہستی کو نیستی پر ترجیح دی یعنے اس ترجیح کا مرجح کلاک کے سوا کوئی اور ہے۔

اور وہ انسان ہے۔ کلاک نہیں۔ (اور انسان کے ہونے کو اس کے نہ ہونے پر ترجیح دینے والا خدا تعالےٰ ہے۔)

دلیل نمبر ۴

لامذہب فلسفی خود بخود ہونے کے یہ معنے کرتے ہیں کہ مادہ کا مختلف صورتیں اختیار کرنا مادہ کی طبعی خاصیت کی وجہ سے ہے۔ مگر ان کے ایسا کہنے کا مطلب بھی دراصل یہی ہے کہ مادہ سے بنی ہوئی اشیاء کا خالق خود مادہ ہے۔ یا یوں کہو کہ مادہ اپنا خالق آپ ہے۔ اُن کے اس خیال کے غلط ہونے کا ثبوت ذیل میں اس دلیل نمبر ۴ میں بھی اور اگلے نمبروں میں بھی ہے۔

سائنس والوں کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ مادہ میں عقل اور شعور اور ادراک اور قدرت اور مرضی اور ارادہ اور علم نہیں ہے۔ نہ بالفعل اور نہ بالقوہ۔ اور مادہ سے بنی ہوئی اشیاء میں خاص کر جانداروں میں یہ تمام صفات موجود ہیں۔ پس صاف ثابت ہے کہ یہ تمام صفات مادہ سے اِن اشیاء میں نہیں آئیں بلکہ مادہ کے سوا کسی اور ہستی کی طرف سے یہ صفات اِن اشیاء میں آئی ہیں لہذا مادہ اِن اشیاء کا خالق نہیں ہو سکتا۔ ہاں مندرجہ بالا تمام صفات خدا تعالےٰ میں ہیں لہذا وہی دُنیا کی تمام اشیاء کا خالق ہے۔ خدا تعالےٰ میں اِن تمام صفات کے ہونے کا ثبوت رسالہ دیدارِ الٰہی ۱۲ میں دیا جا چکا ہے۔ یہ نمبر ارسالہ اُردو ریویو آف ریلیجنز ۲۷ جلد ۴ بابت ماہ فروری ۱۹۴۵ء میں چھپ چکا ہے۔

دلیل نمبر ۵

جو چیز مُرکّب ہے اُس کے لئے مُرکِّب کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر اس کا مُرکّب ہونا خاصۂ ذاتی ہوتا تو انفکاک کے بعد یعنے توڑے جانے کے بعد پھر ویسی ہو جاتی کیونکہ ذات اپنی صفات اور مقتضیات سے علیحدہ نہیں ہو سکتی۔ پس جبکہ

امر واقعہ یہ ہے کہ اگر کسی مُرکب چیز کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا جائے تو وہ دوبارہ خود بخود اپنی پہلی شکل اختیار نہیں کرتی تو ثابت ہؤا کہ دُنیا کی چیزیں مادہ کی ذاتی خاصیت کی وجہ سے نہیں بنیں یعنے اِن اشیاء کو مادہ نے نہیں بنایا۔ اور چونکہ یہ اشیاء بنی ہوئی موجود ہیں لہذا ان کے بنانے والا مادہ کے سوا کوئی اور ہے کیونکہ بحکم علوم متعارفہ مسلمہ مصنوع کا بغیر صانع کے ہونا محال ہے۔

دلیل نمبر ۶

لامذہب فلسفیوں کا یہ کہنا کہ طبیعت خالق ہے بالکل خلافِ عقل ہے۔ کیونکہ طبیعت یعنے خاصہ جسے انگریزی میں نیچر کہتے ہیں صفت ہے۔ موصوف یعنے ذات نہیں ہے۔ پس یہ کہنا کہ نیچر نے یوں کیا یا وُوں کیا الفاظ بے معنی ہیں۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ نیچر یوں ہے۔ ہونا اور ہے اور کرنا اور ہے۔ غرض موصوف خالق ہو سکتا ہے صفت خالق نہیں ہو سکتی۔

دلیل نمبر ۷

مادہ کی طبیعت اور خاصیت کو خالق سمجھنا غلطی ہے۔ کیونکہ اگر درخت کے مادہ میں بڑھنے کی خاصیت ہے تو وہ کیوں نہیں بڑھتا چلا جاتا۔ ایک خاص حد تک پہنچ کر اُس کا بڑھنا اور پھیلنا کیوں رُک جاتا ہے۔ کون ہے جو اس کی طبیعت پر حکمران ہے۔ سر کے بال ماتھے کی حد تک آ کر کیوں رُک جاتے ہیں۔ جلد میں اگر بال پیدا کرنے کی خاصیت ہے تو تمام چہرہ بالوں سے کیوں بھر نہیں جاتا۔ بھنؤیں کمان کی شکل کیوں اختیار کرتی ہیں۔ پلکیں کیوں تیر بنتی ہیں۔ انسان کی آنکھیں بادامی کیوں ہیں۔ اُلّو کی آنکھیں گول کیوں ہیں۔ اگر جوانی کا سبب دَوران خون ہے تو جوانی قائم کیوں نہیں رہتی۔ ختم کیوں ہو جاتی ہے۔ دل میں اگر حرکت کرنے کی خاصیت ہے تو بعض کا ہارٹ فیل کیوں ہو جاتا ہے۔ زمین مغرب سے مشرق کی طرف چکر

لگاتی ہے مشرق سے مغرب کی طرف بھی چکر لگا سکتی تھی۔ اس ترجیح کا مرجح کون ہے؟
اگر کہو کہ یہ بھی مادہ کی خاصیت اور طبیعت ہے کہ درخت کو ایک حد تک بڑھنے
اور پھیلنے دے تاکہ تمام سطح زمین صرف درختوں سے ہی نہ بھر جائے اور دوسری
چیزوں کے لئے بھی جگہ رہے۔ اور مردوں کی مونچھیں اور داڑھی بنائے اور عورتوں
کے رخسار بالوں سے صاف رکھے تاکہ مرد اور عورت میں تمیز ہو سکے۔ اور عورتوں
کو چھاتیاں اس لئے دے تاکہ بچوں کی پرورش ہو سکے۔ اور نسل انسانی کو قائم
رکھنے کے لئے مردوں اور عورتوں کے اعضائے تناسل بنائے اور ان کی بناوٹ
ایسی رکھے کہ مرد عورت کی زمین میں تخم ریزی کر سکے۔ اور زمین کو اپنی مرضی اور ارادہ
سے ستاروں کی کشش اور اُن کی رفتار کا لحاظ کرکے بجائے مشرق سے مغرب کی
طرف چکر دینے کے مغرب سے مشرق کی طرف چکر دے تو پھر عقل اور شعور اور علم اور
ارادہ او رقدرت اور حکمت کس کا نام ہے؟ اگر مادہ یہ تمام صفات رکھتا ہے تو پھر خدا
اور مادہ میں کیا فرق ہوا؟ لیکن چونکہ مسلم طور پر یہ تمام صفات مادہ میں نہیں لہذا
ماننا پڑا کہ یہ تمام صفات مادہ کے سوا کسی اور ہستی کی ہیں جس نے مادہ سے دُنیا کی تمام
اشیاء بنائیں۔ مذہب اسلام نے اُس کا نام اللہ بتایا اور لامذہب فلسفیوں نے
اُس کا نام طبیعت اور خاصیت رکھدیا۔ صرف نام کا فرق ہے۔ حالی نے خوب کہا ہے

انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا ✦ دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے

دلیل نمبر ۸

حرکت بغیر محرک کے نہیں ہو سکتی۔

یہ کہنا کہ حرکت کرنا مادہ کی خاصیت ہے باطل ہے۔ کیونکہ حرکت کے معنے
ہیں جگہ بدلنا۔ یعنے ایک مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام میں جانا۔ اور یہ فعل ہے

اور فعل محکم علوم متقاربہ مسئلہ بغیر فاعل کے نہیں ہو سکتا۔ پس مادہ سے بنی ہوئی کسی چیز کو حرکت دینے کے لئے مادہ کے سوا کسی محرک کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ایک جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ جانا ارادہ کو چاہتا ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ مادہ میں ارادہ اور مرضی نہیں۔ پس مادہ سے بنی ہوئی چیز خود بخود حرکت نہیں کر سکتی۔ اس کے ہلانے کے لئے کسی اور ایسی ہستی کی ضرورت ہے جو زندہ اور صاحبِ ارادہ اور صاحبِ قدرت ہو۔ اور حقیقی زندہ اور صاحبِ ارادہ و قدرت خدا تعالےٰ ہے۔ انسان اور دوسرے جاندار غیر حقیقی زندہ ہیں۔

دلیل نمبر ۹
نُمُوّ مادہ کی صفت نہیں۔

اگر پیدائش یعنے نُمُوّ مادہ کی خاصیت ہے تو یہ خاصیت ہمیشہ رہنی چاہیئے لیکن صورتِ حال اِس کے برخلاف ہے۔ کیونکہ ایک چیز ایک حد تک نُمُوّ پاکر پھر فنا ہو جاتی ہے۔ اگر کہو کہ فنا ہونا بھی مادہ کی خاصیت ہے تو پھر سرے سے پیدائش اور نُمُوّ بھی نہیں ہونی چاہیئے۔ لیکن یہ بھی واقعہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ چیزیں پیدا بھی ہوتی ہیں اور فنا بھی ہو جاتی ہیں۔ اگر کہو کہ مادہ میں یہ دونوں خاصیتیں ہیں کہ کچھ مدت کسی چیز کی نُمُوّ کرکے پھر اس کو فنا کر دے تو مادہ میں ارادہ اور قدرت اور علم اور اختیار وغیرہ کا ہونا ثابت ہوا۔ لیکن سائنس مادہ میں یہ صفات نہیں مانتی مگر چونکہ دُنیا میں یہ صفات اپنا کام کر رہی ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ اِن صفات کا موصوف مادہ کے سوا کوئی اور ہستی ہے۔ اُسی کا نام خدا ہے جو مادہ کو نُمُوّ دیتا ہے۔

پھر دہریہ سے سوال ہے کہ پیدائش فنا سے پہلے کیوں ہوتی ہے۔ پیدائش کو فنا پر ترجیح دینے والا کون ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ خود مادہ تو مرجّح نہیں۔ کیونکہ مادہ کو نہ علم ہے نہ شعور۔ پس یقیناً اِس ترجیح کا مرجّح مادہ کے سوا کوئی اور ہے

جو اپنی مرضی اور ارادہ اور اختیار سے پہلے مادّہ سے اشیاء بناتا ہے۔ پھر ایک مقررہ وقت کے بعد اپنی مرضی اور ارادہ سے اُنہیں فنا کر دیتا ہے۔ اُسی کا نام خدا ہے۔

دلیل نمبر۱۰
ترتیب سے مُرتّب کا ثبوت

سڑک پر چلتے چلتے اگر ہم کچھ پیسے بکھرے پڑے ہوئے دیکھیں تو خیال آئے گا کہ جیب میں سوراخ تھا۔ لیکن اگر سولہ سولہ پیسے ایک دائرہ کی شکل میں رکھے ہوں تو ہرگز خیال نہیں آئے گا کہ جیب میں سوراخ تھا۔ بلکہ یہ خیال آئے گا کہ کسی نے دانستہ اور ارادتاً ایسا کیا ہے۔ کیونکہ ان میں ترتیب پائی جاتی ہے۔ پس اِس جہان کی ترتیب کو دیکھ کر سوائے اِس کے اور کوئی خیال نہیں آسکتا کہ کسی نے اِسکو بنایا ہے۔ یہ خود بخود نہیں بنا۔

دلیل نمبر۱۱

انسان اِس بات کا اقراری ہے کہ اُس کی پیدائش کا وقت اور پیدائش کا مقام اور اس کی عمر کی کمی بیشی اور اس کے جسم کی بناوٹ اس کے اختیار میں نہیں پس یہ تمام باتیں جس کے اختیار میں ہیں وہی خدا ہے۔

دلیل نمبر۱۲

غیر محدود یا قدیم ہونے کا خیال لامذہب فلسفیوں نے مذہب سے چُرایا ہے۔ کیونکہ غیر محدود یا قدیم ہونے کا خیال انسان کے دماغ میں آہی نہیں سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا ظاہر اور باطن محدود ہے۔ پس غیر محدود اور قدیم ہونے کی طرف انسان کی توجہ جا ہی نہیں سکتی۔ لیکن جب مذہب کی طرف سے آواز ان فلسفیوں کے کان میں پڑی کہ ایک ہستی ایسی ہے جو قدیم ہے اور غیر محدود اور غیر مخلوق ہے تو ان

فلسفیوں نے مذہبی مخالفت کی وجہ سے مادہ اور ایتھر کو قدیم اور غیر محدود کہنا شروع کر دیا۔

مذہب کے ساتھ ان فلسفیوں کی مخالفت کے اسباب حسب ذیل ہیں۔ (۱) متکبر اور خود پسند ہونا۔ (۲) انبیاؑء کو اپنا ہم جنس سمجھنا اور اپنے سے علم میں کم جاننا حالانکہ انبیاؑء کو خدا تعالے سکھاتا ہے۔ (۳) دُنیا کے لوگوں کی نظر میں بڑا اور معزز ہونے کی خواہش رکھنا۔ (۴) دُنیا کی لذات اور عیش و عشرت کا طالب ہونے کی وجہ سے خالی الذہن ہو کر انبیاؑء کی باتوں پر غور نہ کرنا۔ (۵) دُنیا کو مقصود اور مطلوب بنانے کی وجہ سے مَوت کو بھلا دینا۔

دلیل نمبر ۱۲

لامذہب فلسفیوں سے سوال ہے کہ اگر ایتھر قدیم اور غیر محدود ہے تو اُس کی یہ دونوں صفات دُنیا کی اشیاء میں کیوں نہیں آئیں۔ اور پھر دُنیا کی اشیاء میں جو صفات ہیں وہ ایتھر میں کیوں نہیں؟ ان فلسفیوں کے نزدیک ایتھر مع اپنی حرکت کے قدیم ہے اور حیوانات اور نباتات کا وجود بعد کو ہوا ہے۔ اور بوجہ غیر محدود ہونے کے ایتھر کی کوئی شکل نہ تھی۔ تو پھر ان سے سوال ہے کہ موجودات یعنے دنیا کی اشیاء میں صورتیں اور شکلیں کہاں سے آگئیں۔ پھر جب ایتھر نے بے شمار شکلیں اختیار کیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ شکلیں بدلتی رہتی ہیں یعنے پہلی شکل زائل ہو جاتی ہے تو ثابت ہؤا کہ ایتھر قدیم نہیں کیونکہ جو متغیر ہو وہ قدیم نہیں ہو سکتا۔ پھر اگر ایتھر قدیم ہے تو موجودات کا بھی قدیم ہونا ضروری ہے لیکن دُنیا کی ہر ایک شئے متغیر ہے۔ لہذا موجودات یعنے دُنیا قدیم نہیں۔ لامذہب سائنس والے کہتے ہیں کہ موجودات کا وجود بعد کو ہؤا ہے۔ پس اگر ایتھر قدیم ہے اور اس میں شعور اور علم اور ارادہ اور قدرت اور اختیار وغیرہ بھی نہیں تو اُسے موجودات کی شکل میں کس نے بدل دیا؟

لامحالہ انہیں مذہب کی پیش کردہ ہستی یعنے خدا تعالےٰ کو ماننا پڑے گا جس نے ایتھر کو پیدا کیا اور پھر ایتھر سے دوسری چیزیں بنائیں اور انہیں شکل وصورت دی۔

ایک طرف تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ دُنیا کی اشیاء کی پیدائش کی اصل جڑ مادہ یا ایتھر اور اس کی حرکت ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ ایتھر یا مادہ میں عقل اور ارادہ اور ادراک اور اختیار اور نُمو نہیں پس اُن سے سوال ہے کہ اگر دُنیا کی اشیاء کی جڑ ایتھر اور اس کی حرکت ہے تو موجودات یعنے دُنیا کی اشیاء میں عقل اور شکل اور ارادہ اور نُمو اور ادراک اور اختیار کہاں سے آگیا؟

دلیل نمبر ۱۴

بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ خدا تعالےٰ ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتا اسلئے اس کے ہونے پر کس طرح یقین کیا جائے۔ اس کا مفصل جواب تو رسالہ دیدار الٰہی نمبرا مندرجہ ریویو آف ریلیجنز اردو ۲ جلد ۴۴ مؤرخہ ماہ فروری ۱۹۴۵ء کے صفحہ ۹ پیراگراف نمبر ۲ میں دیا گیا ہے لیکن مختصر طور پر یہ ہے کہ اگر خدا تعالےٰ ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتا تو دُنیا کی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتیں لیکن ان کے ہونے پر لوگوں کو یقین ہے۔ مثلاً ہوا۔ آواز۔ درد۔ لذت۔ اور منجملہ انکے انسان بھی ہے جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔ لیکن اُس کے ہونے پر یقین کیا جاتا ہے۔ اس بات کا ثبوت کہ انسان ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتا یہ ہے کہ انسان کا جسم انسان نہیں بلکہ انسان اپنے جسم کے اندر ایک پوشیدہ اور نامعلوم الکنہ شے ہے۔ اُس کا جسم جو بہت سے اعضا کا مجموعہ ہے ایک آلہ اور مشین ہے جس سے وہ کام لیتا ہے اور کلام کرتا ہے۔ یہی کام اور کلام انسان کے پہچاننے کا ذریعہ ہے۔ اگر کام اور کلام نہ ہو تو محض جسم کو انسان نہیں کہہ سکتے۔ اگر موم اور لکڑی اور لوہے اور رنگ وروغن سے بنا

ہُوا ایک ہُوبہُو انسانی جسم ہو تو وہ ہرگز انسان نہیں کہلا سکتا۔ انسان کا دیکھنا۔ سُننا۔ سونگھنا۔ چکھنا۔ چھونا۔ بولنا اور کام کرنا بذریعہ جسمانی اعضا کے ہوتا ہے۔ یعنے دیکھنا آنکھوں کے ذریعہ سے۔ سُننا کانوں کے ذریعہ سے۔ سونگھنا ناک کے ذریعہ سے۔ چکھنا زبان کے ذریعہ سے۔ چھونا جِلد کے ذریعہ سے۔ بولنا زبان اور حلق اور ہونٹوں کے ذریعہ سے۔ اور کام کرنا ہاتھوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ بس انسان کے ہونے پر یقین اُس کے جسمانی اعضا کے قول اور فعل کے ذریعہ سے ہوتا ہے محض جسمانی اعضا کو دیکھنے سے انسان کے ہونے پر ہرگز یقین نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک پھیری والا آواز دیتا جارہا ہے کہ ریشمی کپڑا لے لو۔ عطر لے لو۔ تو اُسے ایک پردہ کے پیچھے سے آواز آتی ہے کہ سبز رنگ کا ریشمی کپڑا اور کیوڑے کا عطر دے جاؤ۔ پھیری والا آواز سُنتا ہے اور پردہ کی دراڑ سے یہ دونوں چیزیں پکڑا دیتا ہے۔ قیمت پر گفتگو ہونے کے بعد پھیری والا قیمت لے کر چلا جاتا ہے۔ اب اگرچہ پھیری والے نے پردہ کے اندر کے شخص کی نہ تو آنکھوں کو دیکھا ہے اور نہ اُس کی ناک کو دیکھا ہے اور نہ اُسکے ہونٹوں کو دیکھا ہے اور نہ اُس کے ہاتھوں کو دیکھا ہے اور نہ اُس کے کانوں کو دیکھا ہے۔ لیکن اُسے یقین ہے کہ اِس پردہ کے اندر کوئی ایسی ہستی ضرور ہے جو دیکھتی بھی ہے اور سُنتی بھی ہے اور سونگھتی بھی ہے اور چھُو کر معلوم بھی کر سکتی ہے اور پکڑ بھی سکتی ہے اور عقل اور سمجھ اور ارادہ اور مرضی بھی رکھتی ہے۔ کیونکہ اُس پس پردہ ہستی نے کپڑے کو دیکھ کر ہی معلوم کیا ہے کہ یہ سبز رنگ کا ہے۔ اور چھُو کر ہی معلوم کیا ہے کہ یہ ریشمی ہے۔ سُوتی یا اُونی نہیں۔ اور سونگھ کر ہی معلوم کیا ہے کہ یہ عطر کیوڑے کا ہے گلاب کا نہیں۔ تبھی تو اُس نے دام دیئے ہیں۔ اگر اُس کی مرضی اور فرمائش کے خلاف یہ دونوں چیزیں ہوتیں تو نہ خریدتا۔ غرض پھیری والے نے خریدار کے جسم کو نہیں دیکھا کیونکہ دونوں کے درمیان پردہ حائل تھا۔ پھیری والے نے خریدار کے

صرف قول اور فعل سے خریدار کو پہچانا ہے یعنے اُس نے خریدار کے اعضا کو نہیں دیکھا بلکہ خریدار کے اعضا کو صرف کام کرتے دیکھا ہے اور اعضا کے صرف کام سے اُسے خریدار کے انسان ہونے کا یقین ہوا ہے۔ پھیری والے نے خریدار کی آنکھوں کو نہیں دیکھا مگر قوتِ بینائی کو کام کرتے دیکھا ہے۔ اُس نے خریدار کی ناک کو نہیں دیکھا مگر قوتِ شامہ کو کام کرتے دیکھا ہے۔ اُس نے خریدار کے ہاتھوں کو نہیں دیکھا مگر ہاتھوں کے فعل یعنے چھونے کی اور پکڑنے کی صفت کو کام کرتے دیکھا ہے۔ غرض ایک انسان کے انسان ہونے پر یقین کرنے کے لئے صرف اس کی صفات کو کام کرتے ہوئے دیکھنا کافی ہے۔ گو اس کے کام کرنے والے جسمانی اعضا نظر نہ آئیں۔

یہی صورت خدا تعالےٰ کے متعلق ہے یعنے گو خدا تعالےٰ کا جسم اور اُس کے جسمانی اعضا ہمیں ظاہری آنکھوں سے نظر نہ آئیں لیکن اِن اعضا کے کام ہمیں نظر آرہے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کے ہونے پر یقین کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ جس طرح اُوپر کی مثال میں پھیری والے کو خریدار کے انسان ہونے پر یقین کرنے کے لئے خریدار کے اعضا کے صرف افعال یعنے کاموں کو دیکھنا کافی تھا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے ہونے پر یقین کرنے کے لئے صرف اس کے کاموں کو دیکھنا کافی ہے۔ غرض انسان کے کاموں کے علاوہ جو کام ہمیں دُنیا میں نظر آرہے ہیں اُنہیں دیکھکر ہمیں یقین ہو جانا چاہیئے کہ انسان کے علاوہ ایک عظیم اور غیر محدود اور کامل علم والی اور کامل قدرت والی اور کام کرنے والی ہستی موجود ہے کیونکہ وہ کام غیر محدود اور عظیم الشان ہیں۔ اور ان سے کامل علم اور کامل قدرت ظاہر ہوتی ہے۔ اِسی ہستی کو مذہب اسلام نے پیش کیا ہے جسے خدا کہتے ہیں۔

واضح ہو کہ انسان کا جسم اور اس کے اعضا کام کرنے کیلئے صرف ایک مشین ہے جس کے ذریعہ سے انسان کام کرتا ہے۔ اِسی طرح یہ مادی جہان مع اپنی اشیاء کے

خدا تعالےٰ کے لئے بمنزلہ جسم اور مشین کے ہے جس کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ کام کرتا ہے (ملاحظہ ہو توضیح مرام صفحہ ۳۰ و ۳۱ تصنیف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) غرض جسم اور صاحب جسم دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ جسم کام کرنے کے لئے محض ذریعہ اور واسطہ اور سبب ہے جو ظاہری آنکھوں سے نظر آتا ہے لیکن صاحب جسم ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔ نہ خدا۔ نہ انسان۔ اگر جسم نہ ہو تو صفات کا یعنے کاموں کا ظہور نا ممکن ہے۔ خدا تعالےٰ نے جب اپنے آپ کو ظاہر کرنا چاہا تو سب سے پہلے اُس نے مادّہ کو پیدا کیا۔ پھر مادّہ کے ذریعہ سے اُس نے طرح طرح کے کام کر کے اپنے آپکو یعنے اپنی صفات کو ظاہر کیا۔ دراصل صفات کا دیکھنا ہی ذات کا دیکھنا ہے صفات سے ہی ذات بنتی ہے۔ اگر صفات نہ ہوں تو ذات کا کوئی علم نہیں ہو سکتا۔ صفات کا دیکھنا ہی یقین کا ذریعہ ہے۔ اور کوئی صورت یقین کے حاصل ہونے کی نہیں جس قدر صفات کا زیادہ علم ہوگا اسی قدر ایمان اور یقین بھی زیادہ ہوگا۔ یاد رہے کہ جسم اور صاحب جسم کو ایک ہی چیز سمجھنا غلطی ہے بلکہ جیسا کہ اوپر بتایا گیا جسم اور صاحب جسم بالکل دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ ایک دلیل اس پر یہ ہے کہ شروع پیدائش سے ہی انسان کے جسم کا ہر ذرّہ ہر آن جسم سے الگ ہوتا رہتا ہے اور اُس کی جگہ دوسرا ذرّہ آجاتا ہے یعنے انسان کا جسم تبدیل ہوتا رہتا ہے جس سے ثابت ہوا کہ جسم اور صاحب جسم ایک چیز نہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ مرنے پر انسان کا موجودہ جسم اِسی دنیا میں رہ جاتا ہے اور دوسرے جہان میں اُسے دوسرا جسم ملتا ہے۔ جس کی مثال خواب ہے۔ خواب میں موجودہ جسم چارپائی پر پڑا ہوتا ہے اور سونے والا ایک دوسرے جسم کے ساتھ عالمِ خواب کی سیر کرتا ہے۔

دلیل نمبر ۱۵

اِلقا خدا تعالےٰ کے ہونے پر بڑی بھاری دلیل ہے

قوتِ حافظہ کی حقیقت کو انسان نہیں جان سکتا۔ اس لئے اِس کا دوسرا نام

ایجادوں کے ہونے کی نسبت اُس نے تیرہ سو برس پہلے فرمادیا تھا کہ:۔ وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَھَا۔ یعنے ایک زمانہ ایسا آئے گا (یہ اِذَا کے معنے ہیں جو اس سے پہلی آیت کے شروع میں ہے۔) جس میں بکثرت زمینی ایجادیں ہوں گی۔ لوہا اور دوسری معدنیات کا زمین سے نکلنا ایجادوں کے لئے ضروری ہے۔ ایک انگریز اپنی کتاب میں توریت کی ایک پیشگوئی لکھتا ہے جو یہ ہے:۔ "وہ مٹی سے تیل نکالے گا"

اس دلیل نمبر ۱۵ مندرجہ بالا کے متعلق قرآن شریف کی یہ آیت ہے:۔ فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَ تَقْوٰھَا۔ انبیاء کے الہام جن میں پیشگوئی ہوتی ہے وہ تمام دلائل سے بڑھ کر خداتعالےٰ کے ہونے پر دلیل ہیں۔ کیونکہ آئندہ کی صحیح خبر صرف خداتعالےٰ ہی دے سکتا ہے۔

دلیل نمبر ۱۶

واضح ہو کہ جانداروں کی فطرت بھی خداتعالےٰ کے ہونے پر ایک دلیل ہے چنانچہ طوطا، مینا، بندر، گھوڑا، ہاتھی وغیرہ اور انسان کو اگر کچھ سکھایا جاتے تو وہ سیکھ جاتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ سیکھنا جانداروں کی فطرت میں ودیعت ہے۔ اس کے علاوہ جاندار بہت سی باتیں سیکھے سکھائے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ بیا اپنا گھر بغیر کسی کے سکھائے آپ بناتا ہے اور اس میں اپنی ضرورت کی تمام چیزیں بھی تیار کرتا ہے۔ شہد کی مکھی گھر بنانے کے علاوہ موم اور شہد بھی مہیا کرتی ہے۔ ابابیل اپنا گھر مٹی سے بناتا ہے۔ ممولا درخت پر اپنا گھر پتوں کو موڑ کر اور ٹانکے دیکر بناتا ہے۔ چڑیاں اپنا گھر تنکوں سے بناتی ہیں۔ آدمی کا بچہ ماں کی چھاتی کو چوسنا بغیر سکھائے جانتا ہے۔ اُس کا مسکرانا بھی بغیر کسی کے سکھائے ہے۔ چونکہ اوپر ثابت کیا گیا ہے کہ سیکھنا جانداروں کی فطرت میں ودیعت ہے لہذا ان کا بہت کچھ سیکھے سکھائے پیدا ہونا بھی خودبخود نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ضرور اُن کا ایک مُعلّم ہے جو اُنہیں پیدا ہوتے

سے پہلے بہت کچھ سکھا دیتا ہے لیکن یہ معلّم سوائے جانداروں کے خالق کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ جس نے اُن کی بناوٹ میں سیکھنے کی فطرت رکھدی۔ یہ وہی خالق اور معلّم ہے جس کا نام خدا ہے۔

ہستی باری تعالیٰ کے دلائل پیش کرنے کی وجہ۔

اِس مضمون میں ہستی باری تعالیٰ کے دلائل پیش کرنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ لوگ مذہب اسلام کو قبول کر کے خدا تعالیٰ کیساتھ تعلق قائم کریں۔ کیونکہ مذہب اسلام کے سوا اور کسی مذہب نے خدا تعالیٰ کیساتھ تعلق قائم کرنیکا طریقہ نہیں بتایا اور خدا تعالیٰ کیساتھ تعلق قائم کرنیکی وجہ وجہ یہ ہے کہ انسان کا ہر ایک دُکھ اور سُکھ خدا تعالیٰ کیساتھ وابستہ ہے۔ خدا تعالیٰ کے بغیر انسان دُکھ سے ہرگز محفوظ نہیں رہ سکتا اور نہ اُسے کوئی آرام اور راحت مل سکتی ہے۔ پس انسان کو چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کیساتھ تعلق پیدا کرے جس کے ہونے کے دلائل اِس مضمون میں اور رسالہ دیدار الٰہی نمبر ا میں جو ماہ فروری ۱۹۴۳ء کے ریویو آف ریلیجنز اُردو قادیان میں چھپ چکا ہے دیدیئے گئے ہیں۔ ورنہ اُسکا حال ویسا ہی ہوگا جیسے اُس بچے کا ہوتا ہے جسے اپنی ماں کا پتہ نہ ہو۔ غیر مومن فلسفیوں کی مثال اُس بچے کی سی ہے جسکی ماں نہ ہو۔ اور مومن کی مثال اُس بچے کی سی ہے جسکی ماں ہر وقت اُس کے پاس ہو۔ چنانچہ خدا تعالےٰ قرآن شریف میں مومنوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ۔ یعنے جس جگہ بھی اور جس حال میں بھی تم ہو خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔ غرض مومن کا تعلق خدا تعالیٰ کیساتھ ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ اُس کا حافظ و ناصر ہوتا ہے۔ اس لئے وہ نہایت مطمئن اور خوش ہوتا ہے لیکن غیر مومن بالکل غیر مطمئن اور حیران و پریشان ہوتا ہے کیونکہ اُس کی ماں اُس کے پاس نہیں نہیں یعنے اس کا کوئی حافظ و ناصر نہیں۔ لیکن مومن کہتا ہے خدا دارم چہ غم دارم +

گولڈ کوسٹ (مغربی افریقہ) میں تبلیغِ اسلام

(از جناب الحاج مولنا نذیر احمد صاحب مبشر فاضل سیالکوٹی)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمانوں کی ترقی کا ایک نہایت ہی اعلیٰ اور سنہری اصل سورۃ آل عمران کی آیت وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ میں بیان فرمایا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو توجہ دلائی ہے کہ اُن کی ترقی اور کامیابی کا راز تبلیغ و اشاعتِ اسلام میں ہے۔ چنانچہ قرونِ اُولیٰ کے مسلمانوں نے اس اصل پر عمل پیرا ہو کر بڑی بڑی ترقیات حاصل کیں لیکن جب اس اہم کام میں کوتاہی کی گئی اور اُمت کی توجہ اس سے ہٹ کر دُنیا کی طرف پھر گئی تو مسلمانوں میں دینی اور دنیوی ہر دو قسم کی کمزوری شروع ہو گئی، اور وہ اس حالت کو پہنچ گئے جس میں وہ آج ہیں۔

تبلیغ سے قوم کو تین قسم کے فوائد حاصل ہوتے ہیں (۱) اصلاحِ نفوس (۲) قومی بیداری (۳) دوسری اقوام کو اپنے اندر جذب کرنا۔ اور یہ بدیہی بات ہے کہ مذکورہ بالا تینوں امور ایسے ہیں، جن سے کسی قوم کی ترقی وابستہ ہے۔

جب اُمتِ مسلمہ انتہائی طور پر کمزور ہو گئی، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت نے جوش مارا اور اُس نے مسلمانوں میں پھر سے وہی پرانا جذبۂ اشاعتِ اسلام پیدا کرنے کے لئے حضرت



الحاج مولانا نذیر احمد صاحب مبشر سیالکوٹی
مجاہد گولڈ کوسٹ جو بارہ سال تک
مغربی افریقہ میں فرائض تبلیغ سرانجام دیکر
۷ جنوری ۱۹۴۷ء کو دارالامان میں واپس
تشریف لائے ہیں

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے دوبارہ اس سنہری اصل کو قائم کیا اور اپنی تمام زندگی اس مبارک کام کو سرانجام دینے کے لئے صرف کی نیز ایسی جماعت تیار کی، جس کا کام دن رات تبلیغِ دین اور اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی اب کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں، بلکہ ساری دُنیا اُن سے آشنا اور روشناس ہے۔

اسلام کا پیغام چونکہ بلا امتیاز رنگ و نسل اور قوم و وطن تمام بنی نوع انسان کے لئے ہے۔ اس لئے جماعت احمدیہ نے دُنیا کے تمام کناروں میں اسلام کا جان بخش پیغام پہنچانے اور سب قوموں اور نسلوں کو اس کے مقدس دائرہ میں آنے کی دعوت کا انتظام کیا۔ منجملہ ان کے مغربی افریقہ کے حبشی قبائل بھی ہیں، جن میں سیدنا حضرت امیرالمؤمنین المصلح الموعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے سب سے پہلے ۱۹۲۱ء میں تبلیغی مہم جاری فرمائی۔ اور جس میں گذشتہ گیارہ سال تک حضور ایدہ اللہ کے حکم سے مجھے بھی اپنی حیثیت کے مطابق کام کرنے کا شرف حاصل ہؤا۔ اس سعادت پر میں خدا تعالےٰ کا جتنا بھی شکر کروں کم ہے۔

مغربی افریقہ میں خدا تعالےٰ کے فضل سے ہمارا کام دن بدن بہت وسیع ہوتا جارہا ہے۔ سارے مُلک میں ہمارے کئی تبلیغی مراکز قائم ہیں۔ جن میں سے ایک یعنی گولڈ کوسٹ کے علاقہ کا مَیں مبلغ انچارج رہا ہوں۔ اس مختصر مضمون میں مَیں انشاء اللہ وہاں کے کسی قدر تبلیغی کوائف بیان کروں گا۔ لیکن اس سے قبل یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مُلکی حالات کا بھی تذکرہ کروں تا اصل مضمون کو سمجھنے میں ذرا آسانی رہے۔

اس مُلک کی آب و ہوا زیادہ تر گرم مرطوب اور خطرناک مُضرِ صحت ہے۔ گورنمنٹ کے تمام یورپین آفیسر صرف اٹھارہ ماہ وہاں کام کرتے ہیں، اور ہر ڈیڑھ سال کے بعد انہیں انگلینڈ آب و ہوا کی تبدیلی کے لئے چھ ماہ کی رخصت دیکر بھیجا جاتا ہے۔ اسکی

آب وہوا کی خرابی کی وجہ سے اُسے سفید آدمی کا مقبرہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔
مچھروں کی کثرت کی وجہ سے ملیریا، سیاہ اور زرد بخار کے امراض پیدا ہوجاتے ہیں۔ مؤخر الذکر دونوں قسم کے بخار سفید آدمی کے لئے بہت ہی مہلک ثابت ہوتے ہیں۔ عموماً مریض ایک دو حد تین دن کے اندر اندر ہلاک ہوجاتا ہے۔ آثار نمودار ہونے پر فوراً ڈاکٹر کے ساتھ مشورہ کرکے علاج کرنا ضروری ہے ورنہ ہلاکت یقینی ہے۔ غیر ملکی باشندوں کو پانی کو فلٹر کرکے پینا پڑتا ہے۔ بغیر فلٹر کئے پینا بہت ہی خطرناک ہے۔
مُلکی اور پولیٹیکل تقسیم کے لحاظ سے گولڈکوسٹ کو چار بڑے بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے (۱) گولڈکوسٹ کالونی (۲) اشانٹی (۳) شمالی سرحد اور (۴) برطانوی ٹوگولینڈ۔ اس کا کُل رقبہ ۹۱۰۴۴۵ مربع میل ہے۔
گولڈکوسٹ کی پیداوار گنا، شکر قندی، سنگترہ، کیلا، چاول، مونگ پھلی، جوار، باجرہ، مکی اور کوکو ہے۔ مؤخر الذکر پر اہلِ مُلک کے گذارہ کا زیادہ تر انحصار ہے، بلکہ اِس کو مُلکی ثروت کا واحد ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔

اِس مُلک کے باشندے سیاہ فام ہیں۔ ان میں مہمان نوازی کی ایک اچھی صفت پائی جاتی ہے۔ اگرچہ وہ حبشی ہیں لیکن دوسرے حبشیوں کی طرح وہ بدشکل نہیں ہیں۔ عموماً نہایت ہی ذہین ہیں۔ ان میں سے کئی انگلینڈ وغیرہ یوروپین ممالک اور امریکہ میں حصولِ تعلیم کے لئے جاتے ہیں۔ مُلک میں تقریباً تمام کے تمام بیرسٹر وہیں کے باشندے ہیں۔ بعض مجسٹریٹ اور ڈاکٹر بھی ہیں۔ اکثر تعلیمیافتہ طبقہ یوروپین لباس پہنتا ہے۔ مسلمان زیادہ تر لمبا چُغہ یا قمیص زیب تن کرتے ہیں۔ دیہاتی زمیندار عموماً ایک بڑی چادر میں سر سے ٹخنوں تک ملبوس رہتے ہیں۔
گولڈکوسٹ میں زیادہ تر بسنے والی اقوام مندرجہ ذیل ہیں:- (۱) فینٹی (۲) اشانٹی (۳) آکرا (۴) ڈاگومبہ (۵) آونہ (۶) والا (۷) ہاوسہ۔

اس ملک کی آبادی قریباً ساڑھے تین ملین یعنی ۳۵ لاکھ ہے جن میں سے دو لاکھ مسلمان ورباقی عیسائی اور مشرک ہیں۔ مسیحیوں کے مختلف فرقے نہایت ہی تندہی سے مشرکوں کو عیسائی بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پہلے ہی ان کے سینکڑوں مدارس پائے جاتے تھے۔ لیکن پچھلے دو سال سے وہ ہر گاؤں میں سکول کھولنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان سکولوں میں پڑھنے والے لامحالہ عیسائی ہوں گے۔ گولڈ کوسٹ میں تعلیم دن بدن ترقی پر ہے۔ ابتدائی سکولوں کے علاوہ ملک میں دس کے قریب ثانوی مدارس اور دو گورنمنٹ کالج ہیں۔

گولڈ کوسٹ کے ایک گاؤں اکرافل کے ایک شخص مسمی یوسف یارک جو عارضی طور پر منکسیم میں رہائش رکھتے تھے انہوں نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ انہیں کوئی سفید آدمی نماز پڑھا رہا ہے۔ دوسرے دن وہ اکرافل پہنچے اور چیف مہدی ساکن اکرافل کو خواب سے اطلاع دی چیف مہدی نے انہیں جواباً بتایا کہ تین چار دن ہوئے اس نے بھی اسی قسم کا خواب دیکھا تھا۔ یوسف یارک نے اپنا خواب اپنے دوسرے دوست عبدالرحمن پیڈرو کو بھی سالٹ پانڈ جا کر بتایا۔ خواب سننے کے بعد اس نے احمدیہ مشن لنڈن کا پتہ لگا کر وہاں خط لکھا۔ اور بعد منظوری سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز الحاج مولوی عبدالرحیم صاحب نیر سنہ ۱۹۲۱ء میں بطور مبلغ گولڈ کوسٹ میں بمقام سالٹ پانڈ اترے۔ جناب مولوی صاحب کے پہنچنے پر دو جلسے ایک بمقام اکرافل اور دوسرا بمقام سراہا منعقد ہوئے۔ مولوی صاحب کی جدوجہد اور تبلیغی کوشش سے فینٹی قوم کے کچھ لوگ احمدیت میں داخل ہو گئے۔ نیر صاحب تبلیغ کے سلسلہ میں کماسی اور اور آکرا بھی پہنچے۔ آکرا جو ملک کا دارالخلافہ ہے وہاں کے مسلمانوں میں آپس میں کوئی اختلاف تھا۔ اس جھگڑے کی بناء پر گورنمنٹ نے وہاں کی جامع مسجد کو بند کر دیا تھا۔ مولوی صاحب موصوف کی کوششوں سے گورنمنٹ نے اس مسجد کو کھول دیا۔ مولوی صاحب تھوڑا عرصہ گولڈ کوسٹ قیام کرنے کے بعد لیگوس یعنی ملک نائیجیریا کے دارالخلافہ میں پہنچے اور وہاں بھی پیغام اسلام و احمدیت پہنچایا۔ ۱۹۲۲ء میں الحاج مولوی فضل الرحمن صاحب حکیم

کو مرکز کی طرف سے مغربی افریقہ کے لئے مبلغ بنا کر بھیجا گیا۔ اُن کے پہنچنے کے تھوڑا ہی عرصہ بعد مولانا نیر مغربی افریقہ سے واپس تشریف لے آئے۔ الحاج مولوی فضل الرحمٰن صاحب حکیم نے نہایت ہی محنت اور جانفشانی سے کام کیا۔ جماعت کو نہایت اعلیٰ طور پر منظم کیا۔ سالٹ پانڈ سکول کا اجراء کیا۔ گومو آگونہ اور اشانٹی قوم کے لوگوں کو احمدیت میں داخل کیا۔ گورنمنٹ کے حکام سے رسوخ پیدا کر کے جماعت کے وقار کو قائم کیا اور سالٹ پانڈ سکول کو گورنمنٹ سے سو فیصدی گرانٹ دلوائی۔ محترم حکیم صاحب ۱۹۲۹ء تک مغربی افریقہ کے مبلغ انچارج رہے۔ یہاں تک کہ ۱۹۲۹ء میں برادرم الحاج مولوی نذیر احمد صاحب علی وہاں پہنچے۔ اور مولوی فضل الرحمٰن صاحب حکیم نے مولوی صاحب موصوف کو چارج دیا۔ مولوی نذیر احمد صاحب علی نے اپنی پوری طاقت اور کوشش اعلائے کلمۃ اللہ میں صرف کی۔ بہت سے نئے مدارس کھولے۔ ملکی اخبارات میں تبلیغی مضامین لکھے۔ اور کئی لوگوں نے آپ کے ذریعہ سے اسلام قبول کیا۔ ۱۹۳۳ء میں دوبارہ جناب الحاج حکیم فضل الرحمٰن صاحب کو واپس بھیجا گیا۔ مولوی نذیر احمد صاحب علی ان کو چارج دیتے ہی عازم ہندوستان ہوئے۔

جناب مولوی نذیر احمد صاحب علی قادیان رخصت پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہوں نے ۱۹۳۵ء کے اخیر میں بوساطت نظارۃ دعوۃ وتبلیغ "الفضل" میں اعلان شائع کرایا، کہ انہیں جماعت احمدیہ گولڈ کوسٹ کے لئے ایک مولوی فاضل کی خدمات درکار ہیں جو انہیں دینیات، قرآن مجید اور عربی وغیرہ پڑھائے اور افریقی باشندوں کو بطور مبلغ تیار کرے۔ اعلان میں یہ بھی درج تھا کہ ایسے شخص کے اخراجاتِ رہائش کا تمام بوجھ گولڈ کوسٹ مشن پر ہوگا۔ میں اُسوقت مولوی فاضل کا امتحان پاس کر چکا تھا۔ یہ اعلان پڑھتے ہی میں نے اپنے تئیں اس خدمت کے لئے پیش کر دیا۔ جب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے سامنے میرا نام پیش ہوا، تو حضور نے ازراہِ نوازش مجھے خدمتِ دین کے لئے پسند فرماتے ہوئے میرا نام منظور فرمایا، جو میرے لئے انتہائی خوشی اور مسرت کا موجب ہوا۔ کیونکہ زمانہ تعلیم ہی سے

ہر احمدی نوجوان کی طرح میرے دل میں یہ ولولہ اور خواہش تھی کہ خدا تعالے مجھے خدمتِ اسلام کی توفیق عطا فرمائے ۔ سو اُس نے محض اپنے فضل اور کرم سے مجھے یہ موقعہ مہیا فرما دیا ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔

فروری ۱۹۴۶ء کے پہلے ہفتہ میں ہم چھ مبلغین اسلام مختلف اطرافِ عالم میں پیغامِ حق پہنچانے کے لئے قادیان سے روانہ ہوئے ۔ قادیان سے روانگی کے وقت کا نظارہ عجیب تھا ۔ ایک طرف دل اس بات پر خوش تھا کہ خدمتِ اسلام کی خواہش پوری ہونے کے سامان پیدا ہو گئے ہیں ۔ دوسری طرف ذمہ داری کا احساس تھا ۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی ہیچمدانی اور ہیچمیرزی کا خدا کے سامنے اقرار کرتے ہوئے اُسی سے تائیدِ اسلام کے لئے ہر قسم کی طاقت اور علم کی دولت عطا کئے جانے کی دُعا کر رہا تھا ۔ ہمارا قافلہ حسبِ ذیل مبلغین پر مشتمل تھا :- مولانا جلال الدین صاحب شمس لنڈن کے لئے ، مولوی عبدالواحد صاحب فاضل سماٹری اور ملک عزیز احمد صاحب انڈونیشیا کے لئے ، ملک محمد شریف صاحب حال مقیم اٹلی سپین کے لئے ، اور خاکسار اور مولوی نذیر احمد صاحب علی مغربی افریقہ کیلئے ۔ مولانا شمس صاحب ، مولوی نذیر احمد صاحب علی اور خاکسار کولمبو سے ایک جاپانی جہاز پر سوار ہوئے ۔ مولوی نذیر احمد صاحب علی حج کی نیت سے عدن اُتر پڑے ، لیکن مولانا شمس صاحب اور خاکسار مصر اور فلسطین جانے کے لئے پورٹ سعید اُترے ۔ سید حمید خورشید ایک نہایت مخلص احمدی پہلے سے ہی ہمارے استقبال کے لئے جماعت قاہرہ کی طرف سے بندرگاہ پر موجود تھے ۔ اُن کی معیت میں پورٹ سعید سے قاہرہ پہنچے ۔ جماعت نے نہایت ہی تپاک سے ہمارا خیر مقدم کیا ۔ پندرہ دن تک ہم نے وہاں قیام کیا ۔ اس عرصہ میں شمس صاحب وہاں کی جماعت کی تعلیم و تربیت میں مشغول رہے ۔ اور پھر ہم فلسطین روانہ ہوئے ۔ جماعت احمدیہ کبابیر نے حیفا سٹیشن پر ہمارا استقبال کیا ۔ یہاں بھی پندرہ یوم تک رہے ۔ جناب مولوی محمد سلیم صاحب فاضل ان دنوں میں فلسطین کے

مبلغ انچارج تھے۔ کبابیر جماعت نے ہمیں ایڈریس پیش کیا۔ فلسطین سے واپسی پر ہم پورٹ سعید سے ایک دوسرے جاپانی جہاز میں سوار ہوئے، جس میں جناب مولوی نذیر احمد صاحب علی حج کے بعد سوار ہوئے تھے۔ چند دنوں کے بعد ہم فرانس کی بندرگاہ مارسیلز پہنچے۔ وہاں سے شمس صاحب تو انگلینڈ روانہ ہو گئے، اور ہم دونوں مغربی افریقہ کی طرف جانے والے جہاز کی انتظار میں بارہ دن تک مقیم رہے۔ اور پھر روانہ ہوئے ۲۳ اپریل ۱۹۳۶ء کو گولڈکوسٹ کی بندرگاہ آکرہ پر اترے۔ دوسرے دن سالٹ پانڈ کو جو علاقہ گولڈکوسٹ میں ہمارا تبلیغی مرکز ہے روانہ ہوئے۔ مختلف علاقوں سے کثیر تعداد میں احبابِ جماعت ہمارے استقبال کے لئے آئے ہوئے تھے۔ بعد مصافحہ سالٹ پانڈ کے احمدیہ سکول کی گراؤنڈ میں سب دوست جمع ہوئے۔ جناب مولوی صاحب نے انگریزی میں اور خاکسار نے عربی میں لیکچر دیا۔ چند دنوں کے قیام کے بعد ہم کماسی علاقہ اشانٹی کے دورہ پر گئے۔ وہاں سے واپسی پر جناب مولوی صاحب تو جماعت اور سکول کی تنظیم و تبلیغ کے کام میں لگ گئے، اور مجھے حسبِ ارشاد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ تربیتِ جماعت، درسِ قرآن مجید اور مبلغین کلاس کو پڑھانے پر لگا دیا۔ پہلے پہل تو مجھے بہت سی دقتیں پیش آئیں، لیکن کچھ عرصہ کے بعد کام میں آسانی پیدا ہو گئی۔

جیسا کہ اُوپر ذکر آ چکا ہے، خاکسار کے اخراجاتِ رہائش گولڈکوسٹ مشن کے ذمہ تھے۔ لیکن وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ جماعت گولڈکوسٹ میرے معمولی اخراجات بھی برداشت کرنے کے قابل نہ تھی۔ اس لئے سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی اس ہدایت اور نصیحت کی بنا پر جو حضور نے پہلی دفعہ ارشاد فرمائی تھی کہ میں تجارت کی طرف بھی توجہ کروں، مَیں نے مفوضہ کاموں کے علاوہ سامانِ کھیل کی تجارت کا کام بھی شروع کر دیا۔ برادرم مولوی نذیر احمد صاحب علی بھی میرے ساتھ شریک تھے۔ اگرچہ کام کی ذمہ واری مجھ پر تھی لیکن مولوی صاحب ہر طرح میری مدد فرماتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے تجارت میں ایسی برکت

دی کہ میرے گذارہ کی صورت بمل آئی مشترکہ تجارت سے میرے گذارہ کے لئے ایک رقم مقرر کی گئی۔ جس میں نہایت ہی کفایت اور تنگی سے خرچ پورا ہوتا۔ اس تجارت میں میرا کوئی زیادہ وقت ضائع نہیں ہوتا تھا۔ صرف عصر سے مغرب تک کا وقت دار التبلیغ کے ایک حصہ میں بیٹھ کر تجارتی خط و کتابت اور اشیاء کی فروخت پر صرف کیا کرتا تھا گاہک عموماً خود بخود ہی پہنچ جایا کرتے تھے۔

سنہ ۱۹۳۶ء کے اخیر میں ہمارے سالٹ پانڈ سکول کے ایک ٹیچر فوت ہو گئے۔ اُن کی وفات کی وجہ سے ۱۹۳۷ء کے شروع سے لے کر اکتوبر تک مبلّغین کلاس کے علاوہ خاکسار دینیات اور قرآن مجید پڑھانے کے لئے سکول میں بھی تین چار گھنٹے وقت دیتا رہا۔ فروری ۱۹۴۷ء میں احمدیہ مشن ہاؤس گولڈ کوسٹ کی افتتاحیہ رسم ادا کی گئی جو کہ بہت ہی کامیاب ثابت ہوئی۔ سینکڑوں احمدی دُور و نزدیک دیہات سے تشریف فرما تھے۔ عیسائی دوست بھی مدعو تھے۔ جناب مولوی نذیر احمد صاحب علی اور خاکسار نے حسب موقع تقاریر کیں۔ اِس سال بہت سے افریقن احمدیوں نے پیدل چل کر تبلیغ کرنے کے لئے نام پیش کئے۔ تھوڑے عرصہ کے اندر اسّی کے قریب اشخاص احمدیت میں شامل ہوئے۔

جناب مولوی نذیر احمد صاحب علی اکتوبر ۱۹۳۷ء کو مجھے مشن کا چارج دیکر سیرالیون تشریف لے گئے۔ جاتے وقت مولوی صاحب موصوف کو مشترکہ تجارت سے ساٹھ پونڈ ضمانت برائے داخلہ اور پانچ پونڈ کرایہ جہاز دیئے گئے۔ اور بعد میں بھی کچھ رقوم وقتاً فوقتاً حسب ضرورت بھیجی گئیں۔

جناب مولوی صاحب کے جانے کی وجہ سے مجھ پر بہت سا بوجھ پڑ گیا۔ ایکطرف تو مَیں انگریزی میں بہت ہی کمزور تھا۔ دوسری طرف تجارت، مبلّغین کلاس کے پڑھانے اور تربیت جماعت کے علاوہ سکولوں کی مینجری، تبلیغی دَوروں اور روزانہ خط و کتابت کی ذمہ واری مجھ پر پڑ گئی۔

جناب مولوی صاحب کے سیرالیون جانے کے ایک ماہ بعد کوکو کا موسم شروع ہونیوالا تھا۔ جب وقت آیا، یورپین کمپنیوں نے جو کوکو خرید اکرتی تھیں آپس میں سمجھوتہ کرلیا کہ وہ کوکو کی فصل نہ خریدیں، اور اگر خریدیں تو بہت ہی کم قیمت پر۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوکو کی خرید و فروخت ملک میں بالکل ہی بند ہوگئی۔ اور گولڈکوسٹ میں کوکو پر ہی ملک کی ثروت کا دار و مدار ہے۔ چونکہ ہماری جماعت کے اصحاب بالعموم زمیندار ہیں اس لئے جماعتی چندہ پر اس کا بہت ہی بُرا اثر پڑا۔ دن رات دماغ تفکرات سے پھٹتا تھا۔ اور جماعت میں چندوں کے لئے بہت سی دَوڑ دھوپ کرنی پڑتی تھی۔ بسا اوقات راتوں کو نیند نہیں آتی تھی۔ کوکو کی یہ حالت ۱۹۳۸ء کے اخیر تک رہی۔

۱۹۳۸ء کے دَوران میں دو مشہور عالموں سے مجھے وفاتِ مسیح ناصریؑ کے مسئلہ پر عربی میں مناظرہ کرنا پڑا۔ اس سال پرنس آف ویلز کالج سے ہمارے ایک نوجوان ٹیچر ٹریننگ کا کورس ختم کرکے آئے۔ اُنہیں آتے ہی سالٹ پانڈ سکول میں لگا یا گیا۔

جون ۱۹۳۹ء میں مجھے یہ اطلاع پہنچی کہ ایک حاجی مکہ معظمہ سے آکر گولڈکوسٹ کے ایک گاؤں بنام اُرصو میں مقیم ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مہدی وغیرہ کوئی ظاہر نہیں ہوا نیز احمدیوں کو بہت تنگ کیا جاتا تھا۔ میں وہاں پہنچا۔ حاجی مذکور سے میں نے گفتگو کرنی چاہی لیکن وہ اس طرف بالکل نہ آیا۔ بالآخر وہ کہنے لگا کہ آپ آمدِ مسیح و مہدی پر لیکچر دیں۔ اگر مجھے ضرورت ہوئی تو سوال پوچھ لوں گا۔ اس پر خاکسار نے علاماتِ ظہورِ مہدی اور وفاتِ مسیح ناصریؑ وغیرہ مسائل پر لیکچر دیا۔ نفسِ مضمون پر تو اُس نے کوئی اعتراض نہ کیا لیکن اُس نے اور ایک اَور غیر احمدی مُلّاں نے غیر متعلق باتیں کرکے شور ڈلوا دیا۔ گاؤں کے چیف نے بوجہ خوفِ فساد جلسہ بند کر دیا۔ دوسرے دن علی الصبح میں سالٹ پانڈ روانہ ہوا۔ دو تین دن کے بعد مجھے اطلاع ملی کہ غیر احمدی اپنی وطنی رسم کے مطابق اپنے سروں پر سفید لٹھے کی دھجیاں باندھ کر بتاشا ہراہ پر کھڑے ہو کر ایک جھنڈا نصب کرکے خوشیاں

منا رہے ہیں، کہ انہوں نے احمدیوں کو فتح کر لیا ہے۔ اور اس مضمون کا گیت گا رہے ہیں، کہ مہدی ابھی تک ظاہر نہیں ہوا۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ زلزلہ نہیں آیا۔ چونکہ ارد گرد کی جماعتوں پر ان کے جھوٹے پروپیگنڈے کا بُرا اثر پڑ رہا تھا۔ اس لئے اس علاقہ میں مختلف مقامات پر جلسے منعقد کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیاں متعلقہ زلازل بیان کی گئیں۔ اور جو مصائب زلزلہ کی وجہ سے بنی نوع انسان پر مختلف ممالک پر آئے اُن کا بھی ذکر کیا گیا۔ پھر مَیں نے معترضین کو مخاطب کر کے یہ بھی کہا کہ آپ لوگ اتنے بیباک نہ ہوں، عین ممکن ہے، کہ اللہ تعالےٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے گولڈ کوسٹ میں بھی زلزلہ بھیجدے۔ اور مُلکوں نے تو زلازل کا مزہ چکھ لیا ہے، اب گولڈ کوسٹ کی باری آنے والی ہے۔ ان جلسوں کے ختم کرنے کے بعد مَیں ایک اور گاؤں میں پہنچا۔ جہاں صبح کو مجھے لیکچر دینا تھا۔ رات کو آٹھ بجے کے قریب نہایت ہی شدید زلزلہ آیا۔ گولڈ کوسٹ کے دارالخلافہ میں بہت سی پختہ سیمنٹ کی عمارتیں کچھ تو پھٹ گئیں اور کچھ بالکل تباہ ہو گئیں۔ اس کے علاوہ اس کے دوسرے بڑے بڑے شہروں اور دیہات میں بھی بہت سا نقصان ہوا۔ جب مَیں تیسرے دن سالٹ پانڈ واپس گیا۔ تو سُنا کہ سڑکوں پر عیسائی اور مشرکوں کو دو تاروں پر یہ گاتے دیکھا گیا کہ احمدی سچے ہیں، اور مہدی ظاہر ہو چکا ہے، اور زلزلہ بھی آ چکا ہے۔ مَیں نے سالٹ پانڈ پہنچکر ایک اشتہار بزبان عربی فوراً اس زلزلہ کے متعلق شائع کیا۔ اِس زندہ نشان کا اِس قدر اثر ہوا کہ ایک ڈیڑھ ماہ کے اندر ایک سو اسّی اشخاص نے احمدیت قبول کی۔

اسی سال دوسری عالمگیر جنگ شروع ہو گئی۔ اور مشکلات کا پہلے سے بھی زیادہ سامنا کرنا پڑا۔ یکم مارچ ۱۹۴۰ء کی رات کو مَیں نے خواب میں دیکھا، کہ ایک سیاہ سانپ میرے بیت الخلاء کے پاٹ پر بیٹھا ہوا ہے، جس کا مُنہ میرے پیشاب کی طرف ہے۔ آئندہ صبح بعد نماز فجر مَیں مبلغین کلاس کو بچوں کے سکول کے ایک کمرہ میں بیٹھ کر قرآن مجید پڑھا

رہا تھا، کہ مَیں نے طلباء کو اپنا خواب بتایا، اور ساتھ ہی یہ بھی ذکر کیا، کہ اس کی تعبیر یہ ہے، کہ مجھ پر یا جماعت پر کوئی مصیبت آنیوالی ہے جو کسی دشمن احمدیت کی پیدا کردہ ہوگی مَیں ابھی بات ختم بھی نہ کر پایا تھا کہ ایک طالب علم نے جو باہر دیکھ رہا تھا مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ کا خواب پُورا ہو گیا۔ جب مَیں نے مڑ کر دیکھا تو دو درجن کے قریب پولیس کے سپاہی ہمارے مشن ہاؤس کا محاصرہ کر رہے تھے۔ اور مَیں نے دیکھا کہ خُفیہ پولیس کا ایک سپاہی میری طرف ایک کاغذ لئے بڑھا آرہا ہے۔ مَیں نے کاغذ پڑھا تو وہ میرے خلاف تلاشی کا وارنٹ تھا۔ جُرم میرے خلاف یہ تھا کہ میری خط و کتابت جرمنی کے ساتھ ہے۔ اور یہ کہ میرے پاس بارُود وغیرہ موجود ہے۔ مَیں نے اُسے کہا کہ آپ مشن ہاؤس کی تلاشی لیکر اپنے شُبہ کا ازالہ کریں۔ انہوں نے تلاشی لی، یہاں تک کہ فائلوں اور کتابوں کا ایک ایک ورق چھان مارا، لیکن کوئی قابلِ اعتراض چیز نہ ملی۔ جب سپاہی تلاشی لے چکے تو سپرنٹنڈنٹ پولیس خود آیا، اور اُس نے دوبارہ تلاشی لی، لیکن اللہ تعالےٰ کے فضل سے وہ کوئی الزام ثابت نہ کر سکا، اور سخت شرمندہ ہُوا۔ آخر میں مَیں نے سپرنٹنڈنٹ پولیس سے کہا کہ ایک تبلیغی جماعت ہونے کی وجہ سے ہمارے دُشمن بہت ہیں، جو آپ کو ہمارے متعلق غلط رپورٹیں پہنچاتے رہتے ہیں۔ اُس نے اعتراف کیا کہ بہت سے لوگ رپورٹیں پہنچایا کرتے تھے، اس لیئے اُسے تلاشی لینی پڑی۔ خدا کی قدرت ایک نزدیک کے گاؤں سے اُسے یہ اطلاع موصول ہوئی تھی کہ ایک شخص شراب بنا کر خُفیہ طور پر بیچتا ہے۔ وہ ہمارے دار التبلیغ سے فارغ ہو کر فوراً وہاں پہنچا۔ موقع پر پہنچکر اُس نے شراب کا پتہ لگایا، اور بوتل اپنے ہاتھ میں لی۔ مُجرم نے شراب کی بوتل اُس کے ہاتھ میں توڑ دی۔ شیشے کے ٹوٹنے سے اس کے ہاتھ کو کاری زخم لگا۔ اور اُسی وقت اُسے ہسپتال بھیجا گیا۔ عیسائی پبلک نے یہ دیکھ کر کہا کہ احمدیوں کو تکلیف دینا اچھی بات نہیں۔ چونکہ یہ ان کی تلاشی کے لیئے گیا تھا، اس لئے اسے یہ سزا ملی۔ یکے بعد دیگرے اس پر کچھ اور مصائب بھی آئے، جن کی بناء پر اُس کی بیوی

اُسے یہی کہتی رہتی تھی کہ جب سے تم احمدیہ مشن ہاؤس کی تلاشی کے لئے گئے ہو تم پر مصائب نازل ہو رہے ہیں۔

تلاشی کے دوسرے دن میں نے مجلس عاملہ کو کہا کہ اس حرکت کے خلاف کوئی قدم اٹھانا چاہیئے۔ چنانچہ ایک احمدی وفد نے کمشنر سنٹرل پراونس سے ملاقات کی۔ اُس نے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے کسی بات کا بھی علم نہیں۔ مجھ سے دریافت کیا کہ وارنٹ پر کس کے دستخط تھے۔ میں نے کہا میں نے توجہ نہیں کی تھی۔ ممکن ہے کہ ڈسٹرکٹ کمشنر کے ہوں۔ کیونکہ مجسٹریٹ دو دن سے سالٹ پانڈ میں تھا۔ (ڈسٹرکٹ کمشنر کا میں نے اس لئے ذکر کیا کہ وہ رومن کیتھلک تھا اور ہمارے خلاف تھا) بعد ازاں بعض ذرائع سے معلوم ہوا کہ یہ سپرنٹنڈنٹ اور ڈسٹرکٹ کمشنر کا کام تھا۔ کمشنر نے ڈسٹرکٹ کمشنر کو ڈانٹا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ ڈسٹرکٹ کمشنر اپنے عہدہ سے معزول کیا گیا۔ اس کے بعد پھر بحال ہوا بعد ازاں اُسے بلیک واٹر بخار ہو گیا اور دو دن کے اندر اندر ہی ہلاک ہو گیا۔

لیکن سپرنٹنڈنٹ نے بعد میں دوستانہ تعلقات قائم کر لئے۔ اسی سال اکرافل سینئر سکول کا دوبارہ اجراء کیا گیا، اور کورمانٹا اور اکرافل انفنٹ جونیئر سکولز کی گرانٹ میں اضافہ ہو گیا۔ جماعت وا (Wa) جو شمالی علاقہ میں واقع ہے، گولڈ کوسٹ کی جماعتہائے احمدیہ میں سے مخلص ترین جماعت ہے۔ ایک شخص معلم صالح مولوی نذیر احمد صاحب علی کے ذریعہ احمدی ہوا۔ جب اس کے احمدی ہونے کا پتہ اُس کے گاؤں کے غیر احمدیوں کو لگا تو انہوں نے اُسے ہر چند تکالیف دیں۔ اس کے قتل کرنے کے مشورے کئے۔ بلکہ ایک دن ایک جم غفیر نے اُس کے مکان پر حملہ کر دیا۔ اُس وقت وہ قرآن مجید اپنے گھر میں بیٹھ کر پڑھ رہا تھا۔ ایک شخص نے تلوار سے اُس پر وار کیا۔ معلم صالح صاحب کو خدا تعالیٰ نے معجزانہ طور پر بچایا لیکن قرآن مجید کٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ گورنمنٹ کے افسروں نے معلم صالح صاحب کو ہدایت دی کہ کچھ دنوں کیلئے سالٹ چلے جائیں۔ ان دنوں جناب مولوی فضل الرحمٰن صاحب

نائیجیریا اور گولڈ کوسٹ دونوں جگہوں کے انچارج تھے اور نائیجیریا کے صدر مقام لیگوس میں مقیم تھے۔ وہاں سے جناب مولوی صاحب موصوف نے گورنمنٹ کے افسروں کے ساتھ خط و کتابت کی، تو انہیں اپنے وطن (وا) جانے کی اجازت ملی۔ یہ واقعہ ۱۹۳۶ء سے پہلے کا ہے۔ دوبارہ پھر ۱۹۴۰ء میں غیر احمدیوں نے امن پسند احمدیوں پر حملہ کر دیا۔ معلم صالح صاحب نے مجھے تار دیا۔ اس پر خاکسار نے ایک تار ڈپٹی کمشنر وا، اور ایک تار چیف کمشنر شمالی علاقہ کے نام ارسال کیا۔ انہوں نے امن قائم کیا۔ لیکن گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ تمام احمدیوں کو شمالی علاقہ میں سے نکال دیا جائے۔ اس فیصلہ کا علم جب ایک مسلم جج مصطفیٰ نورو نامی کو ہوا جو سائپرس کے رہنے والے تھے، اور گولڈ کوسٹ میں جج مقرر ہوئے تھے، اور ہمارے زیر تبلیغ تھے، تو انہوں نے گورنمنٹ کو مشورہ دیا کہ اس قسم کا قدم اٹھانا گورنمنٹ کے لئے مناسب نہیں۔ گورنمنٹ نے اپنے پہلے فیصلہ کو تبدیل کر دیا اور Colonial سیکرٹری نے بذریعہ ڈی سی ساٹ پانڈ تحریر کیا کہ گورنر صاحب کی رائے ہے کہ احمدیوں کو وا کی بستی سے نکال کر ایک دو میل پر بسایا جائے، لیکن بعد میں خاکسار نے کوشش کر کے اس فیصلہ کو بھی منسوخ کرا لیا۔

علاقہ وا (وا) میں احمدیہ جماعت کی مصیبت کا بڑا باعث دو ڈسٹرکٹ کمشنر تھے جو بالا افسروں تک احمدیوں کے متعلق غلط حالات پہنچاتے رہتے تھے، اور ہمارے مخالفین کی پیٹھ ٹھونکا کرتے تھے۔ وہ دونوں یکے بعد دیگرے بیمار پڑ گئے۔ کچھ عرصہ ہسپتال میں رہے۔ بالآخر ڈاکٹر نے اُن کے متعلق گورنمنٹ کو لکھا کہ ان کی صحت اس قدر خراب ہے کہ یہ آئندہ گولڈ کوسٹ میں کام کرنے کے قابل نہیں ہیں، اس لئے انہیں ہمیشہ کے لئے رخصت کر دیا جائے۔ گورنمنٹ نے ڈاکٹر کے مشورہ پر عمل کیا اور انہیں واپس انگلینڈ بھیج دیا۔ اب اس علاقہ کی جماعت کو پہلے کی طرح مصائب کا نشانہ نہیں بنایا جاتا۔ ورنہ اس سے قبل زمانہ میں احمدیوں کو پیٹا جاتا اور گھروں سے باہر نکالا جاتا اور قید میں بند کر دیا جاتا تھا۔ غرض

طرح طرح کی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

۱۹۴۰ء کے ابتدائی ایام میں کماسی علاقہ اشانٹی احمدیہ سکول کی عمارت پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔ اس کی افتتاحیہ رسم ادا کی گئی۔ شاہ اشانٹی کو مدعو کیا گیا تھا لیکن وہ بوجہ ناسازئ طبع تشریف نہ لا سکے۔ انہوں نے اپنے نمائندہ کو بھیجا۔ حاضرین کی تعداد کئی سو تھی۔ خاکسار نے ایک لمبی تقریر "اسلام اور تعلیم" کے موضوع پر کی لیکچر کے اختتام پر شاہِ اشانٹی کے نمائندہ نے افتتاحیہ رسم ادا کی۔

اگرچہ ۱۹۴۰ء کی کوکو کی فصل گورنمنٹ نے کسانوں سے خریدنی شروع کر دی۔ لیکن قیمت کُل ۵ شلنگ فی پونڈ تھی، جو بہت تھوڑی تھی۔ اس لئے جماعت پر نہایت ہی تنگی کا زمانہ آگیا۔ مَیں نے تجارت سے قریباً دو صد پونڈ جماعتی کاموں پر صرف کر دیا۔ اِس رقم کے نکل جانے اور جنگ کی وجہ سے اشیاء دستیاب نہ ہونے کے باعث تجارت رُک گئی، اور مجھ پر اتنی تنگی آئی، کہ بعض دفعہ ایک ایک دو دو ہفتہ تک صرف نمک مرچ سے روٹی کھا کر گذارہ کرنا پڑا۔ برادرم مولوی نذیر احمد صاحب علی کو جب سیرالیون میں اس کا علم ہؤا تو انہوں نے اپنے الاؤنس میں سے (جو دس پونڈ ماہوار اُن کو ملتا تھا) نصف مجھے بھجوانے کا انتظام کر دیا۔ جزاہ اللہ خیراً۔

تنگئ خرچ کی وجہ سے سالہا سال تک مجھے ایک وقت ایک پودے کی جڑوں پر جس کا نام کسا وا ہے گذارہ کرنا پڑا۔ اس کے ساتھ زیادہ گوشت یا مچھلی کا استعمال نہایت ہی لازمی ہے۔ ورنہ اس سے جلدی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں لیکن مجھے مچھلی اور گوشت میسر نہ تھا۔ چنانچہ مجھ پر بھی ایک دفعہ ایک قسم کی خارش کا حملہ ہؤا جس کی وجہ سے مجھ پر دو ماہ تک نیند حرام ہوگئی تھی۔

جون ۱۹۴۳ء میں سالٹ پانڈ کے تعلیم یافتہ عیسائی طبقہ کو احمدیہ سکول سالٹ پانڈ کی گراؤنڈ میں جلسہ کر کے مدعو کیا گیا۔ خاکسار نے "عالمگیر مذہب اسلام ہے یا عیسائیت"

کے موضوع پر تقریر کی۔ تقریر کے اختتام پر اعتراضات کے لئے وقت دیا گیا۔ لیکن نفسِ مضمون پر کوئی بھی اعتراض نہ کر سکا۔ صرف بعض اشخاص نے چند سوالات پوچھے جن کے تسلی بخش جواب دیئے گئے۔ یہ صرف ایک ہی موقع نہ تھا، اور بھی کئی مواقع پر عیسائیوں میں تبلیغ کی تقاریب پیدا کی جاتی رہیں۔ اور ان کے خاطر خواہ نتائج نکلتے رہے۔ عیسائی مشنری ہماری جماعت کو مغربی افریقہ میں اپنا حریف سمجھتے ہیں۔ اور احمدی مبلغین کا مقابلہ کرنے سے حتی الوسع احتراز کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ عیسائیت کے مقابلہ میں ہم اسلام کو جس رنگ میں پیش کر کے اس کی فضیلت ثابت کرتے ہیں اُس کا وہ جواب نہیں دے سکتے۔

گولڈکوسٹ میں کام کی کثرت زیادہ مبلغین کی متقاضی تھی، اس لئے حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اکتوبر ۱۹۴۵ء، مارچ ۱۹۴۶ء اور جولائی ۱۹۴۶ء میں یکے بعد دیگرے ملک احسان اللہ صاحب، مولوی عبدالخالق صاحب فاضل اور مولوی بشارت احمد صاحب نسیم امروہی فاضل کو گولڈکوسٹ روانہ فرمایا۔ جو وہاں پہنچکر اپنے مفوضہ فرائض پوری تندہی اور محنت سے سرانجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی کوششوں کو بارآور فرمائے، اور انہیں اسلام و احمدیت کی خدمت کے بیش از بیش مواقع عطا فرمائے۔ آمین

جماعت احمدیہ گولڈکوسٹ کے چندہ دہندگان مرد و عورتوں کی تعداد قریباً ساڑھے سات ہزار ہے۔ یہاں پندرہ افریقن اور تین ہندوستانی مبلغ کام کر رہے ہیں۔ گولڈکوسٹ کا مرکز جہاں امیر اور مشنری انچارج رہتا ہے سالٹ پانڈ ہے اس کے علاوہ ایک سب مرکز کماسی اور ایک وا میں ہے۔

گولڈکوسٹ میں ہمارے مبلغین ہر جگہ عیسائیوں سے نبرد آزما رہتے ہیں۔ اسلام

پر عیسائی مشنریوں کے اعتراضات کے قرار واقعی جواب دیئے جاتے ہیں، اور مخالفین اسلام پر ہر رنگ میں اتمام حجت کی جاتی ہے۔ ہمارے مبلغین کھلی ہوا میں لیکچر دیتے ہیں۔ اور دوسرے مذاہب کے لوگوں کو سوالات کا موقع دیا جاتا ہے۔ عیسائی منّاد اب وہاں عموماً پبلک لیکچر نہیں دیتے۔ وجہ یہ کہ ہمارے مبلغین ہر وقت اُن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ ہمارے دلائل کا عیسائیت پر بڑا رعب ہے۔ ایک دفعہ پرنس آف ویلز کالج میں ایک تقریب کے موقع پر ایک بیرسٹر انگلش چرچ مشن کے بشپ کے ساتھ احمدیت کے دلائل کے وزنی ہونے کا ذکر کر رہا تھا، تو رومن کیتھلک بشپ نے کہا کہ ہم اس جماعت سے لاپرواہ نہیں ہیں۔ ان کے خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے ہم حفاظتی تدابیر اختیار کر رہے ہیں۔

تقریری تبلیغ کے علاوہ تبلیغ بذریعہ خط و کتابت بھی کی جاتی ہے۔ لوگوں کے پیشکردہ سوالات و استفسارات کے جوابات تحریر کئے جاتے ہیں۔ نیز ٹریکٹ، اشتہارات اور پمفلٹ بھی بکثرت شائع کئے جاتے ہیں۔ جن میں اسلام پر اعتراضات کے جوابات دیئے جاتے ہیں، اور اسلام کو تمام ادیان سے افضل ثابت کیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر یورپین مخالفین کی نکتہ چینیوں کا رد بھی لکھا جاتا ہے۔ اور اسلامی تعلیمات کی فوقیت اور برتری ثابت کی جاتی ہے۔ مندرجہ ذیل لٹریچر خاص طور پر قابل ذکر ہے:-

(۱) عالمگیر مذہب اسلام ہے یا عیسائیت۔ (۲) کیا یسوع مسیح خدا یا خدا کے بیٹے تھے؟ (۳) کیا مسیح صلیب پر فوت ہوئے؟ (۴) ابطال کفارہ۔ وغیرہ۔

تحریری تبلیغ کی اہمیت کے پیش نظر چار سو پونڈ خرچ کر کے ایک پریس بھی خرید لیا گیا ہے۔ تا اس کی مدد سے ہم زیادہ سے زیادہ اسلامی لٹریچر شائع کر سکیں۔

صرف گولڈ کوسٹ میں ہمارے انفنٹ جونیئر سینیئر اور دیہاتی عربک سکول قریباً

۱۳ ہیں۔ ان میں ۳۲ اساتذہ کام کر رہے ہیں۔ گورنمنٹ سے منظور شدہ سکولوں میں انگریزی حساب اور دوسرے مضامین کے علاوہ عربی اور دینیات کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ مبلغ انچارج اور امیر کی زیرِ نگرانی مبلغین کلاس بھی کھولی گئی ہے جس میں اسلام اور احمدیت کے مسائل کی تعلیم دی جاتی ہے، اور مقامی باشندوں کو بطور مبلغ تیار کیا جاتا ہے۔ تربیتِ جماعت کے لئے مختلف مقامات پر تربیتی لیکچر دیئے جاتے ہیں۔ قرآن مجید، حدیث شریف اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درس بھی دیئے جاتے ہیں۔

میرے زمانہ قیام میں بائیس۲۲ کے قریب افریقن مبلغ تیار کئے گئے جن کو قرآن مجید کا مکمل ترجمہ مع تفسیر پڑھایا گیا۔ نیز حدیث شریف، عربی صرف و نحو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عربی کتب پڑھائی گئیں، اور اسلامی مسائل سکھائے گئے۔

گولڈکوسٹ کے علاوہ (جو انگریزوں کے ماتحت ہے) دو ملحقہ فرانسیسی علاقوں میں بھی بفضلِ خدا ہماری جماعتیں قائم ہو چکی ہیں۔ اور وہاں بھی ہمارا تبلیغی کام جاری ہو گیا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک

باوجود قادیان سے دُور ہونے کے افریقن احمدیوں میں قربانی کا بہت اعلیٰ نمونہ پایا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض نے اپنی جائیداد کے ۱/۳ حصہ تک کی وصیت کی ہوئی ہے۔ چندہ عام کے علاوہ قادیان سے جو تحریکیں وقتاً فوقتاً جاری ہوتی ہیں اُن میں بھی خوب حصہ لیتے رہتے ہیں۔ چنانچہ بعض چندہ تحریک جدید بھی ادا کرتے ہیں۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور حضور کے بھیجے ہوئے ہندوستانی مبلغین سے اُن کی محبت کا کسی قدر ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ گولڈکوسٹ سے

واپسی کے وقت جب میں نے آخری تقریر کی، تو بہتوں کی چیخیں نکل گئیں، اور وہ زار زار رونے لگے۔ اور باوجود تنگی کے انہوں نے قریباً ۵۵ پونڈ مجھے بطور نذرانہ دیئے۔ جو دارالامان پہنچتے ہی میں نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حضور پیش کر دیئے۔ جسے حضور نے گولڈ کوسٹ مشن کے ریزرو فنڈ میں جمع کروا دیا۔

جماعت احمدیہ گولڈ کوسٹ کا تمام کام ایک نہایت ہی اعلیٰ نظام کے ماتحت چلایا جاتا ہے۔ ہندوستانی ہیڈ مبلغ امیر اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا نائب ہے۔ اس کے ساتھ ایک مجلس عاملہ قائم ہے۔ جو پریذیڈنٹ، جنرل سیکرٹری، سیکرٹری تبلیغ، سیکرٹری تعلیم و تربیت، سیکرٹری مال، سیکرٹری امور عامہ اور سیکرٹری اشانٹی سیکشن پر مشتمل ہے۔ تمام سیکرٹریان اور پریذیڈنٹ امیر یا مشنری انچارج کی ہدایات کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ اگر انہیں کام چلانے میں کوئی دقت پیش آ جائے تو امیر سے استصواب رائے کر لیتے ہیں۔ باہمی جماعتی جھگڑے بھی اس مجلس عاملہ کے ذریعہ سے طے ہوتے ہیں۔ ہر ایک سرکٹ میں ایک چیف رئیس ہوتا ہے۔ اس کے ماتحت کئی لوکل رؤسا ہوتے ہیں۔ اگر کسی لوکل جماعت میں کوئی جھگڑا نمودار ہو، تو پہلے مقامی رئیس امام الصلوٰۃ اور دیگر مقامی اکابر کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ فیصلہ کرنے میں ناکام رہیں، تو پھر اُسے سرکٹ افریقن مشنری اور چیف رئیس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اگر افریقنوں میں سے کوئی اُن کے فیصلے سے مطمئن نہ ہو، تو اُس کی اپیل سالٹ پانڈ میں جو گولڈ کوسٹ میں جماعت احمدیہ کا مرکز ہے بھیجی جاتی ہے۔ وہاں سیکرٹری تعلیم و تربیت اور سیکرٹری امور عامہ مل کر اس کا حل سوچتے ہیں۔ اگر ان دونوں کے لئے فیصلہ کرنا مشکل ہو، تو پھر وہ دوسرے ممبروں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیتے ہیں۔ اگر کوئی مجلس عاملہ کے فیصلہ پر بھی راضی نہ ہو تو امیر

یا مشنری انچارج کے پاس اپیل کر سکتا ہے۔

ہمارے سکول کیا بلحاظ ضروری سامان اور کیا بلحاظ نتائج کے عیسائی مشنوں کے سکولوں سے کسی طرح بھی کم نہیں ہیں۔ ایک بار انسپکٹر آف سکولز نے ایک پیرا مونٹ چیف کو جبکہ وہ ہمارے ایک سکول کے متعلق پبلک میں بُرے خیالات پھیلا رہا تھا، مخاطب کر کے کہا کہ باوجود اس کے کہ احمدیہ جماعت یہاں ایک نئی جماعت ہے، اور ان کی تعلیمی کوششوں پر ابھی زیادہ زمانہ نہیں گذرا، لیکن ان کے سکول میتھوڈسٹ اور رومن کیتھولک مشنوں کے سکولوں سے کسی لحاظ سے بھی کم نہیں ہیں۔

مستقبل قریب میں انشاء اللہ بعض عوائق کے دُور ہونے کے بعد گرلز سکول جاری کر دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے پیش نظر ایک بڑا تجارتی اور زراعتی پروگرام بھی ہے۔ قریبی عرصہ میں ایک مبلغ مولوی صالح محمد صاحب فاضل کو تجارت کے لئے بھیجا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے گولڈ کوسٹ میں ایک ہائی سکول جاری کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی منشاء مبارک ہے کہ گولڈ کوسٹ سے ایک اخبار بھی جاری کیا جائے۔ زراعت کے لئے حضور نے فرمایا ہے کہ قریباً چار پانچ ہزار ایکڑ زمین کے خریدنے کا انتظام کیا جائے۔ خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کا وقار مغربی افریقہ میں روز افزوں ہے۔ افسرانِ حکومت بھی جماعت کا مناسب احترام کرتے ہیں۔ اور ہماری جماعت کی بڑھتی ہوئی ترقی کو دیکھتے ہوئے ہماری اہمیت کو محسوس کرتے ہیں۔

۱۲ ستمبر ۱۹۴۶ء کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

کی اجازت کے مطابق خاکسار گولڈ کوسٹ سے دار الامان کی طرف واپس روانہ ہؤا۔ روانگی سے پہلے بمقام Saltpond ایک جنرل اجلاس منعقد کیا گیا، جس میں خاکسار نے تمام ارکانِ مشن اور جماعت کو ہدایات دیں۔ در پھر سب احباب کی دُعاؤں کے ساتھ عازم سفر ہو گیا۔ میرے ساتھ مسٹر یعقوب احمد افریقن مبلغ گولڈ کوسٹ بھی تھے، جو حج کے بعد قادیان آنیکا ارادہ رکھتے تھے۔ خشکی کا نہایت خطرناک اور تکلیف دہ راستہ لاری کے ذریعہ طے کر کے ۳۱ر اکتوبر ۱۹۴۶ء کو ہم جدہ اور یکم نومبر ۱۹۴۶ء کو مکہ معظمہ پہنچے۔ فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد ۲۹ر نومبر تک مکہ معظمہ میں ہی ہمارا قیام رہا۔ مسٹر یعقوب احمد کو بعض پابندیوں کی وجہ سے مجھ سے الگ رہنا پڑا۔ مکہ معظمہ سے جدہ کو روانگی کے وقت مَیں نے اپنے معلّم کو کہا کہ وہ مسٹر یعقوب احمد کو میرا پیغام پہنچا دیں کہ وہ بہت جلد جدہ پہنچیں۔ مَیں وہاں اُن کا انتظار کروں گا۔ مَیں کئی روز جدہ میں اُن کا منتظر رہا مگر وہ نہ پہنچے۔ بالآخر ۱۵ر دسمبر کو معلّم صاحب خود جدہ آئے اور انہوں نے مجھے نہایت افسوسناک خبر سنائی کہ مسٹر یعقوب احمد مکہ معظمہ میں فوت ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مرحوم ایک جوشیلا افریقن مبلغ تھا۔ مجھے اس کی وفات کا سخت صدمہ ہؤا۔ مرحوم نے اپنے پیچھے دو بیویاں اور تین چار بچے چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کا خود کفیل ہو اور مرحوم کو جنتِ بریں میں جگہ دے۔ آمین

۲۶ر دسمبر کو خاکسار افسردہ دل کے ساتھ جدہ سے روانہ ہؤا اور ۷ر جنوری ۱۹۴۷ء کو دار الامان مدینۃ المسیح میں بخیریت وارد ہؤا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؁

مُصلح موعود کی ایک علامت

(از جناب مولانا عبدالاحد صاحب فاضل مدرسہ احمدیہ)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اعلام الٰہی سے اپنے مصلح موعود ہونیکا اعلان فرما دیا ہوا ہے اور ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں جس قدر علامات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمائی تھیں وہ سب کی سب کامل طور پر آپکے وجود میں پائی جاتی ہیں۔ یہ تمام علامات ۔۷ کے قریب ہیں۔ مَیں ان میں سے صرف ایک کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ حضور نے فرمایا "نور آتا ہے نور" ان الفاظ میں جن وسیع معانی کی طرف اشارہ ہے ان میں سے بھی مَیں اس وقت صرف خدا تعالیٰ کی اس فعلی شہادت کو پیش کرتا ہوں جو اس موعود نور کے ابتدائی ظہور کے وقت اللہ تعالےٰ نے اپنے بندے کی تائید میں ظاہر فرمائی۔ اِس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ نور کی ضرورت تاریکی کے وقت ہوتی ہے۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات سے ایک تاریکی جماعت پر چھا گئی تھی۔ اس کیلئے اللہ تعالےٰ نے اس نور کو بھیجا۔ اور نور کی خاصیت یہ ہے کہ اس کے آنے سے تاریکی بھاگ جاتی ہے اور اس کی جگہ نور لے لیتا ہے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود کے تختِ خلافت پر متمکن ہوتے ہی ایک بڑی تاریکی جو پیغامیت کے لباس میں قادیان میں موجود تھی، فوراً کافور ہو گئی۔ یہ لوگ صاحبِ اقتدار اور انجمن کے کرتا دھرتا تھے۔ مگر چونکہ خدا نے اِس موعود کو نور قرار دیا تھا اسلئے ان کے پاؤں باوجود انکے تسلط کے یہاں سے اُکھڑ گئے اور انہوں نے لاہور میں ہی جا کر دم لیا۔ یہ ایک بہت عظیم الشان خدا کی فعلی شہادت اس موعود "نور" کیلئے ہے جو خدا تعالیٰ نے ظاہر فرمائی۔ اور دُنیا نے دیکھ لیا کہ اس نور کی آمد کی غرض جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مذکورہ بالا اشتہار میں درج ہے کہ "تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے" غیر مبائع اصحاب کے قادیان سے بھاگ جانے سے پُوری ہو گئی۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ۔

تذکرہ اصحاب مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ

(مرتبہ جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم اے قادیان)

گذشتہ سے پیوستہ

ایک دفعہ مرحوم کے والد صاحب نے ایک دوست سے ذکر کیا، کہ میں گھنٹوں سوچ میں پڑا رہتا تھا، کہ میں نے بچوں پر اتنا روپیہ صرف کیا، اور تعلیم دلائی، لیکن ان کی دینی حالت یوں کن ہے۔ قرآن مجید سے رغبت نہیں، کبھی ایک آدھ نماز میری دیکھا دیکھی پڑھلی تو پڑھلی، ورنہ نماز سے دلی لگاؤ کوئی نہیں، لیکن جب ۱۸۹۲ء اور ۱۸۹۳ء کی تعطیلات میں گھر آئے، تو عجیب تغیر دیکھا، کہ نماز سوز و گداز سے پڑھتے ہیں، معلوم ہوا کہ یہ تبدیلی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بیعت ہونیکی وجہ سے ہے۔

مرحوم رقت سے قرآن مجید پڑھتے۔ مومنین کے ذکر پر عجز سے دعا کرتے کہ اُن جیسے اعمال کی توفیق ملے، اور کفار و منافقین کے ذکر پر دعا کرتے کہ اللہ تعالےٰ ان میں سے نہ بنائے۔ سجدہ میں آکر آدھ آدھ گھنٹہ دعا کرتے۔ قرآن مجید کے احکام پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قرآن مجید سے نشان لگائے ہوئے تھے، کہ جنہیں تلاوت کے وقت بالخصوص مدنظر رکھنا چاہیئے۔ بعض دفعہ کوئی آیت لکھکر اپنے رہنے کی جگہ پر لٹکا دیتے تا وہ ہمیشہ پیش نظر رہے۔ رمضان میں ایک بار ضرور قرآن مجید ختم کرتے اور آخری مرض میں حفظ کرنا بھی شروع کیا تھا، اور کچھ حصہ حفظ کرلیا تھا۔ اسی طرح حدیث کے مطالعہ کا شوق تھا، اور کوشش کرتے تھے کہ ہر ایک سُنت پر

عمل کریں۔ حتیٰ کہ اکل و شرب میں بھی اُن چیزوں کو رغبت سے کھاتے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مرغوب تھیں۔ چنانچہ شہد او رسرکہ اکثر کھانے کے ساتھ کھاتے۔ نماز اوّل وقت خشوع و خضوع سے ادا کرتے، اور تہجد مداومت سے پڑھتے، اور بعض اوقات آپؓ کی گریہ وزاری کی آواز سے پاس سوئے ہوئے جاگ پڑتے، اور دیکھتے کہ آپ سجدہ میں پڑے ہیں۔

بیعت کے قریبًا ایک سال بعد مارچ ۱۸۹۳ء میں پہلی بار دونوں بھائی قادیان آئے ان دنوں مہمانخانہ اور مدرسہ وغیرہ کی عمارات نہیں بنی تھیں۔ پریس کے لئے صرف ایک کمرہ تھا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ قادیان میں تشریف رکھتے تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ بھی کچھ عرصہ کے لئے آئے ہوئے تھے۔ اِن دونوں بھائیوں اور مولوی صاحبؓ کے سوا اور کوئی مہمان نہ تھا۔ حضرتؑ کے سکونتی مکان کی شرقی جانب "آئینہ کمالات اسلام" طبع ہورہی تھی۔ حضرتؑ اکثر حصّہ وقت کا مہمانوں کے پاس ہی ڈیوڑھی سے اُوپر والے مکان میں گذارتے تھے، جس میں پھر حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رہنے لگے تھے۔ اکثر کھانا بھی حضرتؑ خود ہی لے آیا کرتے تھے۔ یہ دو تین دن کی صحبت تقویتِ ایمان کا باعث بنی۔ اور مخالفت کے خوف سے والد صاحب سے جو بیعت مخفی رکھی گئی تھی، اسکا اظہار ان پر کر دیا گیا۔

مرحوم کو حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہونیکی اتنی تڑپ تھی، کہ کوئی مہینہ نہ گذرتا تھا جس میں ایک دو مرتبہ حضور کی زیارت سے مشرّف نہ ہو آتے تھے۔ جب دو چار روز کی رخصت ہوتی قادیان جا گذارتے۔ اِسی طرح موسم گرما کی دو اڑھائی ماہ کی تعطیلات کا اکثر حصّہ بھی۔ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے درسِ قرآن میں شامل ہوتے تھے۔ اس طرح آپنے قریبًا سارے قرآن مجید کی تفسیر پر عبور حاصل کر لیا تھا۔ حضرت اقدس علیہ السلام موسم گرما میں جب ڈیوڑھی کے باہر مسقّف کوچہ میں آرام کرتے، تو مرحوم پاؤں اور بدن دابتے، اور کبھی نیند آجاتی، تو چارپائی پر حضورؑ کے ساتھ ہی سو جاتے۔ بارہا مرحوم نے حضورؑ کی کمر کو بوسہ دیا۔ اور انکی عادت تھی کہ بوسہ دیتے اور جسم دابتے وقت تضرّع کیساتھ اپنے لئے

دُعا بھی کرتے تھے۔

مرحوم حضور علیہ السلام کے پُرانے کپڑے اور بال تبرکاً اپنے پاس رکھتے، اور حضور کے لئے نئی رومی ٹوپی لاتے، اور پُرانی خود لے لیتے۔ مجلس میں حضورؑ کے سب سے زیادہ قریب بیٹھتے، اور ٹکٹکی لگا کر چہرہ مبارک دیکھتے، اور پاؤں یا بازو یا کمر وغیرہ دباتے اور دُرود و استغفار پڑھتے رہتے۔ حضورؑ کوئی تقریر تقوےٰ و طہارت کے متعلق فرماتے تو مرحوم کا پیراہن آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ جسم دباتے دباتے مرحوم حضورؑ کے شانہ پر سر رکھ کر رو تے رہتے، لیکن حضورؑ اِس وجہ سے کبھی کشیدہ خاطر نہ ہوتے اور دبانے سے منع نہ فرماتے۔

پنڈت لیکھرام کے قتل کے جلد بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دار کا پہرہ شروع ہوا (جیسا کہ مکرم بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کے مضمون مندرجہ الحکم جلد ۴۲ نمبر ۱۵ تا ۱۸ صفحہ مورخہ ۲۸ رمئی و ۷ رجون ۱۹۳۹ء سے معلوم ہوتا ہے۔ خاکسار مرتب نے دریافت کیا ہے (۱) بھائی عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ مرحوم نے ان کے ہمراہ حضرتؑ کے مکان کا پہرہ دیا۔ اور (۲) بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ جب مرزا صاحبؓ موصوف قادیان آیا کرتے تھے پہرہ دیا کرتے تھے) ان دنوں ضلع گورداسپور میں کثرت سے ڈکیتی کی وارداتیں شروع ہو گئی تھیں۔ بلکہ قادیان کے نواح میں بھی کئی ڈاکے پڑے تھے۔ اس کے علاوہ بھی کئی ایک ضرورت کے مواقع پر مرحوم نے حضور علیہ السلام کے مکان کی پاسبانی کی۔

مرحوم مسجد مبارک میں بہت سا وقت فرائض و نوافل کے ادا کرنے اور لمبی لمبی دُعائیں کرنے میں صرف کرتے تھے۔ وفات سے قریباً چھ سال قبل مسجد میں نیم خوابی کی حالت میں آپؓ کو پہلا الہام اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ[1] ہوا۔

بسا اوقات مرحوم صرف اتوار کے دن کے لئے قادیان چلے جاتے۔ ہفتہ کو رات کے

---

[1] ترجمہ:- اللہ دوست ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے، وہ نکالتا ہے اُن کو اندھیروں سے نور کی طرف (مرتب)

دس گیارہ بجے بٹالہ اُتر کر اُسی وقت قادیان کے لئے پیدل روانہ ہو جاتے، اور سارا دن قادیان رہ کر شام کو پیدل واپس آجاتے۔ بارش آندھی کی پرواہ نہ کرتے اور بارش میں بھیگتے ہوئے پہنچتے۔ چونکہ بارش کے ایام میں قادیان جزیرہ بنا ہوا ہوتا تھا، اس لئے کمر تک پانی میں سے گذرنا پڑتا۔ کئی دفعہ لاہور سے ایک قافلہ قادیان کے لئے روانہ ہوتا، تو بٹالہ سے آگے مرحوم کمزور اور ضعیف العمر احباب کا سامان خود اُٹھا لیتے۔ یکہ کرایہ پر لیتے اور دیکھتے کہ کوئی بھائی مفلس یا کمزور ہے، تو اُسے سوار کر کے خود پیدل چل پڑتے۔ آپ قوی جسم کے تھے۔ یہ بھی سُنا گیا ہے کہ بعض اوقات تھکے ہوئے ضعیف العمر احباب کو راستہ میں اپنی کمر پر بھی اُٹھا لیتے۔ قادیان جاتے ہوئے نیز واپسی پر راستہ میں درود و استغفار پڑھتے، اور قادیان نظر پڑنے پر مسنون دُعا پڑھتے تھے۔

رمضان کے مہینے میں چاند اور سورج کو گرہن لگنے کی پیشگوئی دارقطنی وغیرہ احادیث میں بطور علامتِ مہدیؑ بیان ہوئی ہے۔ ۱۸۹۴ء میں پہلے چاند گرہن ہوا۔ جب سورج کو گرہن لگنے کے دن قریب آئے، تو دونوں بھائی اِس ارادہ سے کہ ہم حضرت اقدس علیہ السلام کیساتھ یہ نشان دیکھیں، اور کسوف کی نماز پڑھیں، ہفتہ کی شام کو لاہور سے روانہ ہو کر قریباً گیارہ بجے رات بٹالہ پہنچے۔ اگلے دن علی الصبح گرہن لگنا تھا۔ آندھی چل رہی تھی، بادل گرجتے اور بجلی چمکتی تھی ہوا مخالف تھی، اور مٹی آنکھوں میں پڑتی تھی، اور قدم اچھی طرح نہیں اُٹھتے تھے، راستہ صرف بجلی چمکنے سے نظر آتا تھا۔ ساتھ آپ کے اہلِ وطن دوست مولوی عبدالعلی صاحب مرحوم بھی تھے۔ سب نے ارادہ کیا خواہ کچھ ہو راتوں رات قادیان پہنچنا ہے۔ چنانچہ تینوں نے راستہ میں کھڑے ہو کر نہایت تضرع سے دُعا کی کہ اے اللہ جو آسمان اور زمین کا قادرِ مطلق خدا ہے، ہم تیرے عاجز بندے ہیں، تیرے مسیح کی زیارت کے لئے جاتے ہیں، اور ہم پیدل سفر کر رہے ہیں، سردی کا موسم ہے، تو ہی ہم پر رحم فرما، ہمارے لئے راستہ آسان کر دے، اور اِس بادِ مخالف کو دُور کر۔ ابھی آخری لفظ دُعا کا مُنہ میں ہی تھا کہ ہوا نے

رُخ بدلا، اور بجائے سامنے کے پُشت کی طرف سے چلنے لگی، اور ممدِ سفر بن گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہوا میں اُڑے جاتے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں نہر پہ پہنچ گئے۔ اِس جگہ کچھ بوندا باندی شروع ہوئی۔ نہر کے پاس ایک کوٹھا تھا، اس میں داخل ہو گئے۔ ان ایام میں گورداسپور کے ضلع کی اکثر سڑکوں پر ڈکیتی کی وارداتیں ہوتی تھیں۔ دیا سلائی جلا کر دیکھا، تو کوٹھا خالی تھا، اور اس میں دو اُپلے اور ایک موٹی اینٹ پڑی تھی۔ ہر ایک نے ایک ایک سرہانے رکھی اور زمین پر سو گئے۔ کچھ دیر بعد آنکھ کھلی۔ دیکھا تو ستارے نکلے ہوئے اور آسمان صاف تھا، اور بادل اور آندھی کا نام ونشان نہ تھا۔ ہم روانہ ہوئے، اور سحری حضرتؑ کے دسترخوان پر کھائی، اور صبح آپؑ کیساتھ کسوف کی نماز پڑھی، جو کہ مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے مسجد مبارک کی چھت پر پڑھائی تھی۔ قریباً تین گھنٹے یہ نماز اور حضرت کی دُعا جاری رہی۔

کئی دوستوں نے شیشے پر سیاہی لگائی ہوئی تھی، جس میں سے وہ گرہن دیکھنے میں مشغول تھے۔ ابھی خفیف سی سیاہی سورج پر شروع ہوئی تھی، کہ حضرت اقدس علیہ السلام کو کسی نے کہا، کہ سورج کو گرہن لگ گیا ہے۔ آپؑ نے اس شیشہ میں سے دیکھا تو نہایت خفیف سی سیاہی معلوم ہوئی۔ حضورؑ نے اظہارِ افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ اِس گرہن کو ہم نے تو دیکھ لیا مگر یہ ایسا خفیف ہے کہ عوام کی نظر سے اوجھل رہ جائیگا اور اِس طرح سے ایک عظیم الشان پیشگوئی کا نشان مشتبہ ہو جائے گا۔ حضورؑ نے کئی بار اِس کا ذکر کیا۔ تھوڑی دیر بعد سیاہی بڑھنی شروع ہوئی، حتّٰی کہ آفتاب کا زیادہ حصہ تاریک ہو گیا۔ تب حضورؑ نے فرمایا کہ ہم نے آج خواب میں پیاز دیکھا تھا۔ اِس کی تعبیر غم ہوتی ہے۔ سو شروع میں سیاہی کے خفیف رہنے سے یہ ظہور میں آیا۔[1]

[1] حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے میرے دریافت کرنے پر جواباً تحریر فرمایا "میں اس نماز میں شامل تھا، مولوی محمد احسن صاحب نے نماز پڑھائی تھی، دوستوں نے سیاہ شیشے میں گرہن دیکھا، باقی باتیں مجھے یاد نہیں۔"

مرحوم حدیث کے مطابق اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند کرتے جو اپنے لئے پسند کرتے۔ ہمیشہ جستجو میں رہتے کہ اپنے بھائی کی خدمت کا موقع میسر آئے، اور دُعا لے سکیں۔ آپ جن دنوں حنیفس کالج لاہور میں پڑھاتے تھے، قریباً ہر شام کو یا جس دن قانون کی جماعت کا لیکچر ہوتا، لاہور آتے، اور قریباً ہر ایک دوست کے گھر پر ملاقات کر کے واپس جاتے، اور بالالتزام جلسہ احمدیہ میں شامل ہوتے، اور اگر کوئی دوست بیمار ہوتا، تو کثرت سے بیمار پُرسی کے لئے جاتے۔ ایک دفعہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب سخت بیمار ہوئے۔ ان کی خدمت کے لئے کئی روز تک اُن کے پاس رہ کر دن رات خدمت کی، اور بول و براز تک اُٹھانے سے دریغ نہ کیا[1]۔

مرحوم اپنے ہم جماعتوں سے بلالحاظ مذہب نیک سلوک کرتے، دُعائیں کرتے، مذہبی بحث کرتے، اور یہ لوگ آپؓ کے مذہبی جوش کی وجہ سے آپؓ کو "مجاہد" کہتے تھے۔ مرحوم کے اخلاص اور دوستوں کے پیار کی وجہ سے وہ اب تک آپؓ کو یاد کرتے ہیں۔

مرحوم سِل سے فاضلکا میں ۲۸ر اپریل ۱۹۰۰ء مطابق ۲۷ر ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ میں وصیت اور بہشتی مقبرہ کے قیام سے قبل فوت ہوئے اور ۲۷ر دسمبر ۱۹۰۱ء کو بموجب ریکارڈ دفتر مقبرہ بہشتی قطعہ ۱۲ قبر ۱۰ میں دفن ہوئے۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر البدر تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایک پیارے دوست کا جنازہ"

آہ! یہ کس دوست کا ذکر ہے؟۔ ایوب صادق کا۔ ہمارے اکثر احباب حضرت مرزا ایوب بیگ صاحب مرحوم و مغفور برادر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے نام نامی سے واقف ہیں۔ یہ نوجوان چھوٹی عمر میں فوت ہو گئے

[1] میں نے حضرت مفتی صاحب سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے یاد نہیں لیکن مرزا صاحب مرحوم جس طبیعت کے آدمی تھے اسکے پیش نظر ان سے یہ امر بعید نہیں (مرتب)

تھے۔ فاضلکا ضلع فیروزپور میں دفن کئے گئے تھے۔ اس بات کو گیارہ سال گذرے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی اجازت حاصل کی گئی تھی۔ اور اب حضرت خلیفۃ المسیح کی اجازت سے اس مرحوم بھائی کا جسم مبارک صندوق میں بند یہاں لایا گیا۔ حضرتؓ نے بمعہ جماعت جنازہ پڑھایا اور مقبرہ بہشتی میں دفن کیا گیا۔ ہمارے دوست ڈاکٹر مرزا صاحب عزیز مرحوم کے سوانح چھپوا رہے ہیں۔ اس واسطے مجھے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ میرے ساتھ اس عزیز کو محبت کا ایسا گہرا تعلق تھا کہ آجتک جس قدر جنازوں کی میں نے نمازیں پڑھی ہیں مجھے یاد نہیں کہ کسی میں بھی اس عزیز دوست کے واسطے دُعا کرنا مجھے بھولا ہو۔ اللّٰھم اغفر لہ وارحمہٗ

(البدر جلد ۱۰ء ۹ صلا ک ۱ و ۲ مؤرخہ ۵ جنوری ۱۹۱۱ء)

یہاں پر بعض خطوط نقل کرتا ہوں جو مرحوم کی وفات پر تعزیت کے طور پر موصول ہوئے تھے۔ ان سے مرحوم کے سوانح کے علاوہ سلسلہ کے متعلق بہت سی باتوں کا علم ہو سکتا ہے۔

(۱) قادیان ۳۰ راپریل۔ برادرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ایوب بیگ رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ وادخلہ فی بحبوبۃ الجنان کی وفات کا صدمہ ایسا خفیف نہیں کہ اس کے بعد کوئی اس مرحوم کے وارثوں کو صبر کی ہدایت کرنیکی جرأت کر سکے۔ اگرچہ یہ بات مرحوم کے متعلقین اور احباب کو پوری تسلی دیتی ہے اور معاً خوش کر دیتی ہے کہ وہ سیدھا بہشت میں چلا گیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس مسلمان کی نسبت چالیس آدمی گواہی دیں کہ وہ بہشتی ہے اس کے لئے بہشت واجب ہو جاتی ہے۔ ایوب بیگ کے لئے ہمارا سارا سلسلہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گواہی دیتا ہے کہ وہ بہشت میں داخل ہو گیا۔ چھ ماہ اس سے قبل جو خواب حضرت مسیح علیہ السلام

تھا، کہ ایک سڑک ہے جس پر چاند کے ٹکڑوں کا فرش ہے اور ایک بڑا ہی جمیل و وجیہہ رحیم کریم شخص ایوب بیگ کا ہاتھ پکڑے اس سڑک سے آگے کو لیجا رہا ہے۔ اس خواب سے سب کے سب یقیناً سمجھ گئے تھے کہ ایوب بیگ جنتی ہے اور وہ سڑک جنت کی ہے اور حضرت نے اسی روز فرمایا تھا کہ جو کچھ مقدر ہو مگر اس میں شک نہیں کہ ایوب بیگ کا خاتمہ بہت اچھا ہے۔

میں اسوقت حلفاً کہتا ہوں کہ ایوب بیگ کے متعلقوں میں کوئی ایسا متنفس نہیں جسکی زندگی کی کسی شان کی نسبت مجھے غبطہ اور رشک ہو مگر ایک ایوب بیگ مرحوم ہے جسکے حُسنِ خاتمت نے مجھے بہت بڑا رشک دلایا ہے۔ وہ اس پاک ایمان پر مرا۔ اس نے زمانہ میں امام زمان کو شناخت کیا اور اخیر دم تک اس ایمان پر ثابت قدم رہا اور آخری گھڑی تک خدا تعالیٰ کے مسیح کو یاد کرتا رہا! اور ہم ہیں کہ ابھی ہمارے اعمال جاری ہیں اور ہماری حالت امید و بیم میں معلق ہے اور سخت اضطراب میں ہیں کہ خاتمہ کیسا ہو۔ ہر مومن کو جو اندیشہ لگ رہا ہے وہ سوءِ خاتمت کا اندیشہ ہے مگر ایوب بیگ یقیناً نیک خاتمہ کیساتھ اس جہان سے اُٹھا پس کس قدر مبارکی اور فخر اسکے اہل کو ہے جنمیں کا ایک فرد ایسا گذرا ہے کہ اہل اللہ اور راستباز اس کی زندگی اور موت پر رشک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں بڑا ہی نا اہل ہونگا اگر میں مکرم مرزا نیاز بیگ کو دردمندی سے بھرا ہُوا اور رُلا دینے والا خط لکھوں۔ حق یہ ہے کہ میں انکو تہ دل سے مبارکباد دوں کہ انہوں نے اپنی بیٹھے سے ایک نمونہ ہم لوگوں کو دیا جسکی زندگی اور موت دونوں حالتیں برگزیدہ سلسلہ کے خدام کیلئے نمونہ تھیں مرزا نیاز بیگ صاحب کی طرف سے اُس پاک جہان میں ایک نیک فرط چلا گیا ہے جو اُن کیلئے راہ صاف کریگا۔ یہ جہان تو لابد گذشتنی ہے مگر کیا ہی مبارک وہ جو خدا تعالیٰ کی رضا میں گذرے اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اسوقت تک رہ رہکر دل بھر بھر آتا ہے اور وہ سعادت اور فرخی کی صورت آنکھوں کے سامنے پھر پھر جاتی ہے وہ حیا سے آنکھیں نیچی کر لینا اور ہر امر کے آگے پورے انقیاد سے سر رکھدینا اور ہمہ محبت چہرہ بار بار یاد آتا ہے اور پیاری باتیں انمیں سے ایک ہی ماندمل زخم کرنے کیلئے کافی ہوتی مگر ایک ہی اور صرف ایک ہی یقین تسلی دیتا اور تلافی کر دیتا ہے کہ جانا تو ضرور تھا مگر جانیوالا گیا خوب ہے۔ حضرت رحیم کریم علیہ السلام کو بھی بڑا صدمہ پہنچا اور فرمایا ہمارا ایک بیٹا مرگیا ہے مگر یہی ایمان اور یقین آپ کی تسلی کا موجب بھی ہے کہ مرحوم کا انجام خوب ہوا۔ غفر اللہ لہٗ

میرا یہ نیاز نامہ اپنے والد صاحب اور اپنی والدہ مکینہ کو سنائیں شاید خدا تعالےٰ اس سے انکے زخمی دل کو کوئی فائدہ پہنچائے اگر مجھے انکی معرفت کی نسبت یہ یقین ہوتا کہ وہ میری باتوں سے راحت پائینگے تو میں ان باتوں کو بہت طول دیتا اور درحقیقت اپنی ارادت ہی بیان کرتا مگر میں جانتا ہوں کہ ایک دُنیادار کے حق میں یہ ایک ناقابلِ برداشت صدمہ ہے خدا تعالیٰ مرزا نیاز بیگ اور والدہ ضعیفہ اور بھائیوں کو صبر اور اجر بخشے۔ میں چاہتا ہوں کہ برادر یعقوب مفصل خط لکھیں کہ مرحوم نے آخری وقت میں کیا گفتگو کی۔ والسلام۔ عاجز عبدالکریم طلوع آفتاب کے وقت

ہندوستان میں

تاریخِ تبلیغِ اسلام

(از جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی۔)

: گذشتہ سے پیوستہ :

اب آیئے آپ کو مسلمان تاجروں کی تبلیغ کے متعلق ایک واقعہ سُنائیں:۔

جس زمانہ میں مسلمان تاجروں کے گروہ درگروہ ہندوستان کا دَورہ لگایا کرتے تھے، اُس وقت کابل اور کشمیر کے درمیان ایک علاقہ کا نام "عسیفان" تھا (یہ پتہ نہیں لگ سکا کہ آجکل اِس علاقہ کو کیا کہتے ہیں۔) یہاں کے راجہ نے بہت کثیر رقم خرچ کر کے اپنی راجدھانی میں ایک بہت عظیم الشان سربفلک مندر بڑے اہتمام سے تعمیر کرایا۔ بنارس سے ایک خاص بُت اُس مندر کے لئے منگوایا گیا اور مندر میں رکھ دیا گیا۔ سارا علاقہ اُسے ذوق وشوق سے پُوجنے لگا۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں دُور دُور اُس کی شہرت پہنچ گئی اور ہزاروں لوگ اُس کی پُوجا کو اطراف وجوانب سے آنے لگے۔ راجہ نے مندر کی خدمت کے لئے بہت سے پُجاری رکھے اور مذہبی رسومات بجا لانے کے لئے متعدد پنڈت مقرر کئے۔ دو تین گاؤں اُس کے اخراجات کے لئے وقف کئے۔ ہر وقت ایک میلہ لگا رہتا تھا۔ اور زائرین کی کثرت روز بروز بڑھتی جارہی تھی۔ پُجاریوں اور برہمنوں کو خوب دان پُن ملتا تھا۔ اور اُن کی خوب عیش سے بسر ہو رہی تھی۔ مگر یکایک غیب سے ایک ایسا تیر لگا کہ چشم زدن میں نہ مندر رہا اور نہ پُجاری۔ ہوُا یہ کہ راجہ کا بیٹا سخت بیمار پڑا۔ راجہ کو اُس سے بیحد محبت تھی۔ اور اُس نے اُس کے علاج معالجہ میں کوشش کا

کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ لیکن جب کچھ آرام نہ ہؤا تو مایوس ہوکر راجہ نے مندر کے پُجاریوں اور پروہتوں کو بُلا کر کہا کہ "گڑگڑا کر مُورتی سے التجا کرو کہ میرے لڑکے کو اچھا کر دے۔ اگر مُورتی نے میری استدعا اور تمھاری پرارتھنا قبول کرلی تو تم میں سے ہر ایک کا مُنہ جواہرات سے بھر دوں گا۔ جاؤ اور مُورتی سے جواب لیکر آؤ۔"

پُجاریوں نے سوچا کہ لاؤ اِس موقع پر راجہ کو اُلّو بناؤ، اور جتنا بھی روپیہ ممکن ہو سکے اس سے اینٹھو۔ سب کا مشورہ ہؤا اور ایک بات طے پا گئی۔

دوسرے دن سب پُجاری جمع ہو کر راجہ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ سب سے بڑا پروہت آگے بڑھا اور کہنے لگا "مہاراج! آپ بڑے خوش قسمت ہیں۔ آپ کی مراد پُوری ہوئی۔ راجکمار کو یقیناً صحت ہو جائے گی۔ بس اپنا وعدہ پُورا کیجیے، اور ہم سب کو مالا مال کر دیجیے۔"

راجہ نے تفصیل پُوچھی، تو پروہت نے نہایت سنجیدگی سے کہا کہ "آپ کے پاس سے جا کر ہم سب مُورتی کے آگے گر پڑے۔ اور بہت رو رو کر اور گڑگڑا کر اُس سے التجا کی کہ ہمارے راجہ کے لڑکے کو اچھا کر دے۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ ایکدفعہ ہی مُورتی بولنے لگی۔ اور اُس نے کہا۔ 'اُٹھو تمھاری پرارتھنا قبول ہوئی۔ راجہ کو جا کر خوشخبری سُنا دو کہ مَیں تیرا لڑکا جلدی چنگا کر دوں گی۔ کچھ فکر نہ کر اور پُجاریوں کو خوش کر دے' یہ سارے پُجاری میرے اِس بیان کے گواہ ہیں۔"

تمام پُجاریوں نے بڑے یقین اور وثوق کے ساتھ پروہت کے بیان کی تصدیق کی، اور کہا کہ ہم نے خود مورتی کو بولتے اور یہ الفاظ کہتے سُنا ہے۔

راجہ اپنے بیٹے کی صحت کی خوشخبری سُن کر بڑا خوش ہؤا اور اُسے کامل یقین ہوگیا کہ مُورتی نے جو کچھ کہا ہے ٹھیک اسی طرح ہو گا۔ پس حسب وعدہ اس نے تمام پجاریوں کو زر و جواہر سے مالا مال کر دیا، اور وہ سب خوش خوش اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

کم بختی کہہ کر کہاں آیا کرتی ہے؟ پجاریوں کی بدقسمتی سے دوسرے ہی دن لڑکا مرگیا، اور راجہ کے سر پر کوہِ الم ٹوٹ پڑا۔ مارے غصہ کے راجہ دیوانہ ہوگیا، اور اُس نے طیش میں آکر فوراً مندر کو آگ لگوادی، اور تمام پجاریوں اور پروہتوں کو بلاکر قتل کر ڈالا۔

مورتی پر اُس کا ایمان ختم ہوچکا تھا۔ مندر کو وہ برباد کروا چکا تھا۔ برہمنوں کو وہ قتل کروا چکا تھا اور اب نہایت سخت غم و غصہ کی حالت میں اپنا وقت گذار رہا تھا۔

انہی ایام میں اتفاقاً مسلمان تاجروں کا ایک قافلہ شہر میں وارد ہوا۔ اور راجہ کے حضور میں حاضری کی اجازت چاہی۔ راجہ اس وقت اپنے ہی غم ماتم میں مبتلا تھا۔ اشیائے تجارت کیا خریدتا۔ مگر اُس نے سوچا کہ یہ غیر ملکی لوگ ہیں، اگر میں ان سے بداخلاقی اور بے مروتی سے پیش آیا، تو جس جس مُلک میں یہ جائیں گے مجھے بدنام کریں گے۔ اس لئے اُس نے طوعاً و کرہاً اُن کو حاضری کی اجازت دیدی۔

رئیس التجار نے دیکھا کہ راجہ بہت مغموم اور مضمحل نظر آرہا ہے۔ اُس نے عربوں کی فطری دلیری سے کام لیتے ہوئے بے دھڑک پُوچھا کہ "مہاراج اِس قدر اُداس کیوں ہیں؟" راجہ نے سارا واقعہ بیان کیا۔ اور یہ بھی کہا کہ "مذہب اور دھرم سب ڈھکوسلہ ہے۔ اور برہمن اور پروہت سب دغاباز ہوتے ہیں۔ نہ مورتیوں میں کوئی طاقت ہے اور نہ پرمیشور کوئی ہستی ہے۔ مذہب نام ہے چند خود غرض لوگوں کی ریاکاری کا۔ اس سے زیادہ اس کی اصلیت نہیں۔"

بُوڑھا تاجر مُسکرایا۔ اور اُس نے موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اسلام کی خوبیاں اور مسلمانوں کا خدا ایسی عمدگی اور خوبی کے ساتھ راجہ کے سامنے پیش کیا کہ راجہ حیران رہ گیا، اور اُس نے کہا "بیشک دل کا سکون، رُوح کی راحت اور

قلب کا اطمینان صرف اسلام ہی میں مل سکتا ہے۔ اگرچہ میرے ملک میں بعض مسلمان آباد ہیں اور میرے کان میں اِس سے پہلے اسلام کی آواز پڑ چکی تھی۔ مگر میں آجتک بھولا رہا۔ اور کبھی میں نے اسلام کے متعلق غور نہیں کیا۔ مگر آج مجھ پر سب حقیقت کھل گئی۔ اور سچائی ظاہر ہو گئی۔ پس مجھے بتاؤ کہ میں کس طرح تمہارا دین اختیار کروں؟"

تاجر نے راجہ کو کلمہ پڑھوایا اور اُس کے ساتھیوں کے نعرہ ہائے تکبیر سے دربار گونج اُٹھا۔ یہ سارا واقعہ مشہور مؤرخ بلاذری نے اپنی کتاب فتوح البلدان کے صفحہ ۴۴۶ پر لکھا ہے۔

(۲) اُس وقت کے مسلمان تاجروں نے کھلی تبلیغ کے علاوہ ہندوستان میں اشاعتِ اسلام کا ایک یہ بھی طریقہ اختیار کیا کہ بہت سے تاجر عرب، ایران اور عراق سے آکر ہندوستان کے ساحلی شہروں اور متصلہ جزیروں میں سکونت پذیر ہو گئے، اور یہاں ہندو عورتوں سے شادیاں کرلیں۔ چونکہ یہ تاجر مالی لحاظ سے دولتمند، جسمانی لحاظ سے تندرست اور مذہبی لحاظ سے بہت اعلیٰ اخلاق و عادات کے مالک تھے، اس لئے بڑی آسانی سے ہندوؤں نے اپنی بیٹیاں اُنہیں دے دیں۔ اور اس طرح بقول مسٹر آرنلڈ "انہوں نے اپنے مذہب کو پھیلانے کے لئے رستہ صاف کرلیا" (دعوتِ اسلام آرنلڈ صفحہ ۲۸۵) کیونکہ اِس قسم کی قریبًا تمام عورتوں نے اسلام قبول کرلیا اور اُن سے جو اولاد پیدا ہوئی وہ مذہب کی پابند اور دین کی مبلغ ثابت ہوئی۔ لکادیپ اور مالدیپ کے جزیروں میں اسلام کی اشاعت بالعموم اِسی طریقہ سے ہوئی ہے۔ اِن جزائر میں مسلمان تاجروں کی آمد کا سلسلہ کم و بیش تین سو برس تک جاری رہا۔ جس کے نتیجہ میں جزائر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اسلام پھیل گیا۔ یہاں تک کہ آخر سنہ ۱۲۰۰ء میں ان جزائر کے راجہ نے بھی اسلام قبول کرلیا اور اپنا نام سلطان محمدؐ رکھا۔ (دعوتِ اسلام صفحہ ۲۸۵)

(۳) جو مسلمان تاجر تبلیغی لیاقت نہ رکھتے تھے، وہ بھی تبلیغ سے غافل نہ تھے۔

انہوں نے اس کی تلافی اس طرح کی کہ وہ اپنے خرچ پر عرب و ایران اور عراق و شام سے علماء اور فضلاء کو اپنے ہمراہ ہندوستان لاتے تھے، جو اُن کے ساتھ پھر کر ہر شہر میں لوگوں کو دینِ برحق کی طرف بُلاتے، اور مسلمان بناتے تھے۔

(۴) اکثر مذہبی درد رکھنے والے اور تبلیغِ اسلام کو اپنا سب سے زیادہ ضروری فرض سمجھنے والے تاجروں نے یہ طریقہ اختیار کیا، کہ نہایت ایثار سے کام لے کر مع اہل و عیال ہندوستان چلے آئے اور کسی ایک شہر میں سکونت اختیار کر لی۔ مالِ تجارت لیتے اور اندرونِ مُلک میں نکل جاتے۔ تجارت کرتے پھرتے اور تبلیغِ اسلام کرتے رہتے۔ برس چھ مہینے پیچھے گھر آئے۔ دو چار مہینے بیوی بچوں میں رہے اور پھر نکل گئے۔ اِس طرح مُلک کے بڑے وسیع حلقہ میں اِن تاجروں نے اسلام پھیلا دیا تھا۔ اسی سلسلہ میں ایک مرتبہ ایسا اہم اور عظیم الشان واقعہ پیش آیا جس نے ہندوستان کی قسمت کو پلٹ کر رکھدیا۔ آیئے! وہ آج آپ کو سُنائیں۔

اِس قسم کے مہاجر اور مجاہد تاجر زیادہ تر جنوبی ہند اور لنکا میں آکر آباد ہوئے تھے۔ کیونکہ اِس علاقہ میں ایسی چیزیں بکثرت پیدا ہوتی ہیں، جو آسانی سے اور کثرت کے ساتھ فروخت ہو سکتی ہیں۔ موت اور زندگی تو انسان کے ساتھ لگی ہوتی ہے۔ اِن عربی تاجروں میں سے بعض کا انتقال ہو گیا۔ اور اُن کے اہل و عیال اپنے وطن سے ہزاروں کوس دُور یکہ و تنہا اور بے یار و مددگار رہ گئے۔ یہ تاجر لنکا میں سکونت رکھتے تھے۔

یہ اُس زمانہ کا واقعہ ہے جب اموی خاندان برسرِ اقتدار تھا اور ولید بن عبدالملک (۸۶ھ۔۷۰۵ء تا ۹۶ھ۔۷۱۵ء) دمشق میں بیٹھا دُنیا پر حکومت کر رہا تھا۔ بڑے بڑے سلاطین اس کے نام سے کانپتے تھے، اور ہر ایک کو اُس کی خوشی حاصل کرنے کی فکر رہا کرتی تھی۔ چنانچہ جب لنکا کے راجہ نے دیکھا کہ چند مُسلمان عورتیں اور اُن کے

بچے میرے ملک میں لاوارث رہ گئے ہیں تو اُس کو دمشق کے خلیفہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا یہ بہت اچھا موقع ہاتھ آیا۔ اُس نے فوراً متوفی تاجروں کے اہل و عیال کو مختلف مقامات سے اپنی راجدھانی میں بُلایا، اور اُن کی بڑی خاطر مدارات کی اور کہا، تم ہرگز نہ گھبراؤ، مَیں تم کو بہت جلد تمھارے ملک میں اپنے خرچ سے بھجوا دوں گا۔

اِس کے بعد راجہ نے آٹھ جہاز تیار کرائے۔ اور اُن میں اُن تاجروں کے اہل و عیال کو سوار کرایا۔ اور بیش بہا تحفے اور قیمتی ہدیے اور اپنے ملک کی نادر اشیا، خلیفۂ وقت کی نذر کے لئے اُن کے ساتھ کیں۔ علاوہ ازیں بہت سے لونڈی غلام بھی خلیفہ کو بھیجے۔ اور اِس عریضہ کے ساتھ یہ تمام تحائف دربارِ خلافت میں روانہ کئے کہ "میرے ملک میں جو عرب تاجر کچھ مدت سے رہتے ہیں اُن میں سے بعض کا حال میں انتقال ہوگیا۔ اور اُن کے اہل و عیال یہاں اکیلے رہ گئے۔ مَیں نے اُن سے کہا کہ وہ میرے ملک میں رہیں۔ ہر طرح اُن کے آرام و آسائش کا خیال رکھا جائے گا۔ مگر انھوں نے واپس اپنے وطن جانے پر اصرار کیا۔ اس لئے مَیں اُن کو اُن کی خواہش کے مطابق حضور والا کے پاس بھیج رہا ہوں۔ اور اُن کے ہمراہ اپنے ملک کے چند حقیر تحفے حضور عالی کے لئے بطور نذر ارسال کر رہا ہوں۔ نیز چند لونڈی غلام بھی خدمت کے لئے ساتھ روانہ کر رہا ہوں، قبول فرما کر میری عزت افزائی فرمائیں۔"

لنکا سے چل کر یہ جہاز ساحل سے لگے لگے سندھ کے علاقہ میں پہنچے تو وہاں دیبل کے مقام پر بحری قزاقوں نے ان جہازوں کو پکڑ لیا۔ جتنا زر و جواہر ہاتھ لگا سب لُوٹ لیا۔ اور عورتوں اور یتیم بچوں کو قید کر لیا۔ راجہ کے جو معتمد

جہازوں میں تھے انہوں نے ہرچند کہا کہ "کیا غضب کرتے ہو۔ یہ چیزیں خلیفۂ دمشق کی نذر کے لئے جا رہی ہیں اور لنکا کے راجہ نے بھیجی ہیں۔ ان کو لوٹتے ہو؟ تباہ کر ڈالے جاؤ گے۔ پھر اگر مال و اسباب لوٹتے ہو تو خیر لوٹو۔ مگر ان بے کس بیواؤں اور ان لاوارث یتیموں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ ان کو تو چھوڑ دو جو یہ اپنے وطن کو جائیں" مگر اُن کم بختوں نے ایک نہ سُنی۔ اور کہنے لگے کہ لنکا کا راجہ ہو یا دمشق کا خلیفہ! کوئی ہمارا کر ہی کیا سکتا ہے۔ ہم سمندر کے مالک ہیں اور راجہ داہر کی رعایا آج دُنیا میں کس کی مجال ہے جو ہمارے مہاراجہ سے آنکھ لڑا سکے۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ ہم تو اپنے مہاراجہ کی اجازت کے بغیر کسی جہاز کو ادھر سے گذرنے ہی نہیں دیں گے خواہ وہ کسی مُلک کا ہو۔ اور یہ عورتیں اور بچے اور سارے لونڈی غلام مہاراجہ داہر کی خدمت میں پیش کر دیئے جائیں گے۔ پھر وہ ان کا جو چاہے کرے۔"

عورتوں نے کہا "ہم مصیبت زدوں کو پکڑ کر تمہارے ہاتھ کیا آئے گا۔ بہتر یہ ہے کہ ہمیں چھوڑ دو۔ ورنہ یاد رکھو کہ اگرچہ ہم لاوارث اور غریب الوطن ہیں مگر بے عزت نہیں۔ ہمارے خلیفہ کو تمہارے اس ظلم کی جب خبر ہوگی تو وہ تم سے ہمارا اتنا سخت انتقام لے گا جس کی انتہا نہیں۔"

قزاقوں کا سردار ہنسا اور اُس نے کہا "تو پھر بُلاؤ اپنے خلیفہ کو۔ جو تمہیں ہمارے ہاتھ سے چھڑا لے۔ اور ہمیں تباہ کر دے۔" عورتوں نے جواب دیا "آج نہیں تو یقیناً کل خلیفہ کی قہار فوجیں آئیں گی اور تمہیں تباہ کر دیں گی۔ وہ ہمارا بدلہ لئے بغیر ہرگز چین نہیں لے گا۔"

قزاقوں نے کہا "اچھا۔ جب خلیفہ کی فتح شعار فوجیں آئیں گی اُس وقت دیکھا جائے گا۔ اِس وقت تو تم سب مہاراجہ داہر کی قید میں ہو۔ دیکھیں گے کون جوانمرد تمھیں اُس کی قید سے چھڑا سکتا ہے؟" یہ کہا اور سب کو باندھ کر لے گئے۔ اور راجہ داہر کے حضور میں پیش کر دیا۔ جس نے اُن کو دیبل کے قلعہ میں قید کر دیا۔ اور دربار کے ایک معزز برہمن کو اُن کا داروغہ مقرر کر دیا کہ نکل کر بھاگنے نہ پائیں۔

جب اِس قزاقی کا حال عراق کے گورنر اور خلیفہ ولید کے سپہ سالار حجاج بن یوسف کو معلوم ہوا تو اُس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا اور اس نے فوراً ایک خط راجہ داہر کو لکھا کہ "تمھاری سلطنت میں مسلمانوں پر یہ بڑا سخت ظلم ہوا ہے۔ فوراً ان قزاقوں کو گرفتار کرا کے دربارِ خلافت میں بھجواؤ۔ جو مسلمان عورتیں اور بچے تمھاری قید میں ہیں فوراً اُن کو آزادی دو۔ جس قدر مال قزاقوں نے لوٹا ہے سب واپس کرو۔ ورنہ یاد رکھو کہ میں اپنے آدمیوں کے انتقام میں چین تک کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

راجہ داہر کی سلطنت اس وقت پورے عروج پر تھی۔ اُس نے قرب وجوار کے تمام راجاؤں کو شکست دیکر بڑی طاقت حاصل کر لی تھی۔ پس طاقت کے بل پر اور حکومت کے نشہ میں اُس نے خط کا جواب لکھا کہ "آپ کے جہاز میں نے نہیں لوٹے۔ بحری قزاقوں نے یہ کام کیا ہے۔ آپ کو اپنی عورتوں اور بچوں سے ایسی ہی ہمدردی ہے تو کھلے میدان میں آؤ اور اُن کو چھڑا کر لے جاؤ۔ اتنی دور بیٹھے کاغذی گھوڑے دوڑانا اور کچھ کر کے نہ دکھانا شیوۂ مردانگی نہیں۔" (تاریخ گجرات ص ۶۳)

(باقی آئندہ)

وَصِیّتیں

نوٹ:۔ وصیایا منظوری سے قبل اسلئے شایع کیجاتی ہیں کہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو وہ دفتر کو اطلاع کردے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ)

نمبر ۹۰۷۴ء:۔ منکہ غریب دین ولد فقیر محمدؐ صاحب قوم عربی پیشہ ملازمت عمر ۵۰ سال ۔ بیعت ۱۹۰۲ء ساکن دارالرحمت قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت ایک مکان خام موضع کاہنوواں میں ہے قیمتی ۲۰۰/- روپیہ۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ آجکل میری تنخواہ ۲۹ روپے ماہوار ہے اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی جائیداد پیدا کروں تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ میری وصیت حاوی ہوگی۔ العبد:۔ غریب الدین مددگار کارکن دفتر وکیل الصنعت و حرفت قادیان۔ گواہ شد:۔ بہاء الحق وکیل الصنعت و حرفت۔ گواہ شد:۔ حبیب اللہ سیال نائب وکیل الصنعت و حرفت۔

نمبر ۹۰۷۵ء:۔ منکہ عبدالحق مولوی فاضل ولد جمعدار فضل دین صاحب ادریسیر قوم کمبوہ پیشہ ملازمت عمر ۲۴ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان دارالخلافت بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ آمدنی (تنخواہ) پچاس روپے ماہوار ہے۔ اسکے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ آئندہ کوئی جائیداد پیدا کروں یا میرے مرنے پر ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد:۔ عبدالحق مولوی فاضل قادیان۔ گواہ شد:۔ عبدالرحمٰن بیر۔ گواہ شد:۔ جمعدار فضل الدین ادریسیر۔

نمبر ۹۰۷۶ء:۔ منکہ غلام احمد ولد چوہدری عنایت خاں صاحب قوم جٹ پیشہ ملازمت فوج عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن موضع دولت پورہ ڈاکخانہ بیٹھانکوٹ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۱۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میں اپنی کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ جس کی تفصیل بعد میں دی جائے گی کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ موجودہ جائیداد کے علاوہ اگر کوئی اور جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع دونگا اور اس جائیداد پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میری ماہوار آمد اس وقت ۹۰/- روپے ہے میں تازیست اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا جو جائیداد بوقت وفات ثابت

ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ غلام احمد بقلم خود موصی۔ گواہ شد:۔ محمد اکرم خاں جیورسٹ ۱۱ گواہ شد:۔ عصمت اللہ خاں ایڈووکیٹ لاہور ÷

نمبر ۹۸۵۷:۔ منکہ غلام محمد ولد گوہر خاں صاحب قوم جٹ وڑائچ پیشہ واہی عمر ۵۰ سال بیعت ۱۹۰۵ء ساکن شیخپور ضلع گجرات بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۲/۱۲/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اراضی ۱۰ کنال واقعہ شیخپور قیمتی ۲۶۰۰/- روپے اگر اس کے بعد کوئی اور جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائیداد ہوگی اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ غلام محمد بقلم خود موصی۔ گواہ شد:۔ میر نصر اللہ خاں سو بیدار۔ گواہ شد:۔ میراں بخش موصی ۲۶۹۴ ÷

نمبر ۹۸۶۲:۔ منکہ عبدالحکیم خاں ولد چوہدری بشارت علی خاں صاحب قوم راجپوت پیشہ طبابت عمر ۳۴ سال پیدائشی احمدی ساکن سرگودھا ڈاکخانہ خاص ضلع ہوشیارپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۲/۳/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری ذاتی کوئی جائیداد نہیں کیونکہ میرے والد صاحب بقید حیات ہیں۔ میرا گذارہ ماہوار پنشن پر ہے جو کہ ۶/۱۴/- الاؤنس ۴/- ہے۔ اور میری طبابت کی آمدنی ۲۰/- روپے کے قریب ہے۔ میں اپنی آمدنی کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں نیز میرے مرنے پر جو جائیداد ثابت ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ عبدالحکیم خاں موصی۔ گواہ شد:۔ مہردین سیکرٹری تبلیغ سرگودھا۔ گواہ شد:۔ چوہدری پھجو خاں امیر جماعت احمدیہ سرگودھا۔ گواہ شد:۔ خورشید احمد انسپکٹر وصایا ÷

نمبر ۹۹۰۶:۔ منکہ وزیر حسن ولد علی حسن صاحب قوم شیخ پیشہ بیکار عمر ۵۵ سال بیعت ۱۹۴۶ء ساکن شاہجہانپور محلہ مہمان شاہ ڈاکخانہ خاص صوبہ یوپی بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲/۱/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت نقد سات سو روپیہ ہے جو میں نے حاجی عبدالقدوس اینڈ کو کو تجارت کے لئے دیا ہوا ہے۔ میں اس جائیداد اور اسکی آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد:۔ وزیر حسن موصی۔ گواہ شد:۔ مختار احمد احمدی شاہجہانپور بقلم خود۔ گواہ شد:۔ محمد نظیر بقلم خود احمدی ÷

نمبر ۹۹۰۷ :- منکہ دریام دین ولد غلام محمد صاحب قوم راجپوت چوہان - پیشہ ملازمت عمر ۵۰ سال بیعت ۱۹۲۴ء ساکن قادیان دارالبرکات بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴۲/۳/۲۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں - میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے - ایک مکان کے نصف حصہ کا مالک ہوں - نصف کی قیمت ۔/۱۲۵۰ روپے ہوگی - اس میں سے ۔/۲۰۰ روپے میں نے قرضہ دینا ہے - باقی ۔/۱۰۵۰ روپے کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں - میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو کہ ۔/۲۵ روپے ہے - میں اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں - اگر اس کے بعد کوئی جائیداد اور پیدا کروں یا مرنے پر ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی - یہ مکان دارالبرکات غربی میں ہے - العبد :- دریام دین موصی بقلم خود - گواہ شد :- محمد دین پسر موصی - گواہ شد :- علی محمد صحابی و موصی انسپکٹر وصایا ۔

نمبر ۹۸۹۳ :- منکہ منشی محمد علی ولد محمد صدیق صاحب قوم لوہیاٹ پیشہ ملازمت عمر ۵۰ سال پیدائشی احمدی ساکن ڈیرہ غازیخاں بلاک نمبر ۳ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴۲/۱/۱۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں - میری ذاتی جائیداد اس وقت کوئی نہیں - ایک کچی مکان نیم پختہ رقبہ پانچ مرلے کا میں واحد مالک ہوں - اس کی قیمت اندازاً ۔/۲۰۰۰ روپیہ ہے - میں اس وقت اس جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں اس کے علاوہ میری تنخواہ ۔/۱۲۵ و ۔/۲۱ کرایہ ماہوار کی مجھے آمد ہے اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں - اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد پیدا کروں اس کی اطلاع دیتا رہوں گا اور یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی - علاوہ ازیں اگر میری وفات پر اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی - العبد :- محمد علی بقلم خود موصی - گواہ شد :- غلام یاسین انسپکٹر بیت المال - گواہ شد :- عبدالرب بلاک ۳ سبزی منڈی ڈیرہ غازیخاں ۔

نمبر ۹۸۹۵ :- منکہ محمد شریف ولد میاں حسین بخش صاحب قوم جنجوعہ راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۳۰ سال پیدائشی احمدی ساکن مالوکے حال لاہور راوی روڈ ملک نمبر ۳ سپلائی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴۲/۱/۲۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں - میری غیر منقولہ جائیداد کوئی نہیں صرف میرا گزارہ ماہوار آمدنی پر ہے جو اس وقت یکصد روپے ہے - اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں - اور نقد مبلغ ۔/۲۰۰ روپیہ امانت ذاتی میں جمع ہے - اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں آئندہ جو جائیداد پیدا کروں گا اس کی اطلاع دیتا رہوں گا اور تنخواہ کی کمی بیشی کے متعلق اطلاع دیتا رہوں گا - میرے مرنے کے بعد کوئی جائیداد ثابت ہوگی تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہوگی۔ العبد۔ محمد شریف بقلم خود موصی۔ گواہ شد۔ امۃ الحمید بیگم اہلیہ موصی۔ گواہ شد۔ ماسٹر محمد شریف میانوالی خانانوالی۔ گواہ شد۔ چوہدری خورشید احمد انسپکٹر وصایا +

نمبر ۹۸۹۸:۔ منکہ شیخ نور دین ولد شیخ عمر دین صاحب قوم شیخ پیشہ خیاطی عمر ۲۵ سال بیعت ۱۲/۲۵ ساکن صریح ڈاکخانہ خاص ضلع جالندھر۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے میری ماہوار آمد ۲۰/- ماہوار ہے میں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ انشاء اللہ ماہ بماہ ادا کرتا رہوں گا۔ کمی بیشی کی اطلاع دیتا رہوں گا۔ اگر اس کے بعد کوئی جائیداد پیدا کروں یا میری وفات پر کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد۔ نور دین بقلم خود موصی گواہ شد۔ نورالدین ذیلدار چک ۱۱/۱۰ منٹگمری۔ گواہ شد۔ سید اصغر حسین شاہ انسپکٹر بیت المال +

نمبر ۹۸۹۹:۔ منکہ نثار احمد ولد میاں فقیر محمد صاحب قوم قریشی پیشہ زمینداری عمر ۲۳ سال بیعت ۱۹۳۴ء ساکن بھنگواں ڈاکخانہ گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں ہے۔ اس وقت میری ماہوار آمد دس روپے ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا اور اگر کوئی جائیداد اسکے بعد پیدا کروں گا تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد۔ نثار احمد بقلم خود موصی۔ گواہ شد۔ نذیر احمد امیر جماعت احمدیہ بھنگواں۔ گواہ شد۔ شریف احمد بھنگواں +

نمبر ۹۹۰۰:۔ منکہ نصیر احمد ناصر ولد اللہ دتہ صاحب قوم ارائیں پیشہ واقف زندگی عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۱۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میرے والد بفضل تعالیٰ زندہ ہیں اس لئے میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں مجھے تحریک جدید کی طرف سے اس وقت مبلغ بائیس روپے ماہوار گزارہ کے طور پر ملتے ہیں میں اس کا دسواں حصہ بطور وصیت صدر انجمن احمدیہ قادیان کے خزانہ میں داخل کراتا رہونگا۔ میرے مرنے پر جس قدر بھی جائیداد میری ثابت ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ العبد۔ نصیر احمد ناصر موصی۔ گواہ شد۔ محمد دین انور معلم نصرت گرلز ہائی سکول قادیان۔ گواہ شد۔ ضیاء الدین جمعدار آئی۔ اے ایم سی۔ آئی۔ ایم۔ ایچ دہلی چھاؤنی +

نمبر ۹۹۰۱:- منکہ نوردین ولد مہردین قوم ارائیں پیشہ دستکاری عمر ۴۰ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اس وقت ۱/۲ مرلہ زمین واقعہ محلہ دارالسعت قادیان ہے جس کی قیمت اس وقت اندازاً سات صد روپیہ ہے۔ میں اسکے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز اسکے علاوہ اگر کوئی اور جائداد میرے مرنے پر ثابت ہو تو اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میری ماہوار آمد قریباً ستر روپے ہے۔ میں اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ العبد:- نوردین بقلم خود موصی۔ گواہ شد:- محمد دین انور معلم نصرت گرلز ہائی سکول قادیان۔ گواہ شد:- ضیاء الدین برادر موصی +

نمبر ۸۹۹۱:- منکہ سید محمد ابراہیم ولد حاجی سید رمضان علی صاحب قوم سید پیشہ حکمت عمر ۶۰ سال بیعت ۱۹۱۴ء ساکن انبالہ چھاؤنی ڈاکخانہ صدر بازار بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴/۱۲/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمد اوسطاً دس روپیہ ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اگر کوئی اور جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ صرف میرے پاس ایکہزار روپیہ نقد ہے جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اس میں سے -/۵۰ روپے داخل کرکے رسید حاصل کرلی ہے۔ العبد:- حکیم سید محمد ابراہیم موصی۔ گواہ شد:- حکیم سید محمد گلزار احمد مطب نوازی کھرڑ۔ گواہ شد:- سید علی احمد دارالفضل +

نمبر ۹۸۹۰:- منکہ منصور اللہ خاں ولد چوہدری غلام سرور صاحب قوم جٹ باجوہ۔ پیشہ طالبعلمی عمر ۱۶ سال۔ پیدائشی احمدی ساکن چک ۵۲/۲L محمود پور ڈاکخانہ اوکاڑہ ضلع منٹگمری بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۹/۱۲/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں اس وقت میرا جیب خرچ دس روپے ہے۔ میں تازیست اپنی آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے پر میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:- منصور اللہ خاں بقلم خود موصی۔ گواہ شد:- ثناء اللہ خاں۔ گواہ شد:- عزیز احمد چوہدری +

نمبر ۹۸۸۹:- منکہ محمد الدین ولد مرزا خاں صاحب قوم راجپوت پیشہ کاشتکاری عمر ۵۰ سال

بیعت ۱۹۰۳ء ساکن راجٹ پور ڈاکخانہ خانپور سیداں ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸/۱/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری کُل زمین دس گھماؤں ہے جس میں دو گھماؤں جدی ہے اور آٹھ گھماؤں میری پیدا کردہ ہے۔ اس میں سے بندہ ایک گھماؤں کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ ایک مکان خام و حویلی خام ہے جس میں میرا چوتھا حصہ ہے اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں نیز میرے مرنے کے بعد اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ محمد الدین نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ نذیر حسین ولد ... ڈاکخانہ خانپور سیداں۔ گواہ شد:۔ مبارک احمد ولد ... +

نمبر ۹۷۸۸:۔ منکہ ڈاکٹر مزمل حسین ولد حسین علی صاحب قوم قریشی پیشہ ڈاکٹری عمر ۴۸ سال بیعت ۱۹۲۰ء ساکن کوٹلی لوہاراں شرقی ڈاکخانہ خاص ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۳/۱/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت حسب ذیل جائیداد ہے (۱) اراضی ۲۴ گھماؤں واقعہ کوٹلی لوہاراں شرقی و موضع کوٹلی عیدو و موضع چیلا تحصیل سیالکوٹ۔ (۲) چار عدد دکانیں واقعہ شہر سیالکوٹ (۳) زمین چار کنال واقعہ قادیان دارالامان (۴) ۲۰۰۰ روپیہ بینک میں۔ اس سب جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اس وقت ۴۰۶/- روپے ماہوار تنخواہ ہے اس کا بھی ۱/۱۰ ماہوار خدا تعالیٰ کی توفیق سے ادا کرتا رہوں گا۔ علاوہ ازیں میری وفات پر جو جائیداد ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ ڈاکٹر مزمل حسین زابل ایران۔ گواہ شد:۔ صدرالدین مولوی فاضل ایران۔ گواہ شد:۔ عبدالقادر قریشی ایران +

نمبر ۹۷۸۹:۔ منکہ غلام احمد ولد نزلا صاحب قوم ملک پیشہ تجارت عمر ۴۵ سال بیعت خلافت ثانیہ چک ۵۵۹ بھگوانپورہ ڈاکخانہ خاص براستہ ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۱/۳۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد مندرجہ ذیل ہے اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ زمین سفید واقعہ دارالفضل قادیان ۸ مرلہ جو کہ بندہ نے ۲۰۰/- روپیہ میں خریدی ہوئی ہے۔ زمین سفید نواں شہر ضلع جالندھر میں دس مرلہ جو کہ ۲۲۵/- روپے میں خریدکی ہے چک ۵۵۹ بھگوانپورہ میں مکان قیمتی ۳۰۰/- روپے اور بنام ضلع ہوشیارپور میں ایک مکان قیمتی ایک ہزار روپیہ جس میں ہم تین بھائی حصہ دار ہیں اپنے حصہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ ماہوار آمد ۲۰/- روپے ہے اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ غلام احمد موصی۔ گواہ شد:۔ شہاب دین چک ۵۵۹ گ ب۔ گواہ شد:۔ عطاء اللہ خاں چک ۵۵۹ گ ب +

نمبر ۹۴۳۱ ۔ منکہ نور احمد ولد محمد رمضان صاحب قوم احمدی پیشہ مزدوری عمر ۲۸ سال بیعت ۱۹۳۲ء ساکن بیر سیاں ڈاکخانہ ماہوں ضلع جالندھر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۸/۲۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے ۔ ایک مکان خام کوٹھی قیمتی ۵۰۰/- جس کے نصف حصہ کا میں مالک ہوں اس جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں اسکے علاوہ میر الگذارہ سالانہ آمدنی کی صورت میں ہے جو مبلغ ۲۰۰/- روپیہ ہے اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں کمی بیشی کی اطلاع دیتا رہونگا ۔ میرے مرنیکے بعد جس قدر جائیداد اسکے علاوہ ثابت ہوگی اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔ العبد :۔ نور احمد موصی ۔ گواہ شد :۔ غلام محمد بیر سیاں ۔ گواہ شد ۔ چوہدری خورشید احمد انسپکٹر وصایا ؛

نمبر ۹۳۸۶ ۔ منکہ اللہ دتہ دھایا ولد چوہدری زبردست صاحب قوم جٹ باجوہ پیشہ زمیندارہ عمر ۵۰ سال بیعت ۱۹۴۳ء ساکن بھاگووال ڈاکخانہ خاص ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۹/۲۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے ۔ اراضی تعدادی ۱۲ کنال باشرکت غیرے ہے قیمت ۱۰۰۰/- روپیہ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں ۔ آئندہ جو جائیداد پیدا کرونگا اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا ۔ میرے مرنیکے بعد جس قدر جائیداد ثابت ہوگی اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔ العبد :۔ اللہ دتہ دھایا موصی نشان انگوٹھا ۔ گواہ شد :۔ اللہ رکھا بھاگووال نشان انگوٹھا ۔ گواہ شد :۔ چوہدری خورشید احمد انسپکٹر وصایا ؛

نمبر ۹۵۲۲ ۔ منکہ مولوی محمد زہدی فضلی ولد ذوالفضل قوم مغل پیشہ طالبعلم عمر ۲۲ سال بیعت پیدائشی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۶/۱/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔ اسوقت میری آمد ملغ ۴۰ روپے ماہوار ہے جو کہ بطور الاؤنس مجھے تحریک جدید کی طرف سے ملتا ہے میں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا ۔ اس وقت میں اپنی جائیداد کا اندازہ نہیں کر سکتا ۔ کیونکہ جائیداد اس وقت ہم بھائیوں کے درمیان تقسیم نہیں ہوئی ۔ تقسیم ہونے کے بعد میں اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دونگا ۔ نیز میرے مرنیکے بعد جس قدر جائیداد ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔ العبد :۔ محمد زہدی فضلی ۔ گواہ شد :۔ عبد الرحمن صدر قادیان ۔ گواہ شد :۔ (مفتی) محمد صادق ؛

نمبر ۹۵۲۱ ۔ منکہ سید محمد محسن شاہ ولد سید امام علی شاہ صاحب قوم سید زنجانی پیشہ ملازمت عمر ۲۹ سال بیعت ۱۹۳۰ء ساکن کالووالی سیداں ڈاکخانہ قلعہ صوبہ سنگھ ضلع سیالکوٹ حال ملازم آرڈیننس فیکٹری امرتسر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۱/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں

میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ اندازاً تین چار بیگھہ زمین ہے جس میں ہم چار بھائی حصہ دار ہیں اس میں سے میں اپنے حصہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر اسکے بعد کوئی جائیداد پیدا کروں یا میرے مرنے پر ثابت ہو تو اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میرا گذارہ اس جائیداد پر نہیں بلکہ ماہوار آمد پر ہے جو اس وقت ۱۰۵ روپے ماہوار ہے۔ اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں جو کہ ماہوار ادا کرتا رہوں گا۔ العبد: سید محمد حسین شاہ سپروائیزر آرڈیننس فیکٹری امرتسر۔ گواہ شد: ڈاکٹر ایم۔ اے عالم سیکرٹری امور عامہ گواہ شد: ملک محمد مستقیم ٹیکس انسپکٹر۔

نمبر ۹۸۲۰: منکہ محمد رفیق ولد چوہدری بابو خان صاحب قوم راجپوت پیشہ چھاپہ گر کپڑا عمر ۱۸ سال پیدائشی احمدی ساکن بنگہ ضلع جالندھر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴۴-۲-۲۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائیداد نہیں میرا گذارہ دکانداری پر ہے جس میں ہم تین کس یعنی والد صاحب اور برادر کلاں چھپائی کپڑے کا کام کرتے ہیں جسکی آمد غیر معین ہے جس میں سے میں اپنی آمدنی جو کہ قریباً پچیس روپے ہے اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں کمی بیشی آمد کی اطلاع دیتا رہوں گا نیز بوقت وفات جس قدر میرے حصہ کی جائیداد ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد: محمد رفیق موصی بقلم خود۔ گواہ شد: عطا محمد پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ بنگہ۔ گواہ شد: فضل دین سیکرٹری وصایا بنگہ۔

نمبر ۹۸۱۹: منکہ محمد رشید الدین ولد محمد عزیز الدین صاحب قوم راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۱۸ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴۴-۱-۱۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری اس وقت کوئی جائداد نہیں گذارہ ماہوار آمد پر ہے جو کہ مبلغ -/۲۰ ہے۔ میں اپنی ماہوار آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں ماہوار آمد کی کمی بیشی کی اطلاع دیتا رہونگا نیز میرے مرنے پر جو جائداد ثابت ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد: محمد رشید الدین موصی بقلم خود۔ گواہ شد: احمد علی اسسٹنٹ ماسٹر حال دار الفضل۔ گواہ شد: حکیم محمد الدین برادر موصی دار الرحمت۔

نمبر ۹۸۱۱: منکہ رفیق احمد ولد میاں عبدالرحیم صاحب قوم راجپوت پیشہ مزدوری عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن کھاجوں ڈاکخانہ بنگہ ضلع جالندھر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴۴-۲-۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائداد کوئی نہیں کیونکہ میرے والد صاحب زندہ ہیں میرا گذارہ ماہوار مزدوری پر ہے جو غیر معین ہے جو اندازاً پندرہ روپے ماہوار ہے اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ کمی بیشی کی اطلاع دیتا رہونگا میرے مرنیکے بعد جس قدر جائیداد ثابت ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ آئندہ جو جائیداد پیدا ہوگی اسکی اطلاع دیتا رہونگا۔ العبد: رفیق احمد موصی۔ گواہ شد: شریف احمد برادر موصی۔ گواہ شد: چوہدری خورشید احمد انسپکٹر وصایا۔

نمبر ۹۸۰۵ :- منکہ محمد یامین ندیم ولد چوہدری رحمت اللہ صاحب قوم راجپوت جنوال پیشہ ملازمت
عمر ۲۴ سال بیعت جولائی ۱۹۲۱ء ساکن حویلی حسن خاں جالندھر شہر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ
پہلے ۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ مکان پختہ ۲ عدد واقع حویلی حسن خاں
جالندھر شہر ان ہر دو مکانوں میں میری دو ہمشیرہ حصہ دار ہیں۔ ایک بھائی محمد یاسین صاحب دو والدہ صاحبہ یا
تم اپنے حصہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اسکے علاوہ میرا گذارہ ماہوار ملازمت پر ہے جو تنخواہ مع الاؤنس
-/۳۰ روپے ہے اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ کمی بیشی الاؤنس و تنخواہ کی اطلاع دیتا رہونگا۔
میرے مرنے کے بعد جس قدر جائیداد اسکے علاوہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان
ہوگی۔ العبد۔ محمد یامین ندیم حویلی حسن خاں جالندھر شہر۔ گواہ شد۔ عبدالحق راہمہ۔ گواہ شد:۔
چوہدری خورشید احمد انسپکٹر وصایا +

نمبر ۹۸۰۶ :- منکہ خواجہ محمود احمد ولد خواجہ محمد صدیق صاحب قوم کشمیری پیشہ تعلیم عمر ۱۹ سال
پیدائشی احمدی ساکن قادیان دار البرکات بقائمی ہوش و حواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۲ حسب ذیل
وصیت کرتا ہوں۔ میرے والد صاحب بفضل تعالیٰ زندہ ہیں اس لئے میری کوئی جائیداد نہیں۔ مجھے
اس وقت پندرہ روپے بطور جیب خرچ ملتے ہیں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر اسکے علاوہ کوئی
اور آمد ہوئی تو اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ کرتا رہونگا۔ وصیت میری جائیداد متروکہ پر بھی حاوی
ہوگی۔ العبد:۔ خواجہ محمود احمد سال سوئم رول ۱۵ تعلیم الاسلام کالج قادیان۔ گواہ شد:۔ عبدالرحمٰن ناصر
پروفیسر تعلیم الاسلام کالج قادیان۔ گواہ شد:۔ مشتاق احمد شاکر تعلیم الاسلام کالج قادیان +

نمبر ۹۸۱۰ :- منکہ ماسٹر حمید اللہ خاں ولد میاں سردار خاں صاحب قوم افغان پیشہ ملازمت
عمر ۳۴ سال بیعت ۱۹۲۰ء ساکن کرٹی افغاناں ڈاکخانہ بھٹیاں ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر
واکراہ آج بتاریخ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری تنخواہ اس وقت مبلغ -/۴۰ روپے چودہ روپے
الاؤنس کل -/۵۴ روپے ہے۔ میرے والد صاحب زندہ ہیں اسلئے جائداد کوئی نہیں۔ میں اپنی آمدنی کے ۱/۱۰
حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میری وفات کے بعد جو کچھ میری جائیداد ہوگی اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن
احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد۔ حمید اللہ خاں مولوی فاضل و منشی فاضل ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان
گواہ شد۔ ماسٹر محمد دین ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول۔ گواہ شد:۔ غلام مرتضیٰ بی ٹی آئی ہائی سکول قادیان +

نمبر ۹۷۵۱ :- منکہ عطری بی بی خاتون زوجہ جمعہ خاں صاحب قوم شیخ عمر ۳۰ سال پیدائشی احمدی
ساکن موضع ... نگریا ضلع کٹک صوبہ اڑیسہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۰

حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ زیورات طلائی قیمتی ۸۰۱/- روپیہ نقرئی سو تولہ دین مہر بذمہ خاوند ۵۰۰/- روپے۔ میں اسکے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر اس کے بعد کوئی جائیداد اور پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کار پرداز کو دیتی رہونگی۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنیکے وقت جس قدر میری جائیداد ہو اسکے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ الامۃ :- نشان انگوٹھا عطری بی خاتون موصیہ۔ گواہ شد :- محمد فرقان علی پریذیڈنٹ۔ گواہ شد :- محمد مکرم علی۔ گواہ شد :- مظفر علی۔ گواہ شد :- محمد شجاعت علی انسپکٹر بیت المال۔

نمبر ۸۰۸۹ :- منکہ سید محمد نمبردار ولد چوہدری فتح محمد نمبردار قوم جٹ پیشہ زمینداری عمر ۶۵ سال بیعت ۱۹۰۴ء ساکن گھٹیالیاں ڈاکخانہ خاص ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵/۱/۱۹۵۴ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اسوقت مندرجہ ذیل ہے۔ لے کنال مع بنجر وغیرہ واقعہ کوٹلی نتھو لہی قیمتی ۱۰۰۰/- ہے اور واقعہ موضع گھٹیالیاں کنال قیمتی ایکہزار روپیہ۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اگر میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد :- سید محمد ولد قدرداد نشان انگوٹھا۔ گواہ شد :- غلام قادر برادر موصی۔ گواہ شد :- چوہدری خورشید احمد انسپکٹر وصایا۔

نمبر ۱۰۹۵۸ :- منکہ اوصاف علی خان (کرنل) ولد خان محمد بہادر علی خان صاحب قوم افغان پیشہ فوجی ملازمت عمر ۶۲ سال بیعت ۱۹۰۹ء ساکن دہلی ۱۸ فیض بازار دریا گنج بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹/۱/۱۹۵۴ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت مندرجہ ذیل جائیداد ہے اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ (۱) چار مکان جن میں ایک فلیٹ اپنی رہائش کے لئے اور باقی کرایہ پر دیئے ہوئے دہلی میں ہیں۔ انکی قیمت اسی ہزار روپیہ ہے۔ (۲) دو رہائشی مکان مالیر کوٹلہ میں ہیں قیمتی دس ہزار روپیہ (۳) میرے پاس دس ہزار روپیہ کی مالیر کوٹلہ میں اراضی زرعی ہے۔ یہ تمام جائیداد ایک لاکھ روپیہ کی ہوتی ہے میں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت صدر انجمن احمدیہ قادیان کے حق میں کرتا ہوں جو کہ دس ہزار بنتے ہیں میں انشاء اللہ یہ رقم اپنی زندگی میں باقساط ادا کر دوں گا۔ اگر کچھ رقم اس میں سے ادا نہ کر سکا تو میری اولاد اس باقیماندہ رقم کو ادا کرنیکی ذمہ وار ہوگی۔ میں نے اپنے دونوں بیٹوں کے دستخط اس وصیت پر کرا دیئے ہیں۔ اگر میرے مرنے پر کوئی اور جائیداد نکلے تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد :- کرنل اوصاف علی خان۔ گواہ شد :- رشید احمد خان۔ گواہ شد :- مسعود احمد خان۔ گواہ شد :- مرزا منیر احمد

گواہ شد ۔ بشیر احمد ۔ نمبر ۹۸۱۵ ۔ منکہ شریف احمد ولد میاں عبدالرحیم صاحب قوم راجپوت پیشہ مزدوری عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن کھمب حوں ڈاکخانہ بنگہ ضلع جالندھر بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴۴/۱۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔ میری جائیداد کوئی نہیں ہے ۔ کیونکہ میرے والد صاحب بفضل خدا زندہ ہیں ۔ میرا گذارہ میری مزدوری پر ہے جو کہ مبلغ ۔/۱۲ روپے ماہوار ہے ۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں ۔ آئندہ جو جائیداد پیدا کروں یا میرے مرنے پر ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔ العبد ۔ شریف احمد موصی ۔ گواہ شد ۔ میاں عبدالرحیم والد موصی ۔ گواہ شد ۔ چوہدری خورشید احمد انسپکٹر دھاریا ۔ نمبر ۹۸۱۶ ۔ منکہ پینچی بی بی زوجہ چاند خان صاحب قوم پٹھان عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن موضع کیرنگ ضلع پوری صوبہ اڑیسہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴۴/۸/۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں ۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے ۔ زیور طلائی ۔/۶۰ زیورات نقرئی ۔/۶۰ مہر بذمہ خاوند ۔/۵۵۰ روپے ۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں ۔ اور اگر اسکے بعد کوئی جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز مرنے کے وقت جس قدر میری جائیداد ہو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ۔ گواہ شد :۔ آفتاب الدین ۔ الامۃ ۔ پینچی بی بی موصیہ نشان انگوٹھا ۔ گواہ شد ۔ شیخ محمد محسن ۔ نمبر ۹۸۱۷ ۔ منکہ سید فضل شاہ ولد رسول شاہ صاحب قوم سید پیشہ ملازمت عمر ۲۴ سال بیعت ۱۹۳۲ء ساکن چک ۱۱ ۔ سرگودھا بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴۴/۱۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔ میری اس وقت ماہوار آمد ۔/۶۰ روپے ہے اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں ۔ اس کے علاوہ میری کوئی اور جائیداد نہیں ہے اگر میں اپنی زندگی میں کوئی جائیداد پیدا کروں تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔ میری تنخواہ میں کوئی ترقی ہوئی تو اس کی اطلاع بھی دفتر بہشتی مقبرہ قادیان کو دیتا رہوں گا ۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی میری یہ وصیت حاوی ہوگی ۔ العبد ۔ فضل شاہ موصی ۔ گواہ شد ۔ محمد اسلام لائبریرین بلیماراں دہلی ۔ گواہ شد ۔ بشیر احمد مبلغ سلسلہ احمدیہ دہلی ۔ نمبر ۹۸۱۸ ۔ منکہ عبدالجبار ولد محمد محسن صاحب قوم اخوند پیشہ تعلیم عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن کوڈیل ڈاکخانہ شوپیاں ضلع اسلام آباد صوبہ کشمیر بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴۴/۱۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائیداد حسب ذیل ہے ۔ زمین زرعی ۵ کنال نا سنوریں ۔

زمین ۲۲ کنال اور رشی نگر میں ۲۸ کنال زرعی کل ۵۰ کنال جس میں ہم ۵ بھائی شامل ہیں۔ اس میں میرا ۱/۵ حصہ ہے۔ چھ درخت جن میں سے ۲ درخت سیب دو اخروٹ اور ۲ بادام میرے حصہ کے ہیں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میری آمد غیر معین ہے مَیں تا زیست اپنی آمد کا ۱/۱۰ ادا کرتا رہوں گا۔ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد۔ عبدالجبار ڈار بقلم خود۔ گواہ شد۔ عبدالواحد برادر خورد موصی گواہ شد۔ محمد سعید انسپکٹر بیت المال ✦

نمبر ۹۶۸ ۔ منکہ رقیہ بی بی زوجہ سلطان خان صاحب قوم پٹھان عمر ۴۲ سال پیدائشی احمدی ساکن موضع کیرنگ ضلع پوری صوبہ اڑیسہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۶/۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ زیورات طلائی ونقرئی ۵۰/- روپے مہر بذمہ خاوند ۷۰۰/- روپیہ مَیں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اگر اس کے بعد کوئی اور جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائیداد ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ الامتہ۔ رقیہ بی بی موصیہ نشان انگوٹھا۔ گواہ شد۔ اصغر علی خان۔ گواہ شد۔ سلطان خان خاوند موصیہ۔ گواہ شد۔ محمد شجاعت علی انسپکٹر بیت المال ✦

نمبر ۹۵۹ ۔ منکہ شیخ حکمت اللہ ولد شیخ قسمت اللہ صاحب قوم شیخ پیشہ زراعت عمر ۵۰ سال بیعت ۱۹۳۲ء ساکن وینگا پاڑا ڈاکخانہ بھرتپور ضلع مرشد آباد بنگال بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۱/۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ زمین ۲۳ بیگھہ ۹ کاٹھا زمین کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اگر اس کے بعد کوئی اور جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع دیتا رہوں گا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میرے مرنے پر جس قدر میری جائیداد ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد۔ حکمت اللہ بزبان بنگلہ۔ گواہ شد۔ سید سعید احمد انسپکٹر بیت المال۔ گواہ شد۔ خوندکار عبدالحمید بھرتپور بنگال ✦

نمبر ۹۵۵ ۔ منکہ مریم بی بی زوجہ رحیم بخش صاحب قوم اراں عمر ۳۰ سال ساکن موضع فاضل واہ ڈاکخانہ چنی گوٹھ ضلع بہاولپور تحصیل احمد پور ملہ ریاست بہاولپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹/۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ زیورات طلائی ایک تولہ ایک ماشہ۔ زیور نقرئی ۲۶ تولہ دو عدد بیل قیمتی ۱۵۰/- روپیہ دو عدد گائے قیمتی ۱۵۰/- نقد ۱۰۰/- مَیں اس جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائیداد

ثابت ہو تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ: مریم بی بی موصیہ بقلم خود۔ گواہ شد: رحیم بخش خاوند موصیہ۔ گواہ شد: غلام احمد سیکرٹری جماعت احمدیہ مظفر گڑھ

نمبر ۹۶۱۔ منکہ محمد سعید شیخ ولد عمر دین شیخ قوم شیخ پیشہ زراعت عمر ۴۴ سالہ۔ بیعت سنہ ۱۹۰۳ء ساکن انگارپور ڈاکخانہ بھرتپور ضلع مرشد آباد صوبہ بنگال بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۶/۴ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ کل جائیداد ۔/۱۶۸۲ ڈیسمل زمین جس کی قیمت ۔/۵۰۰ روپیہ ہوگی اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اگر اس کے بعد کوئی اور جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنیکے وقت جس قدر میری جائیداد ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد: محمد سعید شیخ بحروف بنگالی۔ گواہ شد: سید سعید احمد عفی عنہ انسپکٹر بیت المال۔ گواہ شد: شیخ عبدالرحمٰن انگارپوری۔

نمبر ۹۸۱۔ منکہ ابو احمد محمد خاں مولوی فاضل ولد حکیم حافظ حکیم احمد خاں صاحب قوم بزدار پیشہ طبابت عمر ۵۵ سال بیعت سنہ ۱۹۰۸ء ساکن کوٹ قیصرانی ضلع ڈیرہ غازیخاں بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴/۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری زمین اندر پہاڑ بزدار کے قریباً اڑھائی کنال ہے۔ اور اوسط پندرہ روپیہ ماہوار۔ میں اس جائیداد اور آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد: ابو احمد محمد خاں مولوی فاضل کوٹ قیصرانی۔ گواہ شد: غلام یاسین انسپکٹر بیت المال۔ گواہ شد: محمد اکبر قیصرانی

نمبر ۹۴۶۔ منکہ عبدالحق ولد رکن دین قوم راجپوت عمر قریباً ستر سال تاریخ بیعت ۱۹۱۵ء ساکن مغلپورہ ضلع لاہور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳ اپریل ۱۹۱۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت قریباً دس روپیہ ماہوار آمد ہے۔ میں اکیلا آدمی ہوں۔ نہ ہی میری کوئی اولاد ہے اور نہ ہی میری کوئی جائیداد ہے۔ صرف ۔/۶۰ روپے نقد موجود ہیں۔ میں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میں تادم زیست اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ ماہوار ادا کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے بعد اگر کوئی جائیداد ثابت ہو تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد: (چوہدری) عبدالحق بقلم خود۔

گواہ شد: حنیف احمد ناصر متعلم خود کلرک دفتر پرائیویٹ سیکرٹری۔ گواہ شد: چوہدری محمد سعید اللہ صاحب
کلرک دفتر نظارت اعلیٰ ٭ نمبر ۹۶۰۳ ۔ منکہ خوندکار عبد الحمید ولد حافظ طیب اللہ صاحب
قوم صدیقی پیشہ ملازمت و زراعت عمر ۴۳ سال بیعت ۱۹۲۵ء ساکن بھرتپور ضلع مرشد آباد
بنگال بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۱/۶/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری
موروثی جائیداد جو اس وقت میرے قبضہ میں ہے اس کی تفصیل درج ذیل کی جاتی ہے۔ زمین
۸/۱۰ ۵۶ الوسیل اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر اسکے بعد کوئی اور جائیداد پیدا کروں تو اسکی
اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ ماہوار آمد ۱۰۱/۴ روپے
ہے میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔
میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی
العبد: خوندکار عبد الحمید بھرتپور شمالی۔ گواہ شد: سید سعید احمد انسپکٹر بیت المال۔ گواہ شد:
محمد سعید شیخ انگارپور بنگال ٭ نمبر ۹۰۹۶ ۔ منکہ کلیم شمیم حسین ولد خواجہ فیض الحسن صاحب
قوم انصاری پیشہ حکمت عمر ۳۲ سال بیعت ۱۹۲۶ء ساکن وزیرآباد ڈاکخانہ خاص ضلع گوجرانوالہ
بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۷/۹/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد
کچھ قصبہ کیرانہ ضلع مظفرنگر یوپی میں مشترکہ برادران ہے جس کا مجھے صحیح علم نہیں ہے۔ میرا ارادہ
ہے کہ وطن جاکر اسے فروخت کر دوں۔ چونکہ سکونت پنجاب میں رہی ہے اور پیدائش بھی اسی صوبہ
کی ہے اسلئے مجھے اس جائیداد کا صحیح علم نہیں ہے۔ اس وقت میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو
اندازاً ۶۰ روپے ماہوار ہے۔ آئندہ جو جائیداد پیدا کروں گا اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو
دیتا رہوں گا۔ میں اپنی جائیداد اور آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میرے مرنے پر جس قدر
جائیداد ثابت ہوگی اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد: شمیم حسین حکیم
وزیرآباد۔ گواہ شد: نثار احمد واقف زندگی۔ گواہ شد: خورشید احمد انسپکٹر وصایا ٭
نمبر ۹۵۷۶ ۔ منکہ عطاء محمد ولد حسین بخش صاحب قوم جٹ ملاح پیشہ زمینداری عمر ۲۶ سال
بیعت ۱۹۳۶ء ساکن میانی نانو ڈاکخانہ ککے کے ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ
آج بتاریخ ۱۲/۹/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد کوئی نہیں کیونکہ میرے والد صاحب
زندہ ہیں۔ میری آمدنی قریباً دس من گندم سالانہ تمام ہے جو بطور مزارعہ کے طور پر ملتی ہے اسکے
۱/۱۰ حصہ کی وصیت بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ آئندہ جو جائیداد پیدا کروں گا اسکی اطلاع

مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے بعد جس قدر جائیداد اسکے علاوہ ثابت ہوگی اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ عطاء محمد موصی نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ بہرہ سیکرٹری مال میادی تانو نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ چوہدری خورشید احمد انسپکٹر وصایا۔

نمبر [illegible]:۔ منکہ شیخ غلام محمد ولد شیخ خدا بخش صاحب قوم شیخ پیشہ بیکار عمر ۱۶ سال بیعت ۱۹۲۱ء ساکن اندرون یکی دروازہ لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵۳/۴/۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائیداد نہیں مبلغ ۴۰۰/- نقد میرے پاس موجود ہے جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی جائیداد پیدا کروں تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میرے مرنے پر جس قدر جائیداد اس کے علاوہ ثابت ہوگی۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میرا خرچ میرے بچے جو ابھی احمدی نہیں ہیں برداشت کرتے ہیں۔ العبد:۔ شیخ غلام محمد موصی بقلم خود۔ گواہ شد:۔ حافظ عبد السمیع مبلغ امرو ہی حال دارالانوار قادیان۔ گواہ شد:۔ ڈاکٹر محمد عبد اللہ احمدی یکی دروازہ لاہور۔

نمبر ۹۸۵:۔ منکہ شریف احمد ولد چوہدری نذیر احمد صاحب قوم جٹ پیشہ زمیندارہ عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن بھنگواں ڈاکخانہ گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵۳/۴/۲۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں۔ البتہ مجھے میرے والد صاحب کی طرف سے دس روپے ماہوار جیب خرچ ملتا ہے میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اگر کوئی جائیداد اسکے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ شریف احمد موصی۔ گواہ شد:۔ نذیر احمد والد موصی۔ گواہ شد:۔ شاہ محمد بھنگواں۔

نمبر ۹۸۵:۔ منکہ سعید اللہ خاں ولد حبیب اللہ خاں صاحب قوم پٹھان پیشہ تعلیم عمر ۱۵ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵۳/۴/۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ والد صاحب زندہ ہیں لہذا میری کوئی جائیداد نہیں۔ میں واقف زندگی ہوں مجھے تحریک جدید کی طرف سے مبلغ ۲۵ روپے ماہوار ملتے ہیں۔ اس آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ کمی بیشی کی اطلاع دیتا رہوں گا۔ اس کے علاوہ اگر میری کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ سعید اللہ خاں واقف زندگی۔ گواہ شد:۔ جلال دین کارکن نظارت امور عامہ۔ گواہ شد:۔ محمد یوسف

مجوزہ بہشتی مقبرہ ◆ **نمبر ۹۸۵۵** ۔ منکہ صلاح الدین احمد ولد عصمت اللہ خاں قوم جٹ ہنڈل پیشہ واقف زندگی عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن بہلول پور چک ۱۲۷ رکھ برانچ ڈاکخانہ خاص ضلع لائلپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے کیونکہ میرے والد صاحب حیات ہیں ۔ میرا صرف اس وقت گزارہ موجودہ آمدنی پر ہے ۔ جو مجھے تحریک جدید کی طرف سے بصورت گزارہ ملتے ہیں ۔ جو مبلغ ۵۰/- روپے ہے ۔ میں وصیت کرتا ہوں کہ اپنی آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ماہوار ادا کرتا رہونگا ۔ اسکے علاوہ جو میری جائیداد یا آمدنی ہوگی اس کی اطلاع صدر انجمن احمدیہ قادیان کو وقتاً فوقتاً دیتا رہوں گا ۔ نیز میری وفات کے بعد جو میرا ترکہ ثابت ہوگا اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔ العبد ۔ صلاح الدین احمد بی ۔ اے واقف زندگی بحروف انگریزی ۔ گواہ شد ۔ عبد المالک بحروف انگریزی چک ۱۲۷ ا ب ۔ گواہ شد ۔ محمد اسلم ساکن چونڈہ ضلع سیالکوٹ ◆ **نمبر ۹۸۵۸** ۔ منکہ کیپٹن عزیز احمد چوہدری ولد چوہدری عبد المالک خاں صاحب قوم جٹ پیشہ ملازمت عمر ۲۶ سال پیدائشی احمدی ساکن بہلول پور چک ۱۲۷ ا ب ڈاکخانہ خاص ضلع لائلپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں اس وقت میری ماہوار آمد مبلغ ۹۰/- روپے ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا ۔ اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا ۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی ۔ نیز میرے مرنیکے وقت میرا جس قدر ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔ العبد ۔ عزیز احمد کیپٹن 6 III (INT) H.Q 4 Sind Area Poona گواہ شد ۔ محمد اسلم چوہدری ساکن چونڈہ ضلع سیالکوٹ ماموں موصی ۔ گواہ شد ۔ عبد المالک بحروف انگریزی والد موصی ◆ **نمبر ۹۸۵۹** ۔ منکہ پیر عبد الرشید ولد پیر محمد حنیف صاحب قوم شیخ پیشہ ملازمت عمر ۳۰ سال بیعت اکتوبر ۱۹۱۸ء ساکن ڈیرہ دون صوبہ یوپی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائیداد حسب ذیل ہے جسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں ۔ دکان پختہ ایک عدد ایک مکان پختہ دکان میں ہم تین بھائی ہیں ۔ ہمشیرگان حصہ دار ہیں جن میں میرا حصہ (جو کہ اس دکان کی قیمت موجودہ نو ہزار روپیہ) دو ہزار کا ہے اور مکان پختہ میں ۱/۲ حصہ ہے جسکی قیمت دو ہزار روپیہ ہے ۔ یعنی کل جائیداد جو میرے حصہ میں ہے اسکی قیمت تین ہزار روپیہ بنتی ہے اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں ۔ اسکے علاوہ میری ماہوار آمد ... ہے اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں ۔ نیز میرے مرنیکے بعد اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ

ماھنامہ

ریویو آف ریلیجنز

اردو

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

جلد ۳۶ | ماہِ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۶۶ھ مطابق ماہ اپریل سنہ ۱۹۴۷ء | عدد ۴

فہرستِ مضامین

جزیرہ سسلی میں اسلام کا دوبارہ داخلہ

اندلس اور صقلیہ دو ایسے مُلک ہیں، جنہیں اسلامی تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اندلس وہ مُلک ہے، جہاں مغرب میں فتوحات حاصل کرتے کرتے بالآخر اسلامی عسا کرنے جا کر دم لیا تھا، اور جہاں سات آٹھ سو سال تک مسلمان بڑی شان سے حکومت کرتے رہے۔ اور صقلیہ وہ مُلک ہے، جسے کسی وقت مسلمانوں کی بڑی زبردست بحری طاقت کا درجہ حاصل تھا، اور جس پر قریباً اڑھائی سو سال تک باقاعدہ اسلامی حکومت قائم رہی۔

اندلس کو اب سپین، اور صقلیہ کو سسلی کہتے ہیں۔ اور یہ دونوں مُلک جن میں مسلمانوں کی گذشتہ عظمت کے بڑے بڑے آثار پائے جاتے ہیں، اب مسلمانوں کے وجود سے یکسر خالی ہیں۔ یہ کس قدر حسرتناک امر ہے کہ جو ممالک اسلامی علوم اور تمدن و تہذیب کا گہوارہ تھے، اور جہاں ان کی بڑی بڑی یونیورسٹیاں قائم تھیں، جن سے سارے یورپ میں علم کی روشنی پھیلی، ان میں آج اسلام محض گذشتہ زمانہ کا قصہ اور افسانہ بن کر رہ گیا ہے۔

اپنے پہلو میں ایک زندہ اور دردمند دل رکھنے والا مسلمان اِن حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، اور اِن ممالک سے اسلامی تعلق کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا، بلکہ ان کا ذکر آنے پر وہ فوراً چونک پڑتا اور اپنے دل میں جذبات کے تلاطم کا بے پناہ

سمندر موجزن پاتا ہے۔

اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے زمانہ میں جو مسیح موعود کے ذریعہ مقدر تھی یہ ضروری تھا، کہ ان تمام ممالک سے جہاں کسی وقت اسلام پہنچا تھا لیکن پھر مسلمانوں کی بدقسمتی سے وہ اسلام سے بے تعلق ہو چکے تھے، دوبارہ تعلقات قائم کئے جاتے، اور وہاں پھر سے اسلامی جھنڈا گاڑا جاتا۔ سو خدا تعالیٰ نے سیدنا حضرت المصلح الموعود امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ آپ نے جہاں اور بہت سے مشرقی اور مغربی ممالک میں مبلغین اسلام روانہ فرمائے، وہاں سپین اور سسلی کے لئے بھی مجاہدین کے دو گروپ متعین فرمائے۔ سپین کا گروپ چوہدری کرم الٰہی صاحب ظفر اور مولوی محمد اسحٰق صاحب فاضل ساقی پر مشتمل ہے، اور سسلی کے گروپ میں مولوی محمد عثمان صاحب فاضل اور مولوی محمد ابراہیم صاحب خلیل ہیں۔ ان مبلغین کو بھیجنے میں کیا جذبہ کار فرما تھا، اس کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے ایک مجلس میں فرمایا:۔

"اندلس میں مسلمانوں کو جو شان و شوکت حاصل تھی، اور پھر اس کے بعد جو سلوک وہاں کے مسلمانوں سے کیا گیا۔ اسی طرح صقلیہ میں مسلمانوں کا جو رعب و دبدبہ تھا، اور اس کے بعد جس طرح انہیں وہاں سے نکالا گیا، جب میں نے یہ حالات تاریخوں میں پڑھے، تو میں نے عزم کیا تھا، کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی، تو میں ان علاقوں میں اسلام و احمدیت کی اشاعت کے لئے مبلغین بھجواؤں گا، جو اسلام کو دوبارہ ان علاقوں میں غالب کریں، اور اسلام کا جھنڈا دوبارہ ان ملکوں میں گاڑ دیں۔"

(الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۴۶ء)

یہ وہ پاکیزہ عزم اور ارادہ ہے، جس کی تکمیل کے لئے ان دونوں ممالک میں کام شروع کیا گیا تھا۔ ہمارے مبلغین کو ان ممالک میں پہنچے ابھی پورا ایک سال بھی نہیں ہؤا، مگر اللہ تعالےٰ نے ان کی مخلصانہ کوششوں کو نوازنا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ اس وقت تک جو رپورٹیں آئی ہیں، وہ بڑی حوصلہ افزا ہیں۔ اس رسالہ کے شروع میں جو فوٹو درج ہے، اس میں ہمارے مبلغین سسلی وہاں کے نَو مسلموں کے ایک گروہ کے درمیان کھڑے ہیں۔ یہ پہلی ماہ بیعت کا فوٹو ہے۔ اس کے بعد وہاں کی جماعت میں مزید ترقی کی اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ اللہ تعالےٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمارے مجاہد بھائیوں کا حافظ و ناصر ہو، اور ان کی مساعی میں برکت ڈالے، تا وہ دن جلد آئے جب اسلام کی عظمتِ رفتہ دوبارہ ان ممالک میں قائم ہو۔

ہماری کوششیں نہایت حقیر ہیں۔ مگر ہمارا خدا بڑا قادر ہے۔ ان حقیر کوششوں کے وہ شاندار نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ مادی سامانوں پر نگاہ رکھنے والوں کو تو شاید ہمارے اسلام کو دوبارہ غالب کرنے کے یہ ارادے مضحکہ خیز دکھائی دیں، مگر ہمیں خدا تعالیٰ کی قدرتوں پر پورا ایمان ہے، اور ہمیں یہ یقین ہے کہ جس طرح اُس نے ابتداءِ اسلام میں مسلمانوں کو بے سرو سامانی کے باوجود عظیم الشان کامیابیاں عطا فرمائی تھیں، اور زمین و آسمان کو ان کی حمایت میں کھڑا کر دیا تھا، اسی طرح اب بھی وہ معجزانہ رنگ میں ہمارے لئے آسانیاں پیدا کر دے گا اور ہمارے یہ عزائم انشاء اللہ پورے ہو کر رہیں گے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

ایک مدت سے تھا کفر اسلام کو کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

ختمِ نبوت کے متعلق جماعت احمدیہ کا نقطۂ نگاہ

بزرگانِ اُمّت کے ارشادات

ایک زمانہ وہ تھا جب غیر احمدی علماء جماعت احمدیہ سے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی وفات کے موضوع پر مباحثات و مناظرات کرتے تھے، اور اسی پر احمدیت کی صداقت و عدم صداقت کا انحصار سمجھا جاتا تھا کہ قرآن مجید و احادیث سے وفات مسیح علیہ السلام کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ مگر اب یہ مسئلہ اتنا صاف ہو چکا ہے کہ بڑے بڑے علماء نے بھی جماعت احمدیہ کے مسلک کی صحت کو تسلیم کر لیا ہے، اور وہ قرآن مجید کی روشنی میں وفاتِ مسیح کے قائل ہو گئے ہیں۔ مثال کے طور پر علماءِ ازہر کی مجلسِ افتاء کے بہت بڑے رکن علامہ محمود شلتوت کے فتویٰ[1] کا ذکر کافی ہے۔ جس میں انہوں نے صاف اور واضح الفاظ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش کردہ دلائل وفاتِ مسیح علیہ السلام کی حرف بحرف تائید کی ہے۔

ہندوستان کے علماء کا عام رویہ بھی اب یہی ہے کہ وہ اِس موضوع پر

[1] یہ فتویٰ مع اردو ترجمہ کے دفتر "ریویو" اُردو سے بحساب ۳ نئے پیسے فی رسالہ مل سکتا ہے۔

آیت سے ظاہر ہے کہ کئی نبی جو حضرت موسےٰ علیہ السلام کے بعد ہوئے کوئی نئی شریعت نہیں لائے تھے۔ بلکہ موسوی شریعت یعنی توریت کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔

یہ دونوں قسم کی نبوتیں (یعنی خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے خدا تعالےٰ کی طرف سے براہِ راست بغیر کسی گذشتہ نبی کے واسطہ اور طفیل کی شرط کے ملا کرتی تھیں لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے ان دونوں قسموں کی نبوتوں کا دروازہ بند ہوگیا۔ اور ایک تیسری قسم کی نبوت کا دروازہ کھولا گیا جو غیر تشریعی ظلی نبوت ہے یعنی ایسی نبوت جو نہ تو شریعت والی ہے اور نہ براہِ راست ملنے والی۔ بلکہ غیر تشریعی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ و طفیل اور فیضان سے ملنے والی نبوت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (سورۃ نساء ع) یعنی جو اطاعت کرینگے اللہ اور اس رسول (یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کی تو یہ لوگ ان میں سے ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین میں سے اور اچھے ہیں یہ لوگ رفیق۔

اس آیت شریفہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف ایسی نبوت کے جاری ہونے کا ذکر ہے جو حضور کی پیروی و اطاعت میں حضور کے وسیلہ و طفیل سے ملنے والی ہے۔ نئی شریعت والی نبوت تو اس لئے بند ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے قرآن مجید کے ذریعہ شریعت مکمل فرمادی ہے۔ اور غیر تشریعی نبوت جو براہ راست ملتی تھی اس لئے بند ہے کہ خاتم النبیینؐ کے بعد ایسا نبی کوئی نہیں آسکتا جو بغیر آپؐ کے وسیلہ وطفیل کے نبوت پانے والا ہو۔ اور یہی ختم نبوت کا حقیقی مفہوم ہے جس سے تمام انبیاء ومرسلین علیہم السلام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبۂ عالی کی برتری وفضیلت کا اظہار ہوتا ہے۔

پہلی قسم کی نبوت یعنی نبوتِ تشریعی کے متعلق تو ہمارا اور ہمارے غیر احمدی بھائیوں کا اتفاق ہے کہ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد قطعی طور پر بند ہے لیکن دوسری اور تیسری قسم کی نبوت کے متعلق اختلاف ہے۔ اُن کے نزدیک دوسری قسم کی نبوت جاری ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ آئندہ کسی وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے والے ہیں جو غیر تشریعی نبی ہونگے۔ لیکن ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ایسی غیر تشریعی نبوت بھی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ وطفیل سے نہ ملی ہو اُسی طرح بند ہے جیسی کہ تشریعی نبوت۔ اور جیسا کہ حضورؐ کے بعد کوئی تشریعی نبی نہیں آسکتا اسی طرح ایسا غیر تشریعی نبی بھی نہیں آسکتا جس نے نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ وطفیل سے نہیں بلکہ براہِ راست پائی ہو۔ ہاں تیسری قسم کی نبوت جس میں یہ دو شرطیں ہیں کہ (۱) وہ بغیر شریعت کے ہو۔ اور (۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی واطاعت میں آپؐ کے وسیلہ وطفیل سے ملے، جاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے قائل نہیں۔ کیونکہ اُن کو نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے بعد آپؐ کے وسیلہ وطفیل سے نہیں ملی، بلکہ آپؐ سے چھ سو برس پہلے براہِ راست مل چکی تھی۔ اور حدیثوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے لئے جو ایک مسیح کے آنے کی خبر دی ہے اور جسے حضورؐ نے مُسلم شریف

کی روایت کے مطابق نبی اللہ قرار دیا ہے، اس سے حضرت مسیح موسوی مراد نہیں بلکہ اسی اُمّت کا ایک فردِ کامل مراد ہے۔ اور اس کی نبوت یہی تیسری قسم کی نبوت ہے۔ کیا یہ تعجب کا مقام نہیں کہ ایک طرف تو ہمارے غیر احمدی بھائی یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، اور دوسری طرف ایک مستقل نبی (حضرت عیسےٰ علیہ السلام) کی آمد کے قائل ہیں جن کی نبوت حضورؐ کے وسیلہ سے نہیں بلکہ براہِ راست تھی۔ اور باوجود اس کے یہ خیال کرتے ہیں کہ اس عقیدہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ لیکن اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی نبوت بند ہے سوائے اس کے جو حضورؐ کی کامل متابعت و اطاعت میں حضورؐ کے وسیلہ و طفیل سے ملے تو ہمارے متعلق یہ فتویٰ صادر کر دیتے ہیں کہ یہ لوگ نعوذ باللہ حضور علیہ السلام کی ختم نبوت کے منکر ہیں۔ کاش وہ خدا ترسی کے ساتھ غور کریں کہ فی الحقیقت ختم نبوت کا انکار کس کے عقیدے سے لازم آتا ہے؟

افسوس ہے کہ مخالف حضرات کبھی تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف نبوتِ غیر تشریعیہ مستقلہ کا دعویٰ منسوب کرتے ہیں اور کبھی نبوتِ تشریعیہ حقیقیہ کا۔ بحالیکہ ان دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی نبوت کا بھی آپؑ نے کبھی دعویٰ نہیں کیا، بلکہ آپؑ کا عقیدہ ہے کہ نبوت کی یہ دونوں قسمیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے جاری تھیں حضورؐ کی تشریف آوری سے ختم ہو گئی ہیں، اور جو ان قسموں میں سے اب کسی قسم کی بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:۔

(۱) "نبوت گو بغیر شریعت ہو اس طرح پر تو منقطع ہے کہ کوئی شخص براہِ راست مقامِ نبوت حاصل کر سکے لیکن اس طرح پر ممتنع نہیں کہ

وہ نبوت چراغ نبوتِ محمدیہ سے مکتسب و مستفاض ہو۔ یعنی ایسا صاحب کمال ایک جہت سے تو اُمتی ہو اور دوسری جہت سے بوجہ اکتساب انوارِ محمدیہ نبوت کے کمالات بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔"

(۲) "آپ (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) اِن معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہیں، اور دوسرے یہ کہ آپ کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی ہے جو آپ کی اُمت سے باہر ہو۔"

(ضمیمہ چشمۂ معرفت ص۹)

(۳) "یہ الزام جو مجھ پر لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق نہیں رہتا اور جس کے یہ معنے ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعتِ اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلعم کی اقتداء اور متابعت سے باہر جاتا ہوں یہ الزام صحیح نہیں ہے، بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے۔"

(حضرت مرزا صاحبؑ کا مکتوب آخری مندرجہ اخبار عام لاہور مؤرخہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

(۴) "میری مراد نبوت سے یہ نہیں کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں، یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ میری مُراد نبوت سے صرف کثرت مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۸)

حضرت اقدسؑ کے اِن ارشادات سے واضح ہے کہ (۱) آپؑ کا دعویٰ

جیسا کہ مخالف آپؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں نبوتِ تشریعیہ یا نبوتِ غیر تشریعیہ مستقلہ کا نہیں، بلکہ نبوتِ غیر تشریعیہ ظلیہ کا یا یوں کہنا چاہئیے کہ اُمّتی نبی ہونیکا ہے۔ (۲) اور آپؑ کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیّین ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ایک تو تمام کمالاتِ نبوت آپؐ پر ختم ہو گئے ہیں، دوسرے آپؐ کے بعد ایسا نبی جو نئی شریعت لانے، اور نیا کلمہ اور نیا قبلہ پیش کرنے یا براہِ راست نبوت پانے کا دعویٰ کرنے والا ہو بے شک نہیں آسکتا۔ لیکن ایسا نبی جو پہلے آپؐ کا اُمّتی ہو، اور جس نے نبوت آپؐ کے وسیلہ و فیضان سے پائی ہو، آسکتا ہے۔

قرآن و حدیث کے علاوہ اکابر علماءِ اُمّت کے اقوال سے بھی حضرت اقدسؑ کے اِن ارشادات کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔ منجملہ ان کے ہم چند اقوال ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

۱۔ حضرت مولانا عبد الحی صاحبؒ فرنگی محلی لکھنوی تحریر فرماتے ہیں:۔

"علماءِ اہلِ سنت بھی اِس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عصر میں کوئی نبی صاحبِ شرع جدید نہیں ہوسکتا۔ اور نبوت آپؐ کی تمام مکلّفین کو شامل ہے۔ اور جو نبی آپؐ کے ہم عصر ہو گا وہ متبع شریعتِ محمدیہ ہو گا۔ پس بہر تقدیر بعثتِ محمدیہ عام ہے۔"

(دافع الوسواس فی عصر ابن عباس صہ ۳)

اور اِسی کتاب کے صہ ۱۲ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"کیونکہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا زمانہ میں آنحضرت صلعم کے مجرد کسی نبی کا ہونا محال نہیں، بلکہ صاحب شرع جدید ہونا البتہ ممتنع ہے۔"

۲:۔ حضرت مولانا محمد قاسمؒ نانوتوی بانیٔ مدرسہ دیوبند تحریر فرماتے ہیں:۔

"سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپؐ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپؐ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہلِ فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔" (تحذیر الناس صہ)

اور اسی کتاب کے صہ۲ پر تحریر فرماتے ہیں :-

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ؐ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔"

۳۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ شہید دہلوی فرماتے ہیں :-

"ہیچ کمال غیر از نبوتِ بالاصالت ختم نگردیدہ در مبدأ فیاض بخل و دریغ ممکن نیست۔" (مقاماتِ مظہری صہ)

یعنی سوائے نبوّت بالاصالت کے کوئی کمال ختم نہیں ہوا اور مبدأ فیاض میں بخل و دریغ جائز نہیں۔

۴۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں :-

"وَخُتِمَ بِهِ النَّبِيُّوْنَ اَيْ لَا يُوْجَدُ مَنْ يَّاْمُرُهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِالتَّشْرِيْعِ عَلَى النَّاسِ۔" (تفہیماتِ الٰہیہ صہ۵۳)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النّبیّین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کے بعد ایسا شخص نہیں ہو سکتا جسے خدا تعالےٰ شریعت دے کر لوگوں کیلئے مامور فرمائے۔

۵۔ حضرت امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ الیواقیت والجواہر جلد ۲ صہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

"وَقَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا رَسُوْلَ اَلْمُرَادُ بِهٖ لَا مُشَرِّعَ بَعْدِيْ۔"

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ حضور کے بعد کوئی شریعت لانے والا نبی نہ ہوگا۔

۶۔عارف ربانی سید عبدالکریم جیلانی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:۔

"فَانْقَطَعَ حُکْمُ نُبُوَّةِ التَّشْرِيْعِ بَعْدَهٗ وَكَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ" (الانسان الکامل باب ۳۶)

یعنی نبوت تشریعی کا حکم بند ہو چکا ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔

۷۔شیخ محی الدین ابن عربی نے اپنی کتاب فتوحات مکیہ میں مختلف مقامات پر اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی ہے۔چنانچہ جلد ۲ صفحہ ۳ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اِنَّ النُّبُوَّةَ الَّتِيْ انْقَطَعَتْ بِوُجُوْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هِيَ نُبُوَّةُ التَّشْرِيْعِ لَا مَقَامُهَا فَلَا شَرْعٌ يَكُوْنُ نَاسِخًا لِشَرْعِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَزِيْدُ فِيْ شَرْعِهٖ حُكْمًا وَهٰذَا مَعْنٰى قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ اَيْ لَا نَبِيَّ يَكُوْنُ عَلٰى شَرْعٍ يُخَالِفُ شَرْعِيْ بَلْ اِذَا كَانَ يَكُوْنُ تَحْتَ حُكْمِ شَرِيْعَتِيْ وَلَا رَسُوْلَ اَيْ لَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ اِلٰى اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ بِشَرْعٍ يَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ فَهٰذَا هُوَ الَّذِيْ انْقَطَعَ وَسُدَّ بَابُهٗ لَا مَقَامُ النُّبُوَّةِ۔"

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے جو نبوت بند ہوئی ہے وہ تشریعی نبوت ہے نہ کہ مقام نبوت۔پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرنیوالی یا اس میں کسی قسم کی ایزادی کرنیوالی کوئی شریعت نہ ہوگی۔اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بھی کہ میرے بعد نبوت اور رسالت بند ہوگئی اور میرے بعد اب نبی اور رسول نہ ہوگا یہی مطلب ہے یعنی کوئی ایسا نبی نہ ہوگا جو میری شریعت کے مخالف ہو۔بلکہ جب ہوگا میری شریعت کے ماتحت ہوگا۔

اسی طرح کوئی ایسا رسول نہ ہوگا جو نئی شریعت کیطرف لوگوں کو دعوت دے پس نبوت کے منقطع ہونے اور اس کے دروازے بند ہونے کے یہ معنے ہیں نہ یہ کہ مقام نبوت اب کسی کو مل نہیں سکتا۔

۸۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

"قُوْلُوْا اِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ"

(درمنثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴ و تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵)

یعنی آنحضرت صلعم کو خاتم الانبیاء تو بیشک کہو لیکن یہ نہ کہو کہ حضورؐ کے بعد نبی نہیں۔

۹۔ امام محمد طاہر سندھی اپنی کتاب تکملہ مجمع البحار میں حضرت عائشہؓ کے اس قول کو درج کرکے تحریر فرماتے ہیں:

"هٰذَا نَاظِرٌ اِلٰی نُزُوْلِ عِیْسٰی وَهٰذَا اَیْضًا لَا یُنَافِیْ حَدِیْثَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ لِاَنَّهٗ اَرَادَ لَا نَبِیَّ یَنْسِخُ شَرْعَهٗ۔"

یعنی ام المومنین حضرت عائشہؓ کا یہ قول مسیح موعود نبی اللہ کی آمد کو مدنظر رکھ کر فرمایا گیا ہے۔ اور حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے مخالف نہیں۔ کیونکہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد ایسا نبی نہ ہوگا جو حضورؐ کی شریعت کو منسوخ کر دے۔

۱۰۔ ابن ماجہ کتاب الجنائز میں جو صحاح ستہ میں حدیث کی بڑی معتبر کتاب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مندرجہ ذیل روایت آئی ہے حضورؐ نے اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پر فرمایا۔ لَوْ عَاشَ (اِبْرَاهِیْمُ) لَکَانَ نَبِیًّا۔ یعنی اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔ اس حدیث کو صحیح ثابت کرنے کے بعد مشہور محدث مُلا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب موضوعات کبیر صفحہ ۵۸ و ۵۹ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"قُلْتُ مَعَ هٰذَا لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ وَصَارَ نَبِیًّا وَّکَذَا لَوْ صَارَ عُمَرُ نَبِیًّا لَکَانَ مِنْ اَتْبَاعِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔ ۔ ۔ فَلَا یُنَاقِضُ قَوْلَهٗ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ اِذِ الْمَعْنٰی اَنَّهٗ لَا یَاْتِیْ نَبِیٌّ یَنْسِخُ مِلَّتَهٗ وَلَمْ یَکُنْ مِنْ اُمَّتِهٖ"

یعنی میں کہتا ہوں اس کے ساتھ اگر ابراہیم زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے نیز اگر حضرت عمرؓ نبی

ہوجاتے تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین میں سے ہوتے . . . . پس یہ آیت خاتم النبیین کے مخالف نہیں کیونکہ خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپؐ کی امت سے نہ ہو۔

ہمارے مخالف علماء کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٔ نبوت کے خلاف عموماً آیت خاتم النبیین اور حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ پیش کی جاتی ہے۔ مگر مذکورہ بالا حوالجات سے یہ واضح ہوچکا ہے کہ ان سے مراد فقط یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریعی نبوت بند ہے اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مذہب ہے۔ درحقیقت بزرگانِ سلف میں سے کسی ایک مسلّم بزرگ کا بھی کوئی ایسا قول پیش نہیں کیا جاسکتا جس میں آنحضرتؐ کے بعد نبوّتِ غیر تشریعی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ملے بند قرار دی گئی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف تو یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد نبی نہ ہوگا اور دوسری طرف مسیح موعود کی آمد کی بشارت دیتے ہوئے اُسے چار دفعہ نبی اللہ کہہ کر پکارا (دیکھو مسلم شریف باب نزول عیسےٰ) ان دونوں قسم کی احادیث کی تطبیق کرتے ہوئے علماءِ سلف اِسی نتیجہ پر پہنچے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے بند ہونے سے مُراد یہ ہے کہ حضورؐ کے بعد تشریعی نبوّت بند ہے۔ اور مسیح موعود چونکہ آپؐ کی شریعت کا خادم ہوگا اس لئے اس کی نبوت نہ آیت خاتم النبیین کے منافی ہے اور نہ حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے مخالف۔ پس اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اِس عقیدہ کی وجہ سے کُفر کا فتویٰ لگانا درست ہے تو اس کی زد سے بزرگانِ سلف بھی بچ نہیں سکتے[1] +

---

[1] یہ مضمون اختصار کے ساتھ ٹریکٹ کی صورت میں مکتبہ احمدیہ قادیان نے الگ شائع کیا ہے۔ چار روپے سینکڑہ کے حساب سے طلب کیا جاسکتا ہے +

اصحاب مسیح موعود علیہ السلام

حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب (سابق جگت سنگھ)

(مرتبہ جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے قادیان)

آپ سردار چندا سنگھ جٹ ڈھلوں ساکن سرسنگھ، تھانہ کھالڑہ، تحصیل قصور ضلع لاہور کے ہاں اندازاً ۱۸۷۳ء میں پیدا ہوئے۔ مقام پیدائش ٹھیک طور سے معلوم نہیں۔ موضع سرسنگھ مذکور میں یا چھاؤنی دیولی نزد جے پور میں پیدا ہوئے، جہاں آپ کے والد فوج (رسالہ) میں دفعدار تھے۔ جب سردار چندا سنگھ ڈیوٹی پر نہ ہوتے تو کثرت سے شراب پیتے اور صبح تک مدہوش پڑے رہتے تھے۔ حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب کی عمر اُس وقت آٹھ نو سال کی ہوگی۔ آپ بھی اصرار سے شراب مانگ کر پیتے تھے۔ بلکہ اس کے بعد اپنے وطن سرسنگھ میں تیرہ چودہ سال کی عمر میں خود ہی شراب کشید بھی کرنے لگے۔ لیکن جب آپ نے رسالہ کی ملازمت اختیار کی تو شراب نوشی ترک کر دی۔ آپ نے اُردو مڈل پاس کر کے وظیفہ حاصل کیا، اور رنگ محل مشن سکول لاہور کی سپیشل کلاس میں پڑھنے کی کوشش کی لیکن دِل پڑھائی کی طرف نہ لگا۔ والد کے رسالہ میں ملازم ہونے کی وجہ سے آپ کے دل میں بھی رسالہ کی نوکری کا خیال بزور گدگدی کرتا تھا۔ آپ نے والد کی خدمت میں لکھا کہ پڑھنا مشکل معلوم ہوتا ہے آپ اجازت دیں میں رسالہ ہی کی نوکری اختیار کروں گا۔ اجازت تو انہوں نے دی لیکن بادلِ ناخواستہ۔ کیونکہ انہیں تعلیم دلوانے کا

ازحد شوق تھا۔

آپ کی والدہ صاحبہ جب آپ کی عمر چھ سات سال کی تھی تو چھاؤنی دیولی میں وفات پاگئیں سائیں تو وہ بھائی جی کے بچپن میں ہی فوت ہوگئیں، دوسرے آپ اپنے اقلاب سے اسلام قبول کر لینے کی وجہ سے جُدا ہو گئے، اس لئے کبھی والدہ کا ذکر نہ ہونے کے باعث اب بھائی جی کو اُن کا نام بھی یاد نہیں رہا۔

آپ ۱۸۹۲ء میں رسالہ نمبر ۲ ایس ملتان میں ملازم ہوئے لیکن پھر یہ رسالہ سیالکوٹ چھاؤنی میں تبدیل ہوگیا۔ بچپن میں "رسوم ہند"[۱] کتاب میں آپ نے انبیاءؑ کا باب پڑھا تھا اور اُس وقت ہی سے آپ کے دل میں ان بزرگ ہستیوں کے متعلق گہرا عقیدتمندانہ اثر پیدا ہو گیا تھا۔ حالات پڑھ کر آپ کی یہ رائے ہو گئی تھی کہ یہ لوگ بڑے اچھے ہیں۔ ہمارے زمانہ میں بھی کوئی ایسا بزرگ پیدا ہوا، تو مَیں اُسے ضرور مان لوں گا۔

چھاؤنی میں سردار سُندر سنگھ صاحب کے ساتھ ۱۸۹۳ء میں آپ کی نشست و برخاست شروع ہوئی۔ سردار صاحب دھرمکوٹ بگّہ ضلع گورداسپور کے رئیس تھے۔ اور بھائی جی کے تین چار سال بعد احمدی ہوئے تھے۔ اور اُن کا نام فضل حق رکھا گیا تھا۔ آبائی مذہب سکھ ہونے کی وجہ سے بھائی جی کے دل میں اسلام سے کچھ بُغض ہی تھا، لیکن سردار صاحب کی صحبت سے اسلام کی تعلیمات کی تحقیق کا شوق دامنگیر ہوا۔ سردار فضل حق صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کی وجہ سے اسلام سے محبت رکھتے تھے۔ اور اکثر دلائل توحید جو اُن کے دل میں گھر کئے ہوئے تھے بھائی جی کو سُناتے رہتے تھے۔ بھائی جی نے لاہور کے تعلیمی زمانہ میں اکثر عیسائی

[۱] بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی کے حالات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اِسی کتاب نے اُن کے دل میں اسلام کا بیج بویا تھا۔ (مرتب)

اور ہندو لیکچراروں کی تقریریں سُنی تھیں، اور یہ بات آپ کے ذہن میں راسخ ہو گئی تھی کہ انسان کو اپنے ہی مذہب پر قائم رہنا چاہیئے۔ ہندو، مسلمان، عیسائی، سکھ غرض سب اپنے اپنے مذہب کی تعریف کرتے ہیں۔ اور قصّوں کے رنگ میں ہر گذشتہ زمانہ میں ہر مذہب میں بزرگوں کے پائے جانے کا پتہ چلتا ہے۔ لیکن اب کونسا مذہب سچا ہے اور کس کا تعلق خدا تعالےٰ سے ہے؟ ہر مذہب کے ماننے والے اپنے مذہب کے متعلق یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ اب کوئی کس کی بات سُنے اور کس کی نہ سُنے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ نے سردار فضل حق صاحب کے دلائل سے عاجز اور لاجواب ہو کر پیچھا چھوڑانے کے لئے کہا کہ ہر مذہب میں اُن کے نبیوں اور اوتاروں کی معجزانہ زندگی کی روایات پائی جاتی ہیں۔ اسلام میں اگر اب کوئی خدا تعالےٰ کے ساتھ ہمکلامی کا شرف رکھتا ہو تو البتہ اسلام کی فوقیت دیگر مذاہب پر تسلیم کی جا سکتی ہے۔ سردار صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام اور پتہ بتایا، اور کہا کہ وہ صاحب الہام و کشف ہیں، اور ان کی پیشگوئیاں پوری ہوتی ہیں۔ یہ سُن کر بھائی جی کے دل سے اسلام کا بُغض کم ہونے لگا، بلکہ ایک گونہ اُلفت پیدا ہونے لگی۔

آپ کو اپنی تین سالہ ملازمت میں پہلی بار ۱۸۹۴ء میں رخصت دو ماہ کی ملی، تو آپ سیدھے قادیان پہنچے۔ پانچ چھ دن قیام کیا۔ کھانا ایک ہندو کے ہاں کھاتے تھے۔ آپ نے یہاں دردِ دل سے دُعا کی کہ الٰہی! اگر اسلام میں ہی تیری رضا مندی حاصل ہو سکتی ہے، تو تُو مجھے اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اسی اثنا میں آپ کے دل میں یہ خیال زور سے پیدا ہوُا کہ حضرت مرزا صاحبؑ سے کوئی تعلق پیدا کر لیں تو بہتر ہو گا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّلؓ سے آپ نے دریافت کیا کہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ مَیں حضرت صاحبؑ کی بیعت کر لوں، مگر بالفعل سکھ مذہب ہی میں رہوں۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے فرمایا، یہ نئی بات ہے حضرت اقدسؑ سے دریافت کر کے بتا سکوں گا۔ چنانچہ حضرت

مولوی صاحبؓ نے دریافت کیا، تو حضرتؑ نے فرمایا کہ ہاں ہم ان کی بیعت لے لینگے۔ اس کے بعد ایک روز نماز ظہر کے بعد احباب کو الگ کیا گیا، اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھائی جی کی بیعت لی۔ بیعت اسی طرح لی گئی جس طرح مسلمانوں سے احمدی ہوتے وقت لی جاتی تھی۔ اس کے بعد حضرتؑ نے دُعا کی اور فرمایا کہ کوشش میں رہیں تا کامل سعادت حاصل ہو۔ بھائی جی نے پھر دُعا کے لئے درخواست کی، اور اپنے وطن موضع تُرسنگھ چلے گئے وہاں مسلمان دوستوں سے ساری نماز مع عملی حصہ کے سیکھ لی۔ صبح آپ اسلامی طریق پر طہارت کر کے اکثر بالالتزام دھرمسالہ میں بیٹھ کر کلمہ طیبہ، درود شریف اور لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بطور ورد پڑھتے رہتے۔

رخصت ختم ہونے پر آپ ملازمت پر حاضر ہوئے۔ اسلام کی محبت تیز سے تیز تر ہونے لگی ——— انہی ایام میں آپ نے حضرتؑ کی خدمت میں لکھا، کہ سیالکوٹ میں آپ کے کوئی باعمل مُرید ہوں، تو اُن کے نام وغیرہ سے مطلع فرمائیں۔ حضورؑ نے جواباً لکھوایا، کہ مولوی عبد الکریم صاحب باعمل عالم ہمارے دوست ہیں، آپ اُن سے ملیں۔ ایک اتوار کے روز آپ شہر سیالکوٹ میں پھر پھرا کر پتہ کرتے رہے۔ کریم بخش کا پتہ تو ملا، لیکن عبد الکریم کا پتہ نہ ملا۔ بعد میں کسی طرح آپؑ کا پتہ چلا کہ دراصل مولوی عبد الکریم صاحبؓ ہی کا نام پہلے کریم بخش تھا۔ آپ نے حضرت مولوی صاحبؓ سے اپنا حال بیان کیا، اور درس قرآن مجید کا وقت دریافت کیا۔ جس دن نوکری اجازت دیتی، آپ ضرور درس میں شریک ہو کر قرآن مجید سُنتے اور استفادہ کرتے۔ ایک دن درس میں مولوی صاحبؓ نے بیان کیا، کہ اوقاتِ نماز کو افسر کے ڈر سے پیچھے ڈال دینا بھی ایک قسم کا شرک ہے۔ شرک کرتے ہوئے نجات مشکل ہے۔ اس بات کا بھائی جی کے دل پر بہت اثر ہؤا، اور یہ جلدی آپ کی رہبری کا موجب ہؤا۔ آپ کے

ہم مذہب افسر و غیر افسر احباب نے درس سے روکنا شروع کیا، اور "مسلمان ہو گئے، مسلمان ہو گئے" کے آوازے کسنے لگے۔ آخر قائم مقام سردار ٹروپ نے آپ کو جبراً روک دیا۔ اس سے کچھ پہلے دوپہر کو آپ نے خواب دیکھا کہ آپ اندھے ہو گئے ہیں۔ گھبرا کر بیدار ہوئے۔ خواب نے پریشان کیا۔ حضرتؑ کی خدمت میں لکھا۔ جواب آیا کہ استغفار بہت کرو۔ روحانی آنکھ کا صدمہ مراد ہے۔

بالآخر سردار ٹروپ کو دوسرے ساتھیوں نے کہا کہ بھائی جی جھٹکا نہیں کھاتے علانیہ اسلامی شعار کو پسند کرتے ہیں، بلکہ سکھ مذہب کی مذمت بھی کرتے ہیں، اور دوسرے ہم عمروں کو بھی پھسلاتے ہیں۔ سردار صاحب نے جھٹکا پکوایا اور اپنے سامنے کھانے کے لئے پیش کیا۔ نفع نقصان پر غور کرنے کی بہت کچھ تلقین کی، اور ترقی کے وعدے دیکر سبز باغ بھی خوب دکھائے۔ سردار سندر سنگھ صاحب مذکور نے نوکراً ہتاً ایک بوٹی کھالی، لیکن بھائی جی اٹھ کر چلے آئے۔ سردار ٹروپ اس پر سخت ناراض ہو گیا۔ ایک اور شخص ہیرا سنگھ سوار نے بھائی جی کو سمجھایا اور نصیحت کی کہ کل کے بچے ہو ترقی پر ترقی مل رہی ہے، کیوں لچھمی ماتا (دولت) کو لات مارتے ہو۔ اگر تم ایسا ہی کرو گے تو تین سال کے بعد میں ضرور تمہارا ابتر حال دیکھوں گا۔ سردار ٹروپ کے ساتھ دو بدو کچھ باتیں ہوئیں لیکن ان کا پارہ چڑھتا ہی گیا۔

ایک طرف یہ حالت تھی۔ دوسری طرف یہ کہ آپ کے مشن سکول سے آنے کے نو دس دن بعد آپ کے والد وفات پا گئے تھے۔ بھائی جی کا ایک اور بھائی بھی تھا۔ دونو بھائیوں کو زمیندارہ کا کام نہیں آتا تھا۔ اب صرف اردو مڈل تک تعلیم کی وجہ سے کوئی معقول ملازمت ملنی بھی مشکل نظر آتی تھی، اس لئے لے دے کر معاش کا بہترین واحد ذریعہ رسالہ کی ملازمت ہی نظر آتی تھی جسے چھوڑنا اور نئے دور میں قدم بڑھانا آپ بالکل ہی ناپسند کرتے تھے۔ تین سال کی ملازمت میں آپ لیس دفعدار ہو گئے

تھے۔ ٹروپ (Troop) میں تلوار کا انعام بھی پایا۔ چاند ماری میں ٹروپ میں اوّل بھی رہے۔ بہ سبب خواندہ ہونے کے پیسے دفعداری کا کام بھی مل گیا تھا۔ پھر شادی شدہ بھی تھے۔ یہ سب باتیں کوئی معمولی روک نہ تھیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سردار ٹروپ کا یہ وعدہ تھا کہ عنقریب چھ ماہ بعد تم دفعدار بنا دیئے جاؤ گے۔ اسلام کا خیال چھوڑ دو، مَیں اس ترقی کا ذمہ لیتا ہوں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہوا۔ اور یہ سب روکیں آپ کے دل سے اسلام کی محبت کو دُور نہ کرسکیں۔

اس عرصہ میں آپ نے حضورؑ کی کتب توضیح مرام اور فتح اسلام پڑھیں۔ اور دوسرے چوتھے مرزا محمد اشرف صاحب سابق محاسب صدر انجمن احمدیہ کے والد منشی جلال الدین صاحب سے ملتے رہے جو رسالہ میں میر منشی تھے۔ منشی صاحب کی رقتِ قلب اور تقویٰ اور حضورؑ کی باتوں کے سُنانے سے آپ بہت متأثر ہوئے۔ آپ یہاں چُھپ چُھپ کر کبھی نماز پڑھ لیتے تھے اور ذکرِ الٰہی کرتے تھے۔ آپ نے حضرتؑ کی خدمت میں لکھا کہ کیا مَیں یہیں رہوں اور بعض اسلامی شعار بجا لاؤں تو میری نجات ہو جائے گی۔ حضورؑ نے تحریر فرمایا کہ نہیں ایسا نہیں ہوسکتا اس طرح کامل اسلام نصیب نہ ہوگا۔ یہ خیال کرکے کہ کب تک چُھپ چُھپ کر رضاءِ الٰہی طلب کریں گے، رمضان کے روزے آپ کچھ رکھ رہے تھے آپ نے ۷ مارچ ۱۸۹۵ء کو استعفےٰ دیا اور لنگے روز قادیان پہنچ گئے۔ بال کٹوائے اور نہائے، کلمۂ توحید پڑھا، اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کا نام عبد الرحیم رکھا۔ اور حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کے سپرد آپ کی تعلیم و تربیت کا کام کیا اور ہر طرح سے خیال رکھنے کی بھی تاکید فرمائی۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے صرف و نحو، معانی، منطق، ادبِ عربی اور صحاحِ ستّہ پر عبور کر وا دیا، اور طبِ مروجہ بھی اچھی طرح سکھا دی۔ اور حضرتؑ کی تاکید پر پُوری طرح عمل کیا۔ حضرت مولوی صاحبؓ جب دوسری بار چھ ماہ

کے لئے مالیر کوٹلہ حضرت نواب صاحبؓ کے پاس تشریف لے گئے تو بھائی جی نے آپ کو لکھا کہ یہاں میری تعلیم کا انتظام نہیں ہے کیا آپ کے پاس آجاؤں؟ اس پر آپؓ نے بلا لیا تھا۔ غالباً ۱۸۹۵ء یا ۱۸۹۶ء کی بات ہے، خاکی شاہ جو عیسائیوں سے مسلمان ہوئے تھے اور خاکسار کے تایا حکیم غلام محمد صاحبؓ اور بھائی جی آپؓ سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ نواب صاحبؓ آپؓ سے قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ حکیم محمد زمان صاحبؓ بھی آپؓ سے پڑھا کرتے تھے۔

ایک دفعہ بھائی جی کو خیال آیا کہ مولوی فاضل کا امتحان دیدیں تو آپ نے خواب دیکھا کہ کسی شخص نے زمین کو ہل چلا کر بہت عمدہ بنا لیا ہے اور اس شخص کو میں کہتا ہوں کہ میں نے بھی لکڑی کا ٹکڑا (سنگ) اس میں بونے کا ارادہ کیا ہے۔ اس خواب کا مطلب واضح تھا کہ آپ کا یہ عمل بے نتیجہ ہوگا۔ اسلئے آپ نے یہ خیال چھوڑ دیا حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ بھی اس ارادہ کو ناپسند فرماتے تھے۔

قرآن مجید با ترجمہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے ختم کرایا۔ قریباً ۲۹ سال مدرسہ ہائی سکول قادیان میں بطور معلم دینیات کے اور نواب محمد علی خاں صاحبؓ کے بچوں کی تعلیم پر گذارے کہ اب آپ پنشن پر ریٹائر ہو چکے ہیں۔

ملازمت ترک کر کے قادیان آنے کے بعد آپ کے تایا اور خسر اور کچھ اور ساتھی ۱۸۹۵ء میں قادیان آئے تا آپ کو واپس لے جائیں۔ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے موضع سیکھواں چلا جانے کا مشورہ دیا۔ آپ وہاں چلے گئے۔ وہ سب وہاں پہنچے۔ وہاں کے سکھوں نے کہا، سمجھانے بجھانے سے کام نہیں بنے گا، اسے سونٹوں سے درست کرو۔ مولوی امام الدین و مولوی خیرالدین صاحبان سیکھوانی نے کہا اس طرح کرو گے تو پہلے ہمیں قتل کرو گے پھر ان پر ہاتھ ڈال سکو گے۔ بھائی جی نے کہا کہ مجھے ساتھ لے جانے سے کیا فائدہ؟ جوان ہوں، ملازم تھا، سوچ سمجھ کر مذہب تبدیل کیا ہے۔ اگر آپ ساتھ لے گئے تو میں پھر یہیں آجاؤں گا۔ تایا عقلمند تھے واپس چلے گئے، اور بھائی جی قادیان

واپس لوٹ آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھائی جی کے سیکھواں جانے کا علم ہوا تو آپؑ نے دریافت فرمایا سیکھواں کیوں گئے تھے؟ عرض کیا حضرت مولوی صاحبؓ کے مشورہ سے گیا تھا۔ فرمایا یہ غلطی تھی قادیان دارالامن ہے اس سے بڑھکر اور کس جگہ امن ہو سکتا ہے۔

تایا اور خسر سے جب وہ بھائی جی کو سمجھانے آئے تھے تو آپ نے وطن جانے کا وعدہ کیا تھا۔ اس کے مطابق آپ وہاں گئے۔ خسر مخالف تھا۔ آپ کی اہلیہ سکھ تھی۔ اس سے ابھی کوئی اولاد نہ ہوئی تھی۔ آپ کچھ عرصہ ٹھہر کر واپس آ گئے۔ اس پر خاندان والوں نے اپنے طریق کے مطابق اسکی کسی اور جگہ شادی کر دی لیکن وہ چند ماہ بعد فوت ہو گئی۔ ایکدفعہ آپ کے بھائی ڈاکٹر لابھ سنگھ صاحب وٹرنری اسسٹنٹ سرجن بھی آپ کو سمجھانے آئے تھے۔ قریباً بیس سال قبل راقم الحروف وطن سے واپسی پر امرتسر سٹیشن پر گاڑی کے انتظار میں تھا، بعض غیر احمدیوں سے مذہبی گفتگو ہونے لگی تو ایک سکھ جس نے اپنا نام ڈاکٹر لابھ سنگھ بتایا، مجھے کہا کہ میرے بھائی کو میرا پیغام دینا کہ میں فلاں جگہ جا رہا ہوں، واپسی پر قادیان آؤنگا۔ میں نے کہا میں سکھوں سے واقف نہیں۔ اس نے بھائی جی کا نام لیا اور کہا کہ وہ میرے بھائی ہیں۔ پھر مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ قادیان میں جو شخص ایک دفعہ جاتا ہے پھر وہاں سے نہیں نکلتا۔ میرا بھائی بھی وہاں پھنسا ہوا ہے۔ ڈاکٹر لابھ سنگھ صاحب اولاد تھے، اب فوت ہو چکے ہیں۔

آپ کو رسالہ سے سبکدوش ہونے پر پونے تین صد روپیہ ملا تھا جو آپ نے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے پاس جمع کرا دیا تھا۔ جس میں سے حدیث بخاری اور کتب طب وغیرہ خریدی گئیں۔ جب روپیہ ختم ہونے پر آیا تو بھائی جی نے پچاس روپے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بطور نذر بھیجے، لیکن حضورؑ نے اسلئے واپس کر دیئے کہ ان کی اپنی ضروریات میں ہی خرچ ہوں۔ (باقی آئندہ)

ہندوستان میں

تاریخِ تبلیغ اسلام

(از جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی)

گذشتہ سے پیوستہ

یہ نامہ پڑھتے ہی حجاج کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اُس نے فوراً دربارِ خلافت سے سندھ پر فوج کشی کی اجازت مانگی اور سارا واقعہ لکھ بھیجا۔ اجازت آجانے پر اُس نے عبداللہ اسلمی نام ایک شخص کو کچھ فوج دیکر سندھ روانہ کیا۔ لیکن یہ شخص عین میدانِ جنگ میں مارا گیا اور مسلمانوں کو شکست ہوگئی۔

اب حجاج کے غصہ کی انتہا نہ رہی اُس نے دوبارہ ایک بہادر شخص بدیل نامی کو تین ہزار فوج کے ساتھ سندھ پر حملہ کا حکم دیا۔ راجہ داہر کا بیٹا جےسیہ اس کے مقابل پر آیا۔ بدیل کا گھوڑا ہاتھیوں سے ڈر کر بھاگا جس کی وجہ سے سپہ سالار گھوڑے پر قائم نہ رہ سکا اور نیچے گر پڑا۔ نیچے گرتے ہی دشمنوں نے آلیا اور قتل کر ڈالا۔ اِس مرتبہ بھی مسلمانوں کو شکست ہوئی۔

حجاج اُن آدمیوں میں سے نہ تھا جو ایک دو مرتبہ کی ناکامیوں سے ہمت ہار بیٹھتے ہیں بلکہ دوسری مرتبہ کی شکست سے اُس کے عزم اور ارادہ میں اور زیادہ استحکام پیدا ہوگیا۔ اُس نے فوراً پھر دربارِ خلافت کو عریضہ بھیجا اور مزید فوج کشی کی اجازت مانگی۔ ولید نے لکھا کہ "سندھ بالکل ایک دوسرا ملک ہے اور ہماری پہنچ سے بہت دُور

ہم نہ آسانی سے وہاں کمک پہنچا سکتے ہیں۔ نہ باقاعدگی کے ساتھ سامانِ جنگ بھیج سکتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ہمیں وہاں دو مرتبہ شکست ہو چکی ہے۔ جس میں ہمارے آدمیوں کا بھی کافی نقصان ہوا اور سامانِ حرب بھی بہت ضائع ہو گیا۔ اب سہ بارہ اگر فوج تیار کی جائے تو اس میں بہت زیادہ رقم خرچ ہو جائے گی اور پھر بھی امید نہیں کہ کامیابی ہو۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ اگر اس مہم کا ارادہ فی الحال ترک کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔ مناسب وقت آنے پر دیکھا جائے گا"

جب یہ خلافتی توقیع حکم حجاج کے پاس پہنچا۔ تو وہ بڑا پریشان ہوا اور اس نے پھر دربارِ خلافت کو عریضہ لکھا کہ "حضور نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے بالکل درست ہے۔ مگر اس امر پر بھی تو غور فرمائیں کہ چند بیکس مسلمان عورتیں اور چند معصوم بچے جو راجہ داہر کی قید میں ہیں ان کو کس طرح دشمن کے رحم پر چھوڑا جا سکتا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اگر ایک مسلمان بھی کہیں قید ہو تو ساری سلطنت کی طاقت اس کے آزاد کرنے میں لگا دیں اور اس وقت تک آرام سے نہ بیٹھیں جب تک کہ اس کو آزاد نہ کرا لیں۔ پس یہ بات کس طرح ہو سکتی ہے کہ مسلمان اپنے بھائیوں کے لئے صبر کر کے بیٹھ رہیں اور ان کو کافروں کی قید میں چھوڑ دیں۔ نہ مسلمان کی غیرت اور حمیت اس کو گوارا کر سکتی ہے اور نہ سلطنت کا وقار اس طرح قائم رہ سکتا ہے۔ سو میں نہایت عاجزی کے ساتھ خدمتِ عالی میں عرض کرتا ہوں کہ حضور اپنے فیصلہ پر نظر ثانی فرمائیں اور مجھے اجازت بخشیں کہ میں اپنے چچازاد بھائی اور داماد محمد بن قاسم کو اس مہم کا سرگروہ بنا کر سندھ روانہ کروں۔ اس کی عمر اگرچہ ابھی صرف سترہ ہی برس کی ہے مگر بہادری، ہوشیاری، معاملہ فہمی اور فوج کی کمان کرنے میں شاید ہی کوئی آدمی اس کے برابر کا ہو۔ مجھے قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور اس کے ہاتھ پر ہمیں فتح عطا فرمائیگا۔ اور وہ ناکام واپس نہیں آئے گا۔

رہ گیا خرچ کا سوال، تو میں حضور کی خدمت میں ادب کیساتھ یہ عرض کروں گا کہ جتنا خرچ اِس مہم میں اُٹھے اُس سے دوچند رقم میں فوراً خزانہ عامرہ میں داخل کرنے کیلئے تیار ہوں۔ مجھے امید ہے کہ میری عرضداشت شرفِ قبولیت حاصل کریگی۔ اور حضور عالی بخوشی خاطر مہم کی منظوری دیکر بیکس بیواؤں اور یتیم بچوں کی دُعائیں لینگے۔ جو نہ معلوم کس حال میں دشمن کے ہاں قید ہیں۔"

یہ عرضی پڑھ کر ولید نے حجاج کو فوج کشی کی اجازت دیدی۔ اور ملک شام کے بہادروں میں سے چھ ہزار سپاہ اُس کے پاس بھجوادی جو ہر طرح سامانِ جنگ سے آراستہ تھی۔

جب یہ سپاہ حجاج کے پاس پہنچ گئی تو اس نے جمعہ کے دن بہت کچھ خیرات کرنے اور لمبی دُعا مانگنے کے بعد محمدؐ بن قاسم کی زیر سرکردگی اِس فوج کو ہندوستان پر حملہ کرنے کیلئے روانہ کر دیا۔ چلتے وقت سالارِ فوج اور سارے لشکر کو ہدایت کی کہ "ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہنا۔ نہایت صبر کے ساتھ کام کرنا۔ ہمیشہ کشادہ جگہ میں اُترنا۔ ہاتھیوں کی فوج تم پر حملہ کرے تو نہایت استقلال کے ساتھ جم کر اُن پر تیر برسانا۔"

محمدؐ بن قاسم عراق سے چل کر مکران میں ٹھہرتا ہوا سب سے پہلے سندھ کے شہر ارمن بلیہ (ارمابیل) پر حملہ آور ہوا۔ اور اُسے فتح کرنے کے بعد دیبل (ٹھٹھہ) کی طرف بڑھا۔ جہاں عرب تاجروں کے اہل و عیال قید تھے۔ اتنے میں حجاج کا نامہ ملا کہ :-

"جب تم سوادِ دیبل میں پہنچو تو دشمن سے نہایت خبردار رہو۔ بارہ گز چوڑی اور چھ گز گہری خندق اپنے گرد کھود لو۔ تاکہ رات کے وقت امن سے سو سکو۔ تلاوت قرآن کریم بہت کیا کرو۔ دُعائیں بیحد مانگتے رہو۔ کیونکہ فتح لشکر او طاقت سے نہیں ہوگی بلکہ دُعا سے ہوگی۔ خداوند کریم کا ذکر ہر وقت ہر شخص کی زبان پر جاری رہے۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ بہت زیادہ پڑھتے رہا کرو۔

اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ و ناصر ہو۔"

جب محمدؐ بن قاسم دیبل کے سامنے پہنچا تو اُس نے خندق کھودی اور باقاعدہ طور پر منجنیقیں نصب کر دیں جنکو وہ کشتیوں میں اپنے ہمراہ لایا تھا۔ انہی میں عروسک نامی خاص ولید بن عبدالملک کی منجنیق تھی جس کو پانچسو آدمی کھینچتے تھے۔ اُس زمانہ کی حالتِ باربرداری کو دیکھتے ہوئے تعجب ہوتا ہے کہ اِس قدر بیحد بھاری بھاری آلاتِ حرب کشتیوں پر کس طرح لاد کر لائے ہوں گے۔

دیبل کے باشندوں نے شہر کے دروازے بند کر لیئے۔ شہر کے سب سے بڑے مندر کے عظیم الشان گنبد پر ایک بہت بڑا جھنڈا لگا ہؤا تھا۔ اسے کھول دیا گیا تو وہ سارے شہر پر لہرانے لگا۔ اہلِ شہر نے سات دن تک جان توڑ کر مقابلہ کیا۔ آٹھویں دن ایک عجیب واقعہ ہؤا۔ ایک برہمن لشکرِ اسلام کے پاس پھرتا ہؤا پایا گیا۔ فوراً گرفتار کر کے سپہ سالار کے حضور پیش کیا گیا۔ وہ کہنے لگا "مَیں تو خود ارادۃً آیا ہوں۔ اگر مجھے اور میرے اہل و عیال اور میرے جملہ مال و منال کو امان دینے کا وعدہ کرو تو ایسی ترکیب بتلاؤں کہ شہر فوراً فتح ہو جائے۔"

محمدؐ بن قاسم نے کہا "ہاں بتاؤ۔ اور تمھیں امن ہے۔"

برہمن اپنی قوم اور مُلک کا بڑا ہی بدخواہ تھا۔ کہنے لگا "اگر تم اِس لہراتے ہوئے جھنڈے کو منجنیق سے اُڑا دینے میں کامیاب ہو سکو تو فوراً سارے اہلِ شہر اور فوج کے دل ٹوٹ جائیں گے اور عام بھاگڑ پڑ جائیگی۔ پھر قلعہ تمہارا ہے فصیل پر سیڑھیاں لگا کر چڑھ جانا اور شہر فتح کر لینا۔"

محمدؐ بن قاسم نے آلاتِ حرب کے سردار جعونہ منجنیقی کی طرف دیکھا۔ اور کہا "بولو کیا ارادہ ہے۔ اگر تم نے یہ کام کر دیا تو دس ہزار درہم انعام دوں گا۔"

جعونہ نے ادب کے ساتھ عرض کیا "یہ کونسا بڑا کام ہے مَیں اِس کا ذمہ لیتا ہوں۔ اگر

جھنڈے کو نہ اُڑا سکا تو سپہ سالار میرے ہاتھ کٹوا دیں۔"

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ایک اور برہمن آیا اور کہنے لگا "قسمت پلٹ چکی۔ نصیب اُلٹ گیا۔ ہماری بادشاہی ختم ہوئی۔ مَیں نے ابھی فال دیکھی تھی۔ اس میں یہی نکلا کہ سندھ ہی پر نہیں عنقریب سارے ہندوستان پر مسلمان پھیل جائیں گے۔ اسلئے مَیں خفیہ طور سے پہلے ہی آ گیا ہوں تاکہ اپنی عقیدت اور اطاعت کا اظہار کر دوں۔ مجھے حکم دیجئے کہ واپس جا کر مسلمان قیدیوں کو آزادی کی خوشخبری سناؤں جس کا وقت قریب آ گیا ہے۔"

بوڑھے برہمن کی یہ خوشامد بھری باتیں سُن کر نوجوان سپہ سالار ہنسا اور کہنے لگا ہاں پنڈت جی! بے شک آپ جائیے اور میری طرف سے میرے قیدی بھائیوں کو امن اور آزادی کی خوشخبری سُنا دیجئے۔ انشاء اللہ کل ہم قلعہ کو فتح کر لیں گے۔

دوسرے دن جعونہ نے اپنی منجنیق درست کر کے لگا دی۔ اور ایک ہی نشانہ میں جھنڈے کو اُڑا دیا۔ فوجِ اسلام نے نہایت زور سے اللہ اکبر کا نعرۂ مسرت بلند کیا۔ جھنڈے کے گرتے ہی کفار میں کھلبلی پڑ گئی اور شہر کے لوگ سراسیمہ ہو کر ادھر اُدھر بھاگنے لگے۔ فصیلِ شہر پر ہندوؤں کی جو فوج متعین تھی وہ بھی گھبرا گئی۔ اس سے زیادہ عمدہ موقع حملہ کا اور کونسا ہو سکتا تھا فوجِ اسلام کے دو بہادر حزیمہ کوفی اور عجل بصری بغیر ایک لمحہ ضائع کئے فوراً سیڑھیاں لگا کر نہایت بے جگری کیساتھ دیوارِ شہر پر چڑھ گئے اور وہاں سے تلواریں ہاتھ میں لئے اندر کو دپڑے لڑتے بھڑتے مارتے اور قتل کرتے دروازۂ شہر پناہ تک پہنچ گئے اور بڑی پھرتی کیساتھ آگے بڑھ کر اُسے کھول دیا۔

دروازہ کھلنے کی دیر تھی کہ فوجِ اسلام جو تیار کھڑی تھی گھس پڑی۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ بے شمار آدمی قتل ہوئے اور شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

جھنڈے والے بڑے مندر میں سات سو عورتیں مورتی اور مندر کی خدمت کے لئے

مقرر تھیں۔ پجاریوں نے جب دیکھا کہ شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہونے والا ہے تو مندر کا دروازہ مضبوطی سے بند کر چیتا روشن کی اور سب عورتوں کو آگ میں جھونک دینا چاہا۔ سپہ سالار کو بھی پتہ لگ گیا۔ وہ تیر کی طرح آیا۔ اور دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوگیا۔ اس طرح اس کی پھرتی نے سات سو قیمتی جانوں کو اگن دیوتا کی بھینٹ ہونے سے بچا لیا۔ اور پجاری دانت پیس کر رہ گئے۔

اب محمد بن قاسم قید خانہ کی طرف متوجہ ہوا۔ سارے مسلمان قیدی آزاد ہو چکے تھے۔ سپہ سالار اُن سے مل کر نہایت خوش ہوا۔ ہر ایک کو تسلی اور تشفی دی۔ اور کہا "مصیبت کا زمانہ ختم ہوا۔ اب تم اپنے بھائیوں میں ہو۔ صرف تمہیں آزاد کرانے کی خاطر اور تمہارے دشمن سے انتقام لینے کے لئے فوجِ اسلام نے صعوبات سفر برداشت کئے۔ اپنے ہزاروں آدمیوں کو شہید کرایا۔ اور سلطنت نے اتنا عظیم الشان بار اخراجات کا اُٹھایا۔ الحمد للہ کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور تمہیں آزاد کرا لیا۔ اب عنقریب راجہ داہر کا سر بھی دار الخلافہ دمشق کو روانہ کر دیا جائے گا۔ اچھا اسلامی لشکر میں آرام کرو۔ اور ہمارے لئے دُعائیں کرتے رہو"

اس کے بعد داروغۂ قید خانہ کا معاملہ پیش ہوا۔ سپہ سالار نے حکم دیا کہ اس کی گردن ماری جائے۔ یہ داہر کا خاص آدمی ہے۔ اور اس نے ہمارے بھائیوں اور بہنوں کو بڑی تکلیفیں دی ہوں گی۔ داروغہ مارے خوف کے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ ترجمان کی معرفت بولا کہ "حضور! قیدیوں سے پوچھ لیں کہ میں نے اُن کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے؟ اگر وہ میری ذرا بھی شکایت کریں تو بے شک فوراً مجھے قتل کر ڈالا جائے۔ ورنہ ایک بے گناہ کا خون سر پر لینے سے کیا

فائدہ ہوگا"

قیدیوں نے متفقہ طور پر شہادت دی کہ "اس کا سلوک ہمارے ساتھ تمام زمانۂ قید میں نہایت ہی ہمدردانہ رہا ہے کیونکہ یہ نہایت عالم فاضل اور ادیب شخص ہے۔ فوراً اس بات کو سمجھ گیا تھا کہ مسلمان کسی طرح بھی اپنے قیدیوں کو آزاد کرائے بغیر چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ اور اگر میں نے ان کے ساتھ بُرا سلوک کیا تو فتح کے وقت سب سے زیادہ کم بختی میری ہی آئے گی۔ اس لئے اس نے کوئی دقیقہ ہمیں آرام پہنچانے کا باقی نہیں چھوڑا۔ اور سچ یہ ہے کہ ہم یہاں بالکل اپنے گھر کی طرح رہے۔ سوائے نگرانی کے اور کوئی تکلیف ہمیں اس عرصہ میں نہیں ہوئی۔ اس لئے یہ یقیناً اس بات کا مستحق ہے کہ اسے معاف کر دیا جائے۔"

محمدؐ بن قاسم نے داروغہ سے کہا "میں یہ سُنکر خوش ہوا اور اس خوشی میں تمہیں آزاد کرتا ہوں۔ جاؤ جہاں تمہارا جی چاہے چلے جاؤ۔"

عقلمند اور سمجھدار آدمی جان کر ترجمان کے ذریعہ محمدؐ بن قاسم نے بوڑھے برہمن کو تبلیغ کی اور اس کو اسلام کے محاسن اور بت پرستی کی بُرائیاں کھول کر بتائیں۔ جن پر غور کر کے اُس نے اسلام قبول کر لیا۔

مسلمان ہو جانے کے بعد محمدؐ بن قاسم نے اُسی کو دیبل کا حاکم بنا دیا۔ اور پھر راجہ داہر کی سرکوبی کے لیے وہاں سے روانہ ہوگیا۔ مگر روانہ ہونے سے قبل ایک مسجد اُس نے بیچ شہر میں سرکاری خرچ سے تعمیر کروائی اور اُس کے اخراجات کے لئے ایک گاؤں وقف کر دیا۔

محمدؐ بن قاسم ابھی دیبل ہی میں تھا کہ راجہ داہر کا خط ملا جس کا مضمون یہ تھا:۔

"فرمانروائے بحر و بر مہاراجہ داہر کی طرف سے مغرور اور متکبر

محمدؐ بن قاسم کے نام۔ جو نہایت ظالم، لٹیرا اور قاتل ہے۔ واضح ہو کہ تجھ سے قبل بھی دو آدمی اپنی فوج کے ساتھ ساحلِ ہند پر قدم رکھ کر ہلاک ہو چکے ہیں۔ اب تیری باری آئی ہے۔ دیبل کوئی مضبوط قلعہ نہ تھا صرف چند تاجر پیشہ لوگ وہاں آباد تھے۔ اُن پر عارضی کامیابی حاصل کر کے تیرا دماغ پھر گیا ہوگا۔ بہتر ہے کہ واپس جا۔ ورنہ میرا بیٹا جے سیہ تجھے پھونک کے رکھ دے گا۔ جے سیہ کے آستانہ پر ہندوستان کے سارے راجہ اپنی پیشانی رگڑتے ہیں۔ بڑے بڑے بہادر اس کے نام سے کانپتے ہیں۔ اُس کے فیل خانہ میں ایک سو ہاتھی ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ وہ خود سفید ہاتھی پر سوار ہوتا ہے جو دُنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ اس کے فیلانِ مست۔ کہ آگے عربی گھوڑوں کی کیا تاب و طاقت ہے جو ایک لحہ بھی ٹھہر سکیں۔ پس خوابِ غفلت سے بیدار ہو۔ اور اپنے انجام کو سوچ۔ بدیل کا حال تیرے سامنے ہے۔ تیرا اُس سے بدتر ہوگا۔ پس اپنی جوانی پر رحم کھا اور بن آئی نہ مر۔ اگر راجکمار جے سیہ کو میں نے حملہ کا حکم دے دیا تو تیری اور تیرے لشکریوں کی ہڈیوں کا بھی پتہ نہیں لگے گا۔ پس کیوں اپنی جان کا دشمن ہوا ہے۔ خاموشی کے ساتھ جہاں سے آیا ہے وہیں چلا جا۔ ہندوستان کی فتح خالہ جی کا گھر نہیں۔ ہزار جانیں لائے گا تو ایک بھی سلامت نہیں لے جائے گا۔"

خط پڑھوا کر سُنا تو نوجوان سپہ سالار مسکرایا۔ اور جواباً حسبِ ذیل خط لکھوایا:۔

"بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ خدا کے عاجز بندے محمدؐ بن قاسم ثقفی کی طرف سے کافر، جاہل اور ظالم داہر کے نام۔ خدا تجھے رسوا کرے۔ جو کچھ تُو نے اپنی جہالت، حماقت اور نخوت سے لکھا، اس کا جواب تجھے قلم سے نہیں بلکہ نوکِ تلوار سے ملے گا۔ تُو نے سپاہ کی کثرت، اپنی طاقت اور ہاتھیوں کی قوت سے ہمیں مرعوب کرنا چاہا ہے۔ مگر ہم پر ان چیزوں کا مطلق کوئی اثر نہیں ہوا۔ ہمارا توکل صرف خدا پر ہے نہ کہ زور اور طاقت پر۔ ہمیں تجھ سے کوئی غرض نہیں تھی اور نہ ہم اتنا دُور دراز کا فاصلہ طے کر کے تجھ پر حملہ آور ہوتے۔ اگر تُو لٹیروں اور قزاقوں کی حمایت نہ کرتا۔ اور عربوں کے اہل وعیال کو اپنے ہاں قید نہ رکھتا۔ ہمارا موجودہ لشکر تو کیا چیز ہے۔ ہم تو اپنے بھائیوں کو چھڑانے کے لئے اپنی ہر چیز کو قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ الحمد للّٰہ ہم نے اپنے آدمیوں کو چھڑا لیا ہے۔ اور اب تیری باری ہے۔ بھاگ جہاں بھاگ سکتا ہے اور چھپ جہاں چھپ سکتا ہے۔ ہمارے سردار حجاج نے قسم کھائی ہے کہ میں چین تک بھی کسی کافر کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ محمدؐ بن قاسم اس ملک میں واپس جانے کے لئے نہیں آیا۔ وہ تو اس نیت سے آیا ہے کہ مظلوم کی اعانت کرے اور ظالم کو اس کے ظلم کی سزا دے۔ عنقریب وہ وقت آتا ہے کہ تیرا سر خلیفۂ دمشق کے سامنے رکھا ہوگا۔ اور دھڑ یہیں خاک وخون میں لوٹ رہا ہوگا۔ ہمیں اپنے خدائے یگانہ سے یہی امید ہے۔ تُو بھی اپنے خداؤں سے جو تین کروڑ ستر لاکھ ہیں مدد مانگ اور لاف زنی کو چھوڑ کر مردوں کی طرح ہمارے مقابلہ پر آ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔ سنہ ۹۳ھ"

دیبل سے چل کر محمدؐ بن قاسم نیرون میں آیا۔ جو دیبل سے ۲۵ فرسخ تھا۔ اور دریائے مہران کے کنارے آباد تھا۔ دریا کے دوسرے کنارے پر داہر کی فوجیں پڑی تھیں۔ مسلمانوں نے دریا کو عبور کرنا چاہا تو داہر نے روکنے کے لئے ایک دستہ فوج متعین کر دیا۔ اس پر محمدؐ بن قاسم نے یہ کام کیا کہ ایسے مقام پر کھڑے ہو کر جہاں دریا کا پاٹ نسبتاً کم چوڑا تھا۔ دریا کے ساتھ ساتھ کشتیاں ایک دوسری سے مضبوطی کیساتھ جوڑنی شروع کیں۔ جب ان کشتیوں کا طول اتنا ہو گیا جتنا دریا کا عرض تھا۔ تو پھر اُس کے ایک سرے کو اپنی طرف والے کنارے سے ایک موٹے رسّے کے ذریعہ مضبوط باندھ دیا۔ اور دوسرے سرے کو دریا کے بہاؤ پر چھوڑ دیا۔ اور سب سے اگلی کشتی پر نہایت بہادر تیر اندازوں کو بٹھا دیا۔ جب کشتیوں کا یہ بیڑا دریا کے بہاؤ پر روانہ ہوا تو تیر اندازوں نے بڑی قادر اندازی کے ساتھ داہر کے لشکریوں پر تیر برسانے شروع کئے۔ جن کی تاب وہ نہ لاسکے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ تیر انداز کشتی کو لئے ہوئے فوراً دوسرے کنارہ پر پہنچ گئے۔ اور نہایت پھرتی کے ساتھ کشتی میں کود کر بڑے موٹے رسّے کے ذریعہ ایک کھونٹا زمین میں گاڑ کر کشتی کو باندھ دیا۔ اب یہ ایک عارضی پل فوج کے لئے تیار ہو گیا اور لشکر نے جلد جلد اس پر سے دریا عبور کرنا شروع کیا۔ اس طرح سارا لشکر دریا کے اس پار آ گیا۔

جب یہ خبر ایک بدقسمت نے راجہ داہر کو پہنچائی تو اس نے ایک ایسا مُکا اُس کی پیٹھ میں مارا کہ بے چارہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

میدان میں صف آرا ہو کر محمدؐ بن قاسم نے پوچھا کہ اس جگہ کا نام ہندوستان کی زبان میں کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ اسے جے وار (مقام فتح) کہتے ہیں۔ سپہ سالار نے کہا "یہ فال نیک ہے۔ انشاء اللہ ہمیں یہاں ضرور فتح حاصل ہوگی۔" داہر نے سُنا تو بولا "یہاں اُن کی ہڈیاں پڑی سڑا کریں گی۔"

۹ رمضان ۹۳ھ کو راجہ داہر پچیس (۲۵) ہزار فوج اور ۶۰ جنگی ہاتھی لے کر محمد بن قاسم کے مقابلہ پر آیا۔ سارا دن گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ اور رات کی تاریکی نے دونوں فوجوں کو الگ الگ کر دیا۔

دوسرے روز ۱۰ رمضان ۹۳ھ کو سورج نکلتے ہی پھر لڑائی شروع ہو گئی۔ اور بڑے زور شور کے ساتھ طرفین نے دادِ شجاعت دی۔ بے شمار آدمی قتل ہوئے۔ لڑتے لڑتے بہادروں کے ہاتھ شل ہو گئے۔ مگر میدان سے کسی فریق نے بھی منہ نہ موڑا۔ لڑائی کانٹے کے تول ہو رہی تھی۔ اور دھڑ تیزی کے ساتھ زمین پر گر رہے تھے۔ میدانِ جنگ خون کا سمندر بن گیا تھا جس میں مقتولین کے سر تیرتے پھر رہے تھے۔

مسلمانوں نے اِس تیزی اور پھرتی کے ساتھ کفار کو قتل کرنا شروع کیا کہ دوپہر ہوتے ہوتے داہر کے پچیس ہزار میں سے چوبیس ہزار آدمی خاک و خون میں آلودہ ہو کر ہمیشہ کے لئے گہری نیند سو گئے۔ مگر داہر پھر بھی ہمت نہ ہارا۔ وہ بقیہ ایک ہزار آدمیوں کو لئے برابر میدان میں ڈٹا کھڑا تھا۔ اور بہادری کے ساتھ لڑ رہا تھا۔ اس کے پیچھے ہودہ میں دو لونڈیاں بیٹھی تھیں۔ ایک اُسے تیر دیتی جا رہی تھی اور دوسری پان کے بیڑے کھلا رہی تھی۔

عین معرکۂ کارزار میں چند مسلمان تیر انداز آگے بڑھے۔ اور انہوں نے راجہ داہر کے ہاتھی پر تیروں کی بارش شروع کی۔ راجہ داہر اب بھی خوفزدہ نہ ہوا۔ وہ اطمینان کے ساتھ ہاتھی سے اُترا۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور تلوار لے کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا۔ معاً ایک عرب اُس کے مقابل پر آیا۔ داہر نے اُس پر وار کیا۔ جسے اُس نے خالی دے کر تلوار کا ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ راجہ کے بیچ میں سے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اس طرح ظالم اپنے کیفرِ کردار کو پہنچا اور سندھ کا تمام علاقہ اسلامی سلطنت میں

شامل ہو گیا۔ (اس مہم کے بہت ہی مختصر حالات ہم نے یہاں درج کئے ہیں۔ جن کو مفصل پڑھنے کا شوق ہو وہ علامہ بلاذری کی فتوح البلدان اور مولانا عبدالحلیم کی تاریخ سندھ اور مولانا ذکاء اللہ کی تاریخ ہندوستان جلد اوّل ملاحظہ فرمائیں)

یہ تھا وہ واقعہ جس کی بناء پر ابتدائً مسلمانوں کو سندھ پر حملہ کرنا پڑا۔ اور پھر رفتہ رفتہ وہ سارے ہندوستان کے مالک بن گئے۔

اگر قزاق جہازوں کو نہ لوٹتے۔ اور بدبخت داہر اُن کی بے جا حمایت نہ کرتا تو شاید سینکڑوں برس تک مسلمان ہندوستان کی طرف رُخ بھی نہ کرتے۔ مگر

خودکردہ را علاجے نیست

یہ بالکل یقینی بات ہے کہ فتح سندھ کے وقت محمدؐ بن قاسم نے کسی ایک شخص کو بھی زبردستی مسلمان نہیں بنایا۔ اور نہ یہ حملہ مسلمان بنانے کے لئے کیا گیا تھا۔ مشہور مؤرخ ابوریحان بیرونی اپنی کتاب الہند میں لکھتے ہیں :۔

"محمدؐ بن قاسم ابن المنبہ سندھ میں سجستان کے علاقہ سے داخل ہوا۔ کہیں تلوار ہاتھ میں لئے لڑتا تھا۔ کہیں صلح و آشتی سے کام نکالتا تھا۔ اور لوگوں کے مذہب سے تعرض نہ کرتا تھا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ بعض لوگ خود ہی اسلام قبول کر لیتے تھے۔"

(ترجمہ کتاب الہند مترجمہ شیخ محمد بدرالاسلام فضلی صلہ باب اوّل)

محمدؐ بن قاسم اس مُلک میں تین برس تک رہا۔ اور اس عرصہ میں اُس نے کچھ سے لیکر کشمیر تک اور سمندر سے لے کر سرحد مالوہ۔ راجپوتانہ اور دریائے راوی تک کا علاقہ فتح کر لیا تھا۔ (ملاحظہ ہو تاریخ گجرات مولانا ابوظفر ندوی صلہ)

تبلیغِ اسلام کا تیسرا ذریعہ!

مسلمان سیّاح

ہندوستان میں تبلیغ اسلام کے لئے مسلمان سیاحوں کی مساعی بھی بھلائی نہیں جا سکتیں۔ انہوں نے اِس امر میں خاص کوششیں کی ہیں اور اُن کی کوششوں کے بہت اچھے نتائج نکلے ہیں۔

جتنے مسلمان سیاح وقتاً فوقتاً یہاں وارد ہوتے رہے۔ تقریباً سب ہی نے تبلیغِ اسلام کو اپنا نصب العین بنائے رکھا اور اپنے اِس مذہبی فرض سے غافل نہیں رہے۔ اسلامی سیاحوں کی یہ داستان جس قدر طویل ہے اُسی قدر دلچسپ بھی ہے مگر ہم یہاں نمونۃً ایک واقعہ نقل کرتے ہیں:۔

تیسری صدی ہجری کے شروع میں ایک مسلم سیاح شیخ شریف ابن ملک لنکا جاتے ہوئے کدن کلور میں جہاز سے اُترا (اشاعتِ اسلام آرنلڈ صفحہ ۲۸۱) کدن کلور کا شہر کوچین کے قریب ملیبار کے جنوبی علاقہ میں ساحلِ بحر پر واقع اور سلطنت کا دار الخلافہ تھا۔ آجکل اسے کرنگا نور کہتے ہیں۔ (تاریخ ملیبار صفحہ ۲۵) یہاں کے راجہ کا نام عربی کے دو قدیم رسالوں میں سشکروتی فرامن اور سشکروتی فرمال لکھا ہے۔ یورپین مستشرقین چیرومن پیرومال بتلاتے ہیں۔ (تاریخ ملیبار صفحہ ۲۴)

بُوڑھے سیاح نے کدن کلور پہنچ کر راجہ سے ملنے کی درخواست کی۔ جو قبول ہوئی۔ اور راجہ مسلم سیاح سے مل کر اور اُس کی باتیں سُن کر بڑا خوش ہوا۔ شیخ شریف نے ایسی عمدگی اور قابلیت کے ساتھ راجہ کے سامنے اسلام پیش

کیا کہ چیرومن پیرومال اسی وقت مسلمان ہوگیا اور کہنے لگا "محترم شریف! آپ سراندیپ جاکر قلۂ آدم کی زیارت سے مشرف ہو آئیے پھر میں آپ کے ساتھ اپنے ہادی و مقتدیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے مزار کی زیارت کی غرض سے مدینہ چلوں گا۔"

شیخ شریف راجہ کے دربار سے اپنے مقصد میں کامیاب ہوکر لوٹے تو نہایت خوش تھے۔ وہ فوراً سراندیپ چلے گئے۔ جب وہاں سے حسب وعدہ واپس کدن گلور آئے تو راجہ کو سفر کے لئے بالکل تیار اور مزار پُرانوار حضور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے بے تاب پایا۔ شیخ شریف کے آتے ہی اُس نے فوراً تمام کاروبارِ سلطنت امیروں وزیروں کے سپرد کیا۔ اور ایک سچے عاشق رسول کی طرح زیارت اور حج کے لئے چل پڑا۔ امپیریل گزیٹر کے ایڈیٹروں کی تحقیقات کے بموجب ملیبار کا یہ سب سے پہلا مسلمان راجہ ۱۵ اگست ۸۲۵ء (۲۱۰ھ) کو بعزم سفرِ حجاز ساحلِ ملیبار سے روانہ ہوا تھا۔ (تاریخ ملیبار صفحہ ۲۴)

اُس وقت کے سفر بڑے تکلیف دہ اور لمبے ہوتے تھے۔ جہاز پورے دو برس میں ساحلِ عرب پر پہنچا۔ راجہ کا شوق ہنوز تازہ تھا۔ ساحل سے اُترتے ہی فوراً حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوگیا اور وہاں سے مدینہ طیبہ کو۔

اِس کام میں بھی دو برس لگے اور اب راجہ نے واپسی کا ارادہ کیا۔ تاکہ اپنی راجدھانی میں پہنچ کر خود تبلیغِ اسلام میں مصروف ہو۔ جیسا پہلے اُسے حج و زیارت کا شوق تھا ایسا ہی اب تبلیغ کا شوق اُسے ہر وقت بے چین رکھنے لگا۔ اِس عرصہ میں اُس نے مدینہ طیبہ میں رہ کر اسلام کی تعلیم بھی حاصل کرلی تھی اور ہر ایک بات سے واقف ہوگیا تھا۔

لیکن افسوس جب یہ راجہ اپنے دل میں تبلیغ اسلام کی ہزاروں آرزوئیں لئے ہوئے عرب کے ساحلی شہر ظفار میں پہنچا تو ایسا بیمار پڑا کہ پھر نہ اُٹھ سکا۔

مَوت کا وقت قریب دیکھ کر اُس نے اپنے ساتھیوں کو بلایا اور کہنے لگا۔ "میری خواہش تھی کہ میں خود اسلام کا داعی بن کر اپنی سلطنت کے ایک ایک شہر اور قریہ میں پھروں اور لوگوں کو دینِ حق کی دعوت دوں۔ ہر شہر میں سرکاری خرچ سے مسجدیں بنواؤں۔ یہاں تک کہ سارا مُلک کلمۂ توحید کی آواز سے گونج اُٹھے۔ مگر اب چونکہ میرا آخری وقت آ لگا ہے اس لئے میں وصیّت کرتا ہوں کہ تم میری راجدھانی میں جاؤ اور میرا یہ فرمان میرے وزیروں کو پہنچا دو۔ اس کے بعد سارے مُلک میں پھر کر تبلیغِ اسلام کرو۔ اور جہاں جاؤ وہاں ایک مسجد بناؤ۔ میری رُوح تمہیں مصروف کار دیکھ کر نہایت خوش ہوگی۔ جاؤ۔ خدا تمھاری مدد کرے۔ اور تم کامیاب ہو"

یہ وصیّت کرنے کے بعد راجہ کا انتقال ہوگیا۔ اور اُس کے ساتھی شیخ شریف، ملک ابن دینار اور ملک ابن حبیب اُس کے فرمان کو لیکر ۲۱۹ھ میں ساحلِ ملیبار پر اُترے۔ وزیر اعظم کو راجہ کی مَوت کی خبر سُنائی اور فرمان دیا۔ تمام مُلک میں راجہ کی مَوت کا نہایت ماتم کیا گیا اور نئے راجہ نے مسلمان سیّاحوں کو بڑی عزّت کے ساتھ اپنے پاس رکھا۔ متعدد باغات اور بہت سی زرعی زمین اُن کو معاش کے لئے دی۔ مکانات رہنے کے لئے عطا کئے۔ اور راجہ کی وصیّت کے مطابق کھُلی اجازت اُن کو تبلیغ کی دیدی۔ اور کہا بے شک جہاں جہاں آپ جائیں اور مناسب سمجھیں مسجدیں بنائیں۔ کوئی

شخص آپ کو روک نہیں سکیگا۔"

چنانچہ پہلی مسجد خود راجد ھانی کدن کلور میں بنی اور ملک ابن دینار اس کا متولی ہو کر یہیں رہ گیا۔

ملک ابن حبیب راجہ کی وصیت کی تعمیل کے لئے ملک کے دَورہ پر روانہ ہو گیا۔ پہلے کولم (موجودہ نام کولن) میں آیا۔ اور یہاں مسجد تعمیر کرکے اپنے اہل و عیال کو یہیں چھوڑ کر شہر ہوبائی مرادی کو روانہ ہو گیا۔ وہاں سے بانگور۔ منجرور (موجودہ نام منگلور) اور کنجر کوٹ کے شہروں میں گیا۔ اور ہر جگہ تبلیغ کی اور مسجدیں بنائیں۔ پھر ہوبائی مرادی میں اپنے اہل وعیال کے پاس واپس آگیا۔ اور تین مہینے ٹھہر کر پھر اپنے کام پر روانہ ہو گیا۔ اب کے وہ زرانستن (جرفتن) درمافتن (دہفتن) فندریہ (فندرینا) اور شالیات (چالیات) کے شہروں میں گیا۔ اور وہاں تبلیغ کی۔ اور ہر ایک شہر میں ایک مسجد بھی تعمیر کی۔

لیکن مسجدوں کا بنانا بیکار تھا۔ جب تک کہ اُن کی حفاظت اور مرمت کا انتظام نہ ہو۔ اور یہ کام بغیر اوقاف کے نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے وہ راجدھانی میں آیا اور پانچ مہینے یہاں قیام کرکے اور راجہ سے مل کر سب باتوں کا انصرام کیا۔ اور پھر اس انتظام کی دیکھ بھال کے لئے دوبارہ سفر پر روانہ ہو گیا۔

جب یہ کام بھی ختم ہو لیا تو واپس کدن کلور میں چلا آیا۔

اب وہ نہایت خوش و خرم اور شادکام تھا۔ اور اُس کا دل خدا کے شُکر و احسان سے لبریز تھا۔ کیونکہ اُس کی اَن تھک سعی سے اسلام کا نُور اُس سرزمین میں پھیل چکا تھا جہاں پہلے ایک بھی خدا کا نام لینے والا نہ تھا۔ (ملاحظہ ہو دعوتِ اسلام آرنلڈ صفحہ ۲۸۲-۲۸۳ تاریخ ملیبار صفحہ ۲۵-۲۶) ٭

(باقی آئندہ)

مصلح موعود کی پیشگوئی

ایک اہم اعتراض کا جواب

(از مولانا محمد نذیر صاحب فاضل لائل پوری لیکچرار جامعہ احمدیہ قادیان)

پچھلے دنوں مجھے جہلم میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی دربارہ ظہور مصلح موعود پر ایک صاحب سے گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ دوران گفتگو میں مدمقابل کی طرف سے حسب ذیل اعتراض پیش ہوا، جس کا جواب افادۂ عام کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔

اعتراض:- حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں مصلح موعود کے متعلق جو الہام شائع فرمایا اس میں مصلح موعود کے متعلق یہ الفاظ ہیں کہ "وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا" اس کے بعد آپ کے ہاں تین لڑکے پیدا ہوئے۔ کتاب انجام آتھم کی تصنیف کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک الہام ہوا جسے حضورؑ نے انجام آتھم کے صفحہ ۱۸۲ میں یوں درج فرمایا ہے۔ بَشَّرَنِیْ رَبِّیْ بِرَابِعٍ رَحْمَةً وَقَالَ اِنَّهٗ یَجْعَلُ الثَّلَاثَةَ اَرْبَعَةً کہ خدا تعالےٰ نے مجھے اپنی رحمت سے چوتھے لڑکے کے پیدا ہونے کی بشارت دی، اور فرمایا وہ تین کو چار کر دیگا۔ اس الہام سے ظاہر ہے کہ یہ مصلح موعود کے متعلق ہے کیونکہ تین کو چار کرنیوالا ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے الہام میں مصلح موعود کو قرار دیا گیا ہے۔ انجام آتھم کا یہ الہام اس بات کی تعیین کر رہا ہے کہ مصلح موعود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پہلے تین لڑکوں میں سے کوئی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ علم الٰہی میں وہ کوئی اور لڑکا ہے، جو انجام آتھم کے اس الہام کے بعد

پیدا ہوگا پس صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد اور اُن کے دونوں بھائیوں میں سے کوئی مصلح موعود نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ بر سہ انجام آتھم کے الہام سے پہلے پیدا ہو چکے تھے اور انجام آتھم کا الہام مصلح موعود کی پیدائش کا آئندہ انتظار دلاتا ہے۔ انجام آتھم کے اِس الہام کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں صرف صاحبزادہ مرزا مبارک احمدؔ پیدا ہوئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اجتہاداً انہیں چوتھا لڑکا ہونے کی وجہ سے مصلح موعود گمان کیا۔ لیکن بالآخر صاحبزادہ مبارک احمدؔ کی وفات سے یہ امر کھل گیا کہ وہ بھی مصلح موعود نہ تھے۔ اور اُنہیں مصلح موعود خیال کرنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اجتہادی غلطی تھی۔ چونکہ انجام آتھم کا الہام یہ تعیین کرتا ہے کہ پہلے تین لڑکوں میں سے کوئی مصلح موعود نہیں بلکہ مصلح موعود کا آئندہ انتظار دلاتا ہے۔ اور صاحبزادہ مبارک احمدؔ کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی حقیقی بیٹا پیدا نہیں ہوا لہٰذا صاف کھل گیا کہ یہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کسی رُوحانی فرزند یعنی مرید سے تعلق رکھتا ہے، جو مصلح موعود بن کر تین کو چار کرنے والا تھا۔

الجواب :- اِس سوال کے جواب میں خاکسار نے بیان کیا :-

(اوّل) حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو جنوری ۱۹۴۴ء کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً بتایا ہے کہ آپ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وہ فرزند موعود ہیں جسے آنحضور علیہ السلام کے الہام میں مسیحی نفس قرار دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں مصلح موعود کے لئے حسب الہام مندرجہ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء ضروری تھا کہ وہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا صُلبی بیٹا ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اِس وحی میں فرمایا ہے :-

"وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذُریّت و نسل ہوگا۔"

اِس الہام میں اس لڑکے کے مسیح موعود علیہ السلام کی ذُرّیت و نسل سے ہونیکے ذکر کے ساتھ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے ہوگا۔ کیونکہ ذرّیت و نسل کی تاویل تو مرید یا رُوحانی بیٹے سے ہو سکتی تھی مگر "تیرے ہی تخم" کے الفاظ نے بتا دیا ہے کہ وہ لڑکا رُوحانی فرزند ہونے کے علاوہ آپؑ سے جسمانی فرزندی کا رشتہ رکھنے والا بھی ہے۔ اور جسمانی رشتہ بھی کسی نسل بعید میں نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ وہ آپؑ کا حقیقی اور صُلبی بیٹا ہو نہ کہ آپؑ کے صُلبی بیٹوں میں سے کسی کا بیٹا۔ کیونکہ "تیرے ہی تخم" کے الفاظ حصریہ تعیین کر رہے ہیں کہ وہ لڑکا حضورؑ ہی کا حقیقی فرزند ہے۔ اگر ذُرّیت و نسل کے الفاظ کے ساتھ "تیرے ہی تخم سے" کے الفاظ کے یہ معنے نہ لئے جائیں تو پھر اِن الفاظ کے بڑھانے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی اور کلام بلاغت سے گر جاتا ہے۔ کیونکہ بلاغتِ کلام کا تقاضا ہے کہ کلام میں الفاظ کی زیادتی معنوں کی زیادتی پر دلالت کرے۔ چونکہ نسل و ذُرّیت کے تاویلی معنے رُوحانی بیٹا بھی لئے جا سکتے تھے اس لئے اس تاویل کا دروازہ بند کرنے کے لئے خدا تعالےٰ نے "تیرے ہی تخم سے" کے الفاظ اپنی پاک وحی میں استعمال فرمائے۔ ورنہ یہ الفاظ زائد قرار دینے پڑیں گے اور الہام مرتبۂ بلاغت سے گر جائے گا۔

(دوم) اگر محض رُوحانی بیٹا ہی مُراد لیں تو اَب سوال یہ ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین بیٹوں کو چار کس طرح کرے گا۔ کیونکہ جب تک اس چوتھے رُوحانی فرزندی کے مُدعی کو پہلے تینوں سے کوئی نسبت نہ ہو اُسوقت تک وہ اپنے تئیں اِن تین کو چار کرنے والا قرار نہیں دے سکتا۔ جس مُدعی کو اِس بحث میں سوال کنندہ صاحب پیش کر رہے ہیں اس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جسمانی رشتہ تو کوئی ہے نہیں کہ وہ آپؑ کے تین

جسمانی بیٹوں کو چار کرنے والا قرار پائے۔ نیز وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے موجودہ تین بیٹوں سے روحانی رشتہ بھی نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ ان تینوں بیٹوں کو معاذ اللہ ظلمانی قرار دیتا ہے۔ کیونکہ یہ تینوں بیٹے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس کے مصلح موعود ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ پس جب تک سائل کا پیش کردہ مدعی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پہلے تین بیٹوں سے کوئی جسمانی یا روحانی نسبت ثابت نہ کرلے وہ کسی طرح بھی اپنے تئیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان تین بیٹوں کو چار کرنے والا قرار دینے میں معقول بات پیش کرنے والا قرار نہیں پا سکتا۔

(سوم) تحقیقی جواب یہ ہے کہ انجام آتھم کا یہ الہام اِنَّہٗ یَجْعَلُ الثَّلَاثَۃَ اَرْبَعَۃً یعنی یہ کہ وہ تین کو چار کر دے گا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مصلح موعود کے متعلق نہ تھا۔ بلکہ یہ الہام صرف اور صرف صاحبزادہ مبارک احمد کے متعلق تھا۔ چنانچہ صاحبزادہ مبارک احمدؓ کی پیدائش نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین فرزندوں کو چار کرکے اس پیشگوئی کو پورا کر دیا۔ پس اس پیشگوئی کا مصلح موعود سے ہرگز کوئی تعلق نہیں۔ اب اگر سوال کنندہ کا یہ نظریہ مان لیا جائے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاحبزادہ مبارک احمد کو اجتہاداً مصلح موعود گمان کیا تھا، تو پھر اس امر کو اجتہادی غلطی پر محمول کرنا پڑیگا جیسا کہ سوال کنندہ خود بھی صاحبزادہ مبارک احمدؓ کو مصلح موعود گمان کرنے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اجتہاد کو غلط قرار دیتا ہے۔ پس اس امر کو حضورؑ کی اجتہادی غلطی قرار دینے میں ہم اور وہ مساوی ہوں گے۔ ہاں ہمارے نزدیک اجتہادی غلطی صرف اس امر میں ہوگی کہ حضورؑ نے الہام اِنَّہٗ یَجْعَلُ الثَّلَاثَۃَ اَرْبَعَۃً مندرجہ انجام آتھم کو جس کا مصلح موعود سے کوئی تعلق

نہ تھا۔ ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" کا تکرار سمجھنے میں اجتہادی غلطی کی۔ حالانکہ یہ الہام اس الہام کا حقیقی تکرار نہ تھا۔ بلکہ حقیقی طور پر یہ ایک اور الہام کا تکرار تھا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مصلح موعود والے الہام سے جو ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کو ہوا تین سال پہلے یعنی ۱۸۸۳ء میں ایک اور الہام ہوا تھا کہ "تین کو چار کرنے والا مبارک" اور الہام اِنَّہٗ یَجْعَلُ الثَّلَاثَۃَ اَرْبَعَۃً مندرجہ انجام آتھم اس ۱۸۸۳ء والے الہام کا تکرار ہے۔ ۱۸۸۳ء والے الہام میں مصلح موعود کی پیشگوئی کے لئے کوئی اشارہ نہ تھا۔ بلکہ یہ الہام آپ کے ہاں چار لڑکوں کے پیدا ہونے کی مشترک خبر دیتا تھا۔ اور اس الہام میں خدا تعالےٰ نے چوتھے لڑکے کا نام مبارک بھی بتا دیا تھا۔ اور اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین بیٹوں کو چار کر دینے والا ٹھہرایا تھا۔ پس انجام آتھم میں اسی الہام ۱۸۸۳ء کا تکرار ہے' نہ کہ مصلح موعود والی پیشگوئی کے ان الفاظ کا تکرار کہ "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا"۔ کیونکہ مبارک احمد نے اور رنگ میں تین کو چار کرنا تھا اور مصلح موعود نے اور رنگ میں۔ مگر چونکہ پیشگوئیوں میں اخفاء بھی ہوتا ہے اور بعض اوقات ابتلاء کا پہلو بھی مدنظر ہوتا ہے۔ اس لئے ان ملتے جلتے فقروں سے خدا تعالیٰ کو دراصل جماعت کا امتحان مطلوب تھا۔

پس سوال کنندہ کے نظریہ کو درست فرض کرنے کی صورت میں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مبارک احمد کو مصلح موعود گمان کیا تھا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان ہر سہ الہامات کو مصلح موعود کے متعلق قرار دینے میں اجتہادی غلطی کی۔ ورنہ دراصل ان میں سے صرف ایک

الہام "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" کا مصلح موعود سے براہِ راست تعلق تھا۔ اور الہام ۱۸۸۳ء "تین کو چار کرنے والا مبارک" میں مشترک طور پر چار لڑکوں کی بشارت دی گئی تھی اور چوتھے کا نام مبارک بتایا گیا تھا مگر مصلح موعود کی پیشگوئی کی طرف اس میں اشارہ نہ تھا۔ کیونکہ یہ الہام مصلح موعود والی پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے الہام سے تین سال پہلے کا ہے (ملاحظہ ہو نزول المسیح صفحہ ۱۹۶)

اسی طرح الہام اِنَّهٗ يَجْعَلُ الثَّلَاثَةَ اَرْبَعَةً مندرجہ انجام آتھم میں اس ۱۸۸۳ء والے الہام کا بھی تکرار ہے اور اس کا بھی مصلح موعود کی پیشگوئی سے کوئی تعلق نہیں۔ پس ۱۸۸۳ء والے الہام اور انجام آتھم والے الہام اِنَّهٗ يَجْعَلُ الثَّلَاثَةَ اَرْبَعَةً کی پیشگوئی یقینی طور پر صاحبزادہ مبارک احمدؑ کے وجود سے پوری ہو گئی ہے۔

اگر میرے اس بیان کو درست نہ قرار دیا جائے یعنی الہام اِنَّهٗ يَجْعَلُ الثَّلَاثَةَ اَرْبَعَةً مندرجہ انجام آتھم کو ۱۸۸۳ء کے الہام "تین کو چار کرنے والا مبارک" کا تکرار نہ سمجھا جائے جس کا مصلح موعود سے کوئی براہِ راست تعلق نہیں بلکہ ان ہر دو الہامات کو بھی مصلح موعود کے متعلق قرار دیا جائے تو پھر میاں مبارک احمد کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں سوال کنندہ کے نظریہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی پیشگوئی باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ جب یہ سب کی سب پیشگوئیاں مصلح موعود کے لئے فرض کر لی جائیں تو مبارک احمدؑ جس نے وفات پاکر ثابت کر دیا کہ وہ مصلح موعود نہ تھا ان پیشگوئیوں میں سے کسی کا بھی مصداق نہیں رہتا۔ اور یہ بات اللہ تعالےٰ کے اِس طریق کے صریح خلاف ہے جو اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کے لئے اختیار کیا ہے جو طریق پیشگوئی کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کے متعلق اختیار کیا ہے اس کا تقاضا

یہی ہے کہ انجام آتھم والے الہام کو ۱۸۸۶ء والے الہام کا تکرار سمجھا جائے۔
حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اللہ تعالےٰ کا یہ سلوک ثابت ہوتا ہے کہ پہلے ۱۸۸۶ء میں اس نے آپ کو "تین کو چار کرنے والا مبارک" کے الہام میں چار لڑکوں کے متعلق مشترک خبر دی۔ پھر خدا تعالےٰ نے اس کے بعد یہ طریق اختیار فرمایا کہ ان چار لڑکوں کی پیدائش کے متعلق ہر ایک کے پیدا ہونے سے پہلے الگ الگ بھی پیشگوئی فرمائی۔

(۱) چنانچہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی پیدائش کا زمانہ جب قریب آرہا تھا تو خدا تعالےٰ نے آپ کو قریب مدت میں ایک لڑکا پیدا ہونے کی خبر دی اور اس کا نام محمود احمد بتایا اور اس کے متعلق کہا کہ وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔ یہ پیشگوئی حضور نے ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں شائع کی۔ اور پھر سبز اشتہار میں بھی اسے دوبارہ شائع کیا۔ چنانچہ اس کے مطابق حضرت امیر المؤمنین ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوئے۔

(۲) پھر اللہ تعالےٰ نے حضور کے دوسرے صاحبزادہ حضرت میاں بشیر احمد صاحب کے متعلق ان کی پیدائش سے پہلے دسمبر ۱۸۹۲ء میں خبر دی۔ چنانچہ یہ پیشگوئی حضور نے آئینہ کمالات اسلام کے ص۲۶۶ پر شائع فرمائی اور اس کے مطابق ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء کو صاحبزادہ صاحب موصوف پیدا ہوئے۔

(۳) پھر اس کے بعد تیسرے صاحبزادہ حضرت میاں شریف احمد صاحب کی پیدائش سے پہلے الہام ہوا جسے حضور نے رسالہ انوار الاسلام ص۳۹ میں درج فرمایا جو ۱۸۹۴ء میں شائع ہوا۔ اس کے مطابق صاحبزادہ صاحب موصوف ۲۴ مئی ۱۸۹۵ء کو پیدا ہوئے۔

(۴) اب چوتھے لڑکے کی باری آئی تو میاں مبارک احمد صاحب کی پیدائش سے

پہلے ۱۴ ستمبر ۱۸۹۶ء کو حضور کو چوتھے لڑکے کے متعلق الہام ہوا اور اللہ تعالیٰ نے چوتھے لڑکے کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا۔ اِنَّہٗ یَجْعَلُ الثَّلَاثَۃَ اَرْبَعَۃً۔ کہ وہ تین کو چار کر دے گا۔ گویا اس میں بشارت تھی کہ آپ کے پہلے تین لڑکے زندہ ہوں گے کہ یہ چوتھا پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق ۱۴ جون ۱۸۹۹ء کو میاں مبارک احمد صاحب پیدا ہوئے اور یہ پیشگوئی بھی نہایت صفائی سے پوری ہو گئی کیونکہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین لڑکوں کو ایک رنگ میں چار کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ۱۸۸۳ء میں آپ کو چار لڑکوں کی مشترک خبر الہام "تین کو چار کرنے والا مبارک" میں دی اور اس کے بعد ان میں سے ہر لڑکے کی پیدائش سے کچھ مدت پہلے پھر دوبارہ اس کے متعلق الہام فرمایا۔ پس جب تین لڑکوں کے متعلق یہ طریق مسلم بین الفریقین ہے تو چوتھے کے متعلق بھی کیوں نہ تسلیم کیا جائے کہ الہام اِنَّہٗ یَجْعَلُ الثَّلَاثَۃَ اَرْبَعَۃً میں اسی کی پیدائش کی خبر دی گئی ہے۔ اور اس الہام کا مصلح موعود سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ جس طرح پہلے تین لڑکوں کے متعلق الگ الگ الہامات میں اس ۱۸۸۳ء والے الہام کے ایک حصہ کا تکرار رہا ہے اسی طرح انجام آتھم والا الہام بھی اسی ۱۸۸۳ء کے الہام کا تکرار ہے۔ ورنہ جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں اگر ان سب پیشگوئیوں کو مصلح موعود کے متعلق ہی سمجھا جائے تو پھر میاں مبارک احمد صاحب کے متعلق کوئی پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں نہیں رہتی۔ حالانکہ یہ امر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خدا کے سابقہ طریق کے خلاف ہوگا۔ پس حق بات یوں ہے کہ انجامِ آتھم والی پیشگوئی دراصل ۱۸۸۳ء والی پیشگوئی کا تکرار ہے۔ اور ان دونوں پیشگوئیوں میں مصلح موعود کی پیشگوئی کی طرف کوئی اشارہ نہیں۔ بلکہ مصلح موعود کے متعلق پیشگوئی سب سے پہلے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء

کے الہام میں ہوئی ہے۔

پھر الہام الٰہی میں یہ خبر دی گئی ہے کہ مصلح موعود بشیر اوّل کے پیدا ہونے کے بعد بلا توقف پیدا ہونے والا لڑکا ہے۔ چنانچہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے الہام میں جس میں مصلح موعود کے متعلق پیشگوئی ہے بشیر اوّل کے متعلق پیشگوئی کے اِن الفاظ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے" سے متصل مصلح موعود کے متعلق پیشگوئی اِن الفاظ میں شروع ہوتی ہے" اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا" یہ "فضل" نام مصلح موعود کا نام ہے (ملاحظہ ہو سبز اشتہار) اس فضل نامی لڑکے کے متعلق خدا تعالےٰ بتا رہا ہے کہ وہ بشیر اوّل کے ساتھ ہوگا۔ یعنی بشیر اوّل کی پیدائش اور اس لڑکے کی پیدائش کے درمیانی زمانہ میں کوئی اور لڑکا اور لڑکی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں پیدا نہیں ہوں گے۔ پس الہام الٰہی کے یہ الفاظ تعیین کر رہے ہیں، کہ مصلح موعود کو بشیر اوّل کے بعد پیدا ہونے والا دوسرا فرزند ہونا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سبز اشتہار میں مصلح موعود کا ایک نام بشیر ثانی بھی بتایا ہے۔ اور بشیر ثانی وہی ہو سکتا ہے جو بشیر اوّل کے بعد بشارتِ الٰہی کے ماتحت پیدا ہو۔ چنانچہ بشیر اوّل کے بعد بلا توقف پیدا ہونے والے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ ہی ہیں۔ پس یہ الہام آپ کے مصلح موعود ہونے کی تعیین کرتا ہے۔

علاوہ ازیں مصلح موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً بتایا گیا تھا کہ وہ نو سال کے اندر پیدا ہوگا (ملاحظہ ہو اشتہار واجب الاظہار) پس جب ۹ سال کے اندر پیدا ہونے والا ہی بموجب وعدۂ الٰہی مصلح موعود تھا تو پھر میاں مبارک احمد کی پیدائش سے پہلے ۱۸۹۶ء کو جو الہام إِنَّهُ يَجْعَلُ الثَّلَاثَةَ أَرْبَعَةً ہوا، اس کا مصلح موعود سے علم الٰہی میں کیا تعلق ہو سکتا تھا۔ کیونکہ ۹ سالہ میعاد تو ۱۹ر فروری ۱۸۹۵ء

میں پوری ہو جاتی تھی۔ اور یہ پیشگوئی اِنَّہٗ یَجْعَلُ الثَّلَاثَۃَ اَرْبَعَۃً والی تو اس میعاد سے باہر کی گئی ہے۔ پھر جب میاں مبارک احمد ۱۸۹۹ء میں اس نوسالہ میعاد کے بہت بعد پیدا ہوئے تو ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیسے مصلح موعود گمان کر سکتے تھے۔ ہاں اگر سائل کے نظریہ کو مان لیا جائے کہ آپ نے اسے مصلح موعود گمان کیا، تو پھر تسلیم کرنا پڑیگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اوپر کی سب پیشگوئیوں کی طرف سے ذھول ہو گیا۔ جو مصلح موعود کی پیدائش کو بشیر اول کے بعد بلا توقف بتاتی تھیں اور اسکا پیدا ہونا ۹ سال کے اندر معین کرتی تھیں۔

ہاں اس نظریہ کے خلاف اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میاں مبارک احمد کو مصلح موعود گمان نہیں کیا۔ کیونکہ کسی جگہ آپ نے اسے مصلح موعود نہیں لکھا اور نہ ہی بشیر ثانی قرار دیا۔ تو اس صورت میں ان پیشگوئیوں کی طرف سے ذھول بھی نہیں ماننا پڑتا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اجتہاد میں بھی وہ غلطی تسلیم نہیں کرنی پڑتی جو سوال کنندہ کے نظریہ کے مطابق ماننی پڑتی ہے۔

ہاں ایک سوال اس صورت میں حل طلب رہ جاتا ہے کہ اگر یہ دوسرا نظریہ درست سمجھا جائے تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تریاق القلوب میں میاں مبارک احمد کو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے الہام تین کو چار کرنے والے کا مصداق کیوں قرار دیا؟

سو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس فقرہ کو ذوالوجوہ اور ذوالمعانی سمجھنے کی وجہ سے ایک پہلو کے لحاظ سے آپ نے میاں مبارک احمد صاحب کو اس کا مصداق قرار دیا ہے۔ ورنہ مصلح موعود ایک اور رنگ میں اس کا مصداق بننے والا تھا۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے قرآن مجید کی آیت اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْھِمْ اَخْرَجْنَا لَھُمْ دَآبَّۃً مِّنَ الْاَرْضِ کو ازالہ اوہام میں حضور نے علماء زمانہ کے لئے قرار دیا ہے اور نزول المسیح میں طاعون کے جراثیم کے متعلق۔ اب یہ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ درست

ہیں کیونکہ آیت ذوالوجوہ اور ذوالمعانی ہے۔ اسی طرح "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" کے الہام کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ذوالوجوہ اور ذوالمعانی ہونے کی وجہ سے میاں مبارک احمدؑ پر چسپاں کیا ہے۔ اور اسی بناء پر اسے ۱۸۸۶ء والے الہام کا اعادہ سمجھا ہے۔ چنانچہ اس نظریہ کی صحت پر یہ امر بھی دلیل ہے کہ مبارک احمدؑ کے نام کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو الہامی شہادت پیش کی ہے۔ وہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے الہامی فقرہ "مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے" کے فقرہ سے پیش کی ہے۔ (ملاحظہ ہو تریاق القلوب)۔ حالانکہ اس سے پہلے اشتہار میں حضور الہامی تفہیم کے ماتحت "مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے" کے فقرہ کو بشیر اول متوفی کے متعلق قرار دے چکے تھے۔ پس جس طرح یہ الفاظ ذوالوجوہ ہونے کی وجہ سے بشیر اول اور مبارک احمدؑ دونوں لڑکوں پر چسپاں کئے گئے ہیں۔ اسی طرح ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے الہام "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" کے الفاظ کو ذوالوجوہ سمجھنے کی وجہ سے مبارک احمدؑ کے متعلق قرار دیا گیا ہے۔ یعنی مبارک احمدؑ کو چوتھا بیٹا ہونے کے لحاظ سے ان الفاظ کا مصداق قرار دیا ہے۔ مگر مصلح موعود اور رنگ میں اِن الفاظ کا مصداق بننے والا تھا۔ چنانچہ سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ذریعہ یہ پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہو چکی ہے۔ کیونکہ آپ کے زمانۂ خلافت میں حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؓ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرکے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جسمانی فرزندی کے علاوہ روحانی فرزندی کو بھی اختیار کیا۔ گویا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین روحانی فرزندوں کو جو حضورؑ سے جسمانی رشتۂ فرزندی بھی رکھتے تھے حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

روحانی فرزندی میں قبول کر کے تین کو چار کر دیا ہے۔

اب یہ مضمون لکھتے ہوئے جب میں نے کتاب انجام آتھم کھولی تو میری توجہ سوال کنندہ کے سوال کے ایک اور لطیف جواب کی طرف بھی پھر گئی۔ چنانچہ وہ جواب یہ ہے کہ الہام اِنَّہٗ یَجْعَلُ الثَّلَاثَۃَ اَرْبَعَۃً کو انجام آتھم صفحہ ۱۸۲ میں درج کرنے کے بعد آگے چل کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۱۸۳ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"فتحرک فی صلبی روح الرابع بعالم المکاشفۃ فنادیٰ اخوانہ فقال بینی و بینکم میعاد یوم من الحضرۃ۔"

کہ پھر عالم کشف میں میری پشت میں اس چوتھے لڑکے کی رُوح حرکت میں آئی تو اُس نے اپنے بھائیوں کو آواز دی کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا تعالیٰ کی جناب سے ایک یوم کی میعاد ہے۔

اس جگہ تحرک فی صلبی روح الرابع کے الفاظ اس بات پر نص صریح ہیں کہ انجام آتھم کی پیشگوئی اِنَّہٗ یَجْعَلُ الثَّلَاثَۃَ اَرْبَعَۃً کا تعلق محض میاں مبارک احمد صاحب سے تھا۔ ورنہ اگر اس کو مصلح موعود کے متعلق مانا جائے جیسا کہ سوال کنندہ کا خیال ہے تو مصلح موعود کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صُلبی فرزند ہو۔ حالانکہ سائل کے خیال میں محض روحانی فرزند ہونا چاہیئے۔ مگر محض روحانی فرزند تو اس جگہ ہرگز مُراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کسی محض روحانی بیٹے کی رُوح کا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جسمانی فرزندی کا رشتہ بھی نہ رکھتا ہو، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صُلب میں حرکت میں آنا غیر معقول بات ہے محض رُوحانی فرزند کا تعلق تو قلب سے ہوتا ہے نہ کہ صُلب سے۔ کیونکہ روحانیت کا مرکز قلب ہے نہ کہ صُلب ⁂

وصیتیں

وصایا منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو وہ دفتر کو اطلاع کر دے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ)

نمبر ۹۸۶۸ منکہ عبدالقدیر ولد چوہدری سردار خان صاحب قوم جٹ چھٹہ پیشہ ملازمت عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان دارالبرکات۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۸/۱۲/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ کیونکہ میرے والد صاحب زندہ ہیں۔ میرے پاس اس وقت -/۷۵۰ روپے امانت تحریک جدید میں جمع ہیں۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت ماہوار آمد -/۵۴ روپے ماہوار ہے اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر اسکے بعد کوئی اور جائیداد پیدا کروں یا مرنے پر ثابت ہو۔ اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد۔ عبدالقدیر موصی کارکن احمدیہ سنڈیکیٹ قادیان۔ گواہ شد۔ ملک فتح محمد دارالبرکات۔ گواہ شد۔ علی محمد صحابی و موصی انسپکٹر وصایا۔

نمبر ۹۸۴۱ منکہ خادم حسین ولد محمد رمضان صاحب۔ قوم گانجری پیشہ ملازمت۔ عمر ۳۰ سال بیعت ۲۸ دسمبر ۱۹۴۶ء ساکن بلوڈاکخانہ مٹھہ ٹوانہ ضلع سرگودھا۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۱/۴۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ میں اس وقت -/۱۰ روپے ماہوار پر ملازم ہوں۔ میں تازیست اپنی آمد کا ۱/۱۰ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں یا مرنے پر ثابت ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد:۔ خادم حسین موصی ساکن بلو سرگودھا۔ گواہ شد۔ سید مبارک احمد باب الانوار۔ گواہ شد:۔ محمد خاں پارٹی پورہ۔

نمبر ۹۸۲۹ منکہ حفیظ احمد ولد چوہدری عبدالمالک صاحب قوم جٹ پیشہ ملازمت عمر ۲۳ سال پیدائشی احمدی۔ ساکن چک ۲۲۴/۹ R.B بہلولپور ڈاکخانہ خاص ضلع لائلپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸/۱۲/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میرے نام اس وقت کوئی جائیداد نہیں۔ میری آمد -/۱۴۵ روپے ماہوار تنخواہ ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر ترکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد۔ حفیظ احمد بقلم خود سب انسپکٹر پولیس انچارج تھانہ نولکھا لاہور۔ گواہ شد۔ عبدالمالک بحروف انگریزی والد موصی۔ گواہ شد۔ محمد اسلم ساکن چھور ماموں موصی۔

نمبر ۹۸۸۶ منکہ محمد خان ملک

ولد ملک بہادر خاں صاحب قوم اعوان۔ پیشہ ملازمت عمر ۴۲ سال۔ پیدائشی احمدی۔ ساکن خوشاب ڈاکخانہ خاص ضلع سرگودھا بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۶/۴/۲۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں۔ میرا گذارہ میری ماہوار آمد پر ہے جو مبلغ -/۱۲۰ روپے ہے۔ میں تا زیست اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ محمد خاں ملک آڈیٹر لوکل آڈٹ آفس دہلی فورٹ۔ گواہ شد:۔ نصر اللہ خاں احمدی ایس وی ٹیچر ڈی بی ہائی سکول ہڈالی سرگودھا۔ گواہ شد:۔ عبد الکریم اختر محلہ امیرانوالہ +

نمبر ۹۸۸۵ :۔ منکہ لطف الرحمٰن ولد چوہدری عبد الرحمٰن صاحب قوم ارائیں پیشہ ملازمت عمر ۱۸ سال پیدائشی احمدی ساکن اوجلہ حال فیروزپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۴۶/۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائیداد نہیں ہے میرا گذارہ میری ماہوار آمد پر ہے جو کہ -/۱۷ روپے ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں میرے مرنے کے بعد جو جائیداد میری ثابت ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد:۔ لطف الرحمٰن موصی۔ گواہ شد:۔ محمد اسمٰعیل معتبر۔ گواہ شد:۔ شبیر احمد قائد مجلس خدام الاحمدیہ +

نمبر ۹۸۸۲ :۔ منکہ فتح محمد ولد گوہر علی صاحب قوم راجپوت بھٹی۔ پیشہ ریٹائرڈ ٹیچر عمر ۶۵ سال۔ بیعت دسمبر ۱۸۹۸ء ساکن تاجپورہ متصل مصری شاہ لاہور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۹/۱۲/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ ایک مکان بلا شراکت غیری قیمتی -/۷۰۰۔ دو مکان خام واقع موضع اوان دھانیوالہ ڈاکخانہ جلو ضلع لاہور بلا شراکت غیری قیمتی -/۵۰۰ روپے۔ دس کنال اراضی مزروعہ بارانی سیلاب جس میں سے ۵ کنال اس وقت دریا برد ہے۔ موجودہ قیمت ہر دو یعنی دس کنال زمین تقریباً -/۶۰۰۔ اس میں سے میرا حصہ تہائی ہے۔ میرے حصہ کی قیمت دو صد روپیہ۔ میں ریٹائرڈ مدرس ہوں لیکن آجکل عارضی طور پر ۳۱/۳/۴۷ تک کام کر رہا ہوں -/۶۵ روپے ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔ اس کے بعد میرا معمولی پیشہ طبابت ہوگا۔ میں اپنی مندرجہ بالا کل جائیداد اور ماہوار آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی اور جائیداد میرے مرنے کے بعد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ فتح محمد موصی بقلم خود۔ گواہ شد:۔ محمد شریف بی۔ اے پسر موصی۔ گواہ شد:۔ حکیم سراجدین۔ گواہ شد:۔ مرزا مولا بخش +

نمبر ۹۹۰۲ :۔ منکہ نعمت علی ولد بھیو خاں صاحب قوم راجپوت پیشہ زمینداری عمر ۶۵ سال۔ بیعت ۱۹۳۶ء ساکن سڑ ڈاکخانہ خاص ضلع ہوشیارپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ

آج بتاریخ ۱۲/۴/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے ۔ اراضی ملکیتی تعدادی ۳۲ کنال واقع موضع مزروعہ باشراکت غیری ۔ اراضی مرہونہ ۔/۱۲۰۰ روپیہ ۔ دو مکانات خورد پختہ اور دو کچے ہیں ۔ مندرجہ بالا جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان کرتا ہوں اگر زیر رہن مذکورہ بالا کسی جائیداد اور شکل یعنی بیع کی صورت وغیرہ اختیار کرلے تو زیر رہن اس صورت میں منتقل ہو جائیگا ۔ نیز میرے مرنے کے بعد جو جائیداد اس کے علاوہ کوئی ثابت ہوگی تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔ العبد : نعمت علی نشان انگوٹھا گواہ شد چھجو خاں امیر جماعت احمدیہ ۔ گواہ شد ۔ عبدالحکیم محاسب انجمن احمدیہ ۔ گواہ شد : ... انسپکٹر وصایا ◆ نمبر ۹۸۹۶ ۔ منکہ شیخ محمد صدیق ولد حاجی سلطان محمود صاحب مرحوم قوم شیخ پیشہ تجارت عمر ۴۷ سال بیعت ۱۹۲۰ء ساکن کلکتہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۴/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔ ہماری دکان کا حساب کلکتہ کے فساد میں جل گیا ہے ۔ واپس جاکر تمام حساب کتاب کرکے وہاں سے اپنی جائیداد منقولہ کے متعلق اطلاع دوں گا ۔ جائیداد غیر منقولہ حسب ذیل ہے ۔ ۱ ۔ کلکتہ میں ہمارے تین مکان ہیں ۔ چوتھا تیار ہو رہا ہے ۔ اس جائیداد میں سے ایک مکان میں میرے چھوٹے بھائی محمد یوسف صاحب اور میری بیوی اور اہلیہ صاحبہ بھائی محمد یوسف صاحب شریک ہیں ۔ ۲ ۔ دارالانوار میں ۶ کنال اراضی ہے اس میں بھی میرے بھائی صاحب شریک ہیں ۔ ۳ ۔ ایک مکان سہ منزلہ واقع چنیوٹ محلہ راجن پورہ میں ۷ مرلہ زمین پر بنا ہوا ہے ۔ یہ مکان میری واحد ملکیت ہے ۔ ۴ ۔ قادیان میں اڑھائی کنال زمین محلہ دارالبرکات میں قطعہ ۱۱۰ و ۱۲۳ و ۱۲۶ اور دارالاحسان میں ایک کنال زمین اور دارالسعۃ میں قریباً پونے چار کنال زمین اور دارالشکر میں قریباً دو کنال ہے ۔ یہ سب جائیداد میری واحد ملکیت ہے ۔ میں اس تمام جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں ۔ میری وفات پر اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی ۔ اس جائیداد میں سے کچھ زمین اپنے لڑکوں کے نام وقف کرنا چاہتا ہوں جس کی بعد میں اطلاع دوں گا ۔ اپنی زندگی میں کوئی اور جائیداد پیدا کروں گا تو اس کی اطلاع دیتا رہوں گا ۔ اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی ۔ میں اپنی ماہوار آمد کا بھی ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا ۔ العبد : محمد صدیق بقلم خود موصی ۔ گواہ شد : فضل الٰہی محرر تنقید ۔ گواہ شد رسول بخش محتسب ◆ نمبر ۹۹۱۰ ۔ منکہ حاکم بی بی زوجہ عنایت اللہ صاحب قوم ارائیں عمر ۴۰ سال

ساکن درگا نوالی ڈاکخانہ رسول پور ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۲ ۴۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ حق مہر بذمہ خاوند۔/۳۲۔ مبلغ یکصد روپیہ نقد۔ کل جائیداد۔/۱۳۲ روپے۔ اس کے علاوہ میری کوئی جائیداد نہیں اور نہ کوئی زیور ہے۔ میں اپنی جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد میرے مرنے پر ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد:۔ حاکم بی بی نشان انگوٹھا موصیہ۔ گواہ شد۔ عنایت اللہ خاوند موصیہ۔ گواہ شد:۔ محمد الدین انور معلم نصرت گرلز سکول قادیان +

نمبر ۹۹۱۲:۔ منکہ ولی محمد ولد حشمت علی صاحب قوم نجو ہر پیشہ زمینداری عمر ۳۲ سال بیعت دسمبر ۱۹۲۶ء ساکن سہنگیوٹ ڈکالا بن کوٹلی لوڈاکخانہ راجوری ضلع ریاسی صوبہ جموں بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۱ ۴۶ ۲۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری حسب ذیل جائیداد ہے زمین ۲۰ کنال قیمتی/۲۰۰۔ مکان ایک کمرہ قیمتی ۔/۵۰ روپے بیل نو عمر ایک ۔/۲۰۔ گائے ایک۔/۲۰ گھراٹ ۱/۲ حصہ ۹/۱۰/۵۳ مشین سلائی ایک ۔/۹۰ روپے۔ میں اس جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر میری وفات پر اس جائیداد کے علاوہ کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد:۔ ولی محمد موصی۔ گواہ شد:۔ بشیر احمد پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ چارکوٹ۔ گواہ شد:۔ عبدالکریم ولد عطا محمد چارکوٹ +

نمبر ۹۹۱۶:۔ منکہ زبیدہ خاتون زوجہ ملک نصیر احمد صاحب قوم قریشی عمر ۲۵ سال بیعت ۱۹۲۱ء ساکن قادیان محلہ دار الفضل فرحت افزا بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۱ ۴۷ ۱۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ میرا حق مہر دو ہزار روپیہ بذمہ خاوند ہے۔ زیورات طلائی ۸ ۱/۲ تولہ اور زیورات نقرئی ۳۰ تولہ۔ اس تمام جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر اس کے بعد کوئی اور جائیداد پیدا کروں یا مرنے پر ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ الامۃ:۔ زبیدہ خاتون موصیہ۔ گواہ شد۔ علی محمد صحابی و موصی انسپکٹر وصایا۔ گواہ شد:۔ ودھاوے خاں صحابی و موصی دار الفضل +

نمبر ۹۹۱۹:۔ منکہ عبدالعزیز ولد بابو عزیز دین صاحب مرحوم قوم راجپوت پیدائشی احمدی عمر ۳۲ سال پیشہ تجارت حال مقیم لنڈن بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ یکم مئی ۱۹۴۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میں اس وقت تین مکان پندرہ سو پونڈ پر ایک کمپنی سے خرید رہا ہوں۔ جس میں سے ۔/۵۰۰ پونڈ ادا کر چکا ہوں باقی ہزار پونڈ مکانوں کی آمد سے کمپنی تقریباً پندرہ سال میں وصول کرے گی۔ اس عرصہ

کے بعد ایک مکان پر مجھے مستقل ملکیت کا حق ہوگا۔ اور دوسرے دو مکانوں پر ۳۰ سال کے لئے ملکیت کا حق حاصل ہوگا۔ اس کے علاوہ میری کوئی جائیداد نہیں۔ میری ماہوار آمد اس وقت بیس پونڈ ہے جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ آئندہ جو جائیداد پیدا کرونگا اس کی اطلاع دیتا رہوں گا۔ اور میرے مرنے کے بعد جس قدر جائیداد ثابت ہوگی اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد: عبدالعزیز لنڈن۔ گواہ شد: جلال الدین شمس۔ گواہ شد: مشتاق احمد باجوہ مسجد لنڈن *

نمبر ۹۹۲۳:۔ منکہ محمد اشرف بھیروی ولد سراجدین قوم اعوان عمر ۲۳ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴۷/۳/۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں۔ جو جائیداد پیدا ہوگی اس کے ۱/۱۰ حصہ کے ادا کرنے کا عہد کرتا ہوں۔ اس وقت میرا گذارہ ۳۰/- روپے ماہوار آمد پر ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اور میری آمد نی میں جو کمی بیشی ہوگی اس کا ۱/۱۰ حصہ ادا کرتا رہوں گا۔ نیز اگر میرے مرنے پر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ محمد اشرف بھیروی واقفِ زندگی قادیان۔ گواہ شد: مرزا محمد یعقوب صدر حلقہ مسجد مبارک گواہ شد:۔ عبدالحمید آصف کارکن تحریک جدید قادیان *

نمبر ۹۹۰۹:۔ منکہ امۃ السلام زوجہ عبدالغنی صاحب قوم سادات عمر ۴۰ سال۔ پیدائشی احمدی۔ ساکن لاہور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴۷/۱/۱۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اس وقت حسب ذیل جائیداد ہے جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اگر اس کے علاوہ کوئی جائیداد پیدا کروں یا میرے مرنے پر ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ خسرہ ۱۱۵۹ و ۱۱۶۰ کا ۱/۴ حصہ واقعہ لبِ سڑک گلی قادیان جو میرے خاوند نے بطور حق مہر دی ہوئی ہے۔ دوسرے بیس روپے ماہوار جو میرے خاوند کی طرف سے جیب خرچ کے طور پر مجھے ملتے ہیں اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ الامۃ:۔ امۃ السلام موصیہ گواہ شد:۔ ایم عبدالغنی ڈی اے۔ ایف۔ او۔ نارتھ ویسٹرن ریلوے راولپنڈی خاوند موصیہ گواہ شد: سید احمد خاں سیکرٹری وصایا راولپنڈی۔ گواہ شد:۔ رحمت علی مسلم کلرک راولپنڈی *

نمبر ۹۹۲۵:۔ منکہ منشی خاں ولد چوہدری مہر دین صاحب قوم راجپوت سلہریا پیشہ ملازمت عمر ۴۰ سال۔ بیعت دسمبر ۱۹۲۹ء ساکن ملاڈاکخانہ جنڈیالہ ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس

بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۰ ۱/۱۳۲۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت حسب ذیل ہے۔ چار گھماؤں زرعی اراضی قسم چاہی اور ایک گھماؤں زرعی اراضی قسم بارانی قیمتی ۔/۸۰۰۰ روپیہ جو ہم دو بھائیوں میں بحصہ برابر مشترک ہے۔ مَیں اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرا گذارہ اس جائیداد پر نہیں بلکہ ماہوار آمد پر ہے جو اس وقت مع گرانی الاؤنس ۔/۸/۳۷ ہے۔ مَیں اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ باقاعدہ ہر ماہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میری وفات پر جس قدر میری جائیداد ثابت ہو اس کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد: منشی خاں موصی چاہی والا اسٹیشن ننکانہ۔ گواہ شد:۔ محمد شفیع سیکرٹری مال ننکانہ۔ گواہ شد:۔ فیض احمد انسپکٹر بیت المال +

نمبر ۹۹۲۷:۔ منکہ مبارکہ بیگم زوجہ مولوی غلام احمد صاحب فرخ قوم ککے زئی۔ عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن دار الرحمت قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۶ ۱/۲۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اس وقت میری حسب ذیل جائیداد ہے۔ چوڑیاں طلائی پونے تین تولے۔ کلپ طلائی یکتولہ۔ کانٹے و سوئی طلائی ۲ انگوٹھی طلائی یکتولہ۔ اس کے علاوہ تین صد روپیہ مہر ہے جو بذمہ خاوند ہے۔ مَیں اپنی مندرجہ بالا جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ میری وفات پر اگر کوئی میری جائیداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ:۔ مبارکہ بیگم موصیہ۔ گواہ شد:۔ غلام احمد فرخ مبلغ خاوند موصیہ۔ گواہ شد:۔ عطاء محمد صدر دار البرکات شرقی قادیان +

نمبر ۹۹۲۶:۔ منکہ محمد فضل کریم ولد جھنڈے خاں صاحب قوم افغان پیشہ تجارت۔ عمر ۵۰ سال بیعت ۱۹۲۰ء ساکن مقبرہ غلام نبی ڈاکخانہ ڈیری والہ دار وغیاں ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲ ۱/۱۳۲۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت مندرجہ ذیل جائیداد ہے جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ جائیداد غیر منقولہ ایک مکان ۱۵ مرلہ خام قیمتی ۔/۳۰۰ روپیہ اور چار مرلہ زمین سفید سکنی قیمتی یکصد روپیہ۔ زمین زرعی کل ۱۲ کنال ہے جس میں ۹ کنال ۔/۹۳۰ روپے میں رہن ہے۔ میری اس وقت معمولی سی دکان پرچون ہے جس کی ماہوار اوسط آمدنی ۔/۲۰ روپے ہے۔ کمی بیشی کی اطلاع دیتا رہوں گا اور آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ کرتا رہوں گا۔ اسکے

علاوہ اگر کوئی اور جائیداد میرے مرنے پر ثابت ہوگی تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ محمد فضل کریم موصی۔ گواہ شد:۔ سید محمد لطیف انسپکٹر بیت المال۔ گواہ شد:۔ ضیاء الدین احمد لیہ موصی ؛ **نمبر ۹۹۱۳**:۔ مسماۃ سردار بیگم زوجہ محمد فضلکریم صاحب پٹھان قوم ککے زئی عمر ۴۰ سال ساکن ٹھٹھ غلام نبی ڈاکخانہ ڈیرہ بابا نانک ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۴/۴۷ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں سوائے میرے حق مہر کے جو مبلغ ۵۰۰/- روپیہ ہے جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز اگر میں اپنی زندگی میں علاوہ حق مہر کے کوئی اور جائیداد پیدا کروں یا ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ پر یہ وصیت حاوی ہوگی۔ الامۃ:۔ سردار بیگم نشان انگوٹھا موصیہ۔ گواہ شد:۔ محمد فضلکریم خاوند موصیہ۔ گواہ شد:۔ سید محمد لطیف انسپکٹر بیت المال ؛ **نمبر ۹۹۱۴**:۔ مسماۃ سکینہ بیگم زوجہ ڈاکٹر ایم۔ اے عامر قوم راجپوت عمر ۴۰ سال۔ بیعت ۲۲/۴/۴۷ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵/۱/۴۷ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ صرف ایکہزار روپیہ حق مہر بذمہ میرے خاوند واجب الادا ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ میرے پاس کوئی زیور نہیں ہے۔ اس وقت میری کوئی ماہوار آمد بھی نہیں۔ اگر کوئی ہوئی تو اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ ادا کیا کرونگی۔ اگر میری وفات کے وقت کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ الامۃ:۔ سکینہ بیگم موصیہ۔ گواہ شد:۔ محمد امین الدین عامر خاوند موصیہ۔ گواہ شد:۔ چوہدری نذیر احمد سیکرٹری تبلیغ امرتسر ؛ **نمبر ۹۹۱۵**:۔ مسماۃ زبیدہ خضر اختر سلطانہ بنت ڈاکٹر محمد امین الدین صاحب عامر۔ قوم راجپوت عمر ۲۰ سال۔ بیعت اپریل سنہ ۱۹۴۷ء ساکن امرتسر بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵/۱/۴۷ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری کتابیں اور پارچات قیمتی ۲۰۰/- روپے ہیں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ میرے پاس اس وقت کوئی نقد یا جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ اگر ہوئی تو اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ ادا کیا کرونگی۔ اگر میری وفات کے وقت کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ الامۃ:۔ زبیدہ خضر اختر سلطانہ موصیہ۔ گواہ شد:۔ ڈاکٹر محمد امین الدین والد موصیہ۔ گواہ شد:۔ چوہدری نذیر احمد سیکرٹری تبلیغ امرتسر ؛ **نمبر ۹۹۱۶**:۔ مسمیٰ نذیر احمد مبشر سیالکوٹی

ولد غلام حسن صاحب قوم ارائیں (کستورہ) پیشہ تبلیغ عمر ۲۷ سال پیدائشی احمدی ساکن محلہ
اراضی یعقوب سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴؍ $\frac{1}{47}$ حسب ذیل
وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت ایک کنال زمین واقعہ دار الرحمت قادیان۔ مبلغ
ایک ہزار روپیہ تجارت میں لگا ہوا ہے اور قریباً ۶۵۰/- روپے قرضہ بذمہ گولڈ کوسٹ مشن
ہے۔ میں اس جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور
آئندہ اپنی جائیداد کی کمی بیشی کی اطلاع دفتر بہشتی مقبرہ کو انشاء اللہ دیتا رہونگا۔
میرے مرنے کے بعد جس قدر میری جائیداد ثابت ہوگی۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن
احمدیہ قادیان ہوگی۔ اس کے علاوہ جو بھی میری ماہوار آمدنی ہوگی اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ ادا
کردیا کروں گا۔ العبد:۔ نذیر احمد مبشر سیالکوٹی۔ گواہ شد:۔ غلام حسن والد موصی۔ گواہ شد:۔
محمود احمد احمدیہ میڈیکل ہال قادیان + **نمبر ۹۹۳** :۔ منکہ نذیر بیگم زوجہ میاں محمد یوسف صاحب
قوم ارائیں عمر ۲۸ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان دار الشکر غربی بقائمی ہوش و حواس
بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵؍ $\frac{1}{47}$ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے
حق مہر مبلغ ۲۰۰/- روپیہ۔ زیور طلائی وزنی ایک تولہ ایک مشین سلائی قیمتی ۱۵۰/- روپے۔ میں
میں اس جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر میرے
مرنے پر اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ الامۃ
نذیر بیگم بقلم خود موصیہ۔ گواہ شد:۔ محمد یوسف خاوند موصیہ۔ گواہ شد:۔ محمد عالم بقلم خود +
نمبر ۹۹۴ :۔ منکہ نور بیگم زوجہ ڈاکٹر محمد عبد الرشید صاحب قوم شیخ عمر ۴۵ سال۔
بیعت ۱۹۲۰ء ساکن قادیان دار العلوم۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ
۱۲؍ $\frac{1}{47}$ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد مندرجہ ذیل ہے۔ نقد ۳۰۰۰/- روپیہ۔ زیور
طلائی ۳ تولہ۔ ایک گھڑی طلائی قیمتی یکصد روپیہ۔ حق مہر میں اپنے خاوند سے وصول کرچکی ہوں
اور خرچ کرچکی ہوں۔ کل جائیداد ۳۴۰۰/- روپیہ ہے اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں
میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ
قادیان ہوگی۔ اسکے بعد اگر کوئی اور جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع صدر انجمن احمدیہ میں دیتی
رہوں گی۔ الامۃ:۔ نور بیگم موصیہ بقلم خود۔ گواہ شد:۔ ڈاکٹر محمد عبد الرشید خاوند موصیہ۔ گواہ شد:۔
شیخ مختار نبی +

نمبر ۹۶۴۸ :- منکہ زیتون النساء بیوہ عمر علی خانصاحب مرحوم قوم پٹھان عمر ۵۰ سال بیعت ۱۹۱۲ء ساکن محلہ دھواں ساہی ڈاکخانہ سونگھڑہ ضلع کٹک صوبہ اڑیسہ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۰/۶/۴۶ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں ۔میری موجودہ جائیداد جو مجھے خاوند مرحوم اور والد مرحوم سے ملی جس میں مہر بھی شامل ہے زرعی زمین کی سَو گونٹھ ہے جس کی قیمت تخمیناً دو ہزار پانچسو روپیہ مبلغ ہے میں اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں ۔ اگر اسکے بعد کوئی جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی ۔نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائیداد ہو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔میرے خاوند مرحوم نے جائیداد کی حفاظت کے خیال سے میرے مہر سے بھی زیادہ جائیداد مجھے عطا فرمائی تھی ۔لہٰذا مذکورہ بالا جائیداد مہر سے یقیناً زیادہ ہے ۔ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ۔الامۃ :- زیتون النساء نشان انگوٹھا ۔گواہ شد :- محمد شجاعت علی انسپکٹر بیت المال ۔گواہ شد :- یوسف علی خاں دیور موصیہ ۔

نمبر ۹۹۴۷ :- منکہ روڑاں بی بی زوجہ محمد زکریا صاحب قوم سہرا پیشہ زمیندارہ عمر ۴۰ سال بیعت ۱۹۴۲ء ساکن دیوا سنگھ والا ڈاکخانہ ہیڈ ورکس سدھنی ضلع ملتان بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۰/۶/۴۶ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں ۔میری موجودہ جائیداد میرا حق مہر یکصد روپیہ بذمہ خاوند ہے اس مہر کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں ۔اس کے علاوہ میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔میرے پاس زیور کوئی موجود نہیں ہے ۔الامۃ :- روڑاں بی بی نشان انگوٹھا ۔گواہ شد :- محمد امین دیہاتی مبلغ ۔گواہ شد :- محمد زکریا خاوند موصیہ ۔

نمبر ۹۹۴۲ :- منکہ حبیبہ بیگم بیوہ مستری عبدالعزیز صاحب قوم قریشی عمر ۴۰ سال بیعت ۱۹۴۰ء ساکن قادیان دارالبرکات بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۱/۶/۴۶ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں ۔دو صد روپیہ مہر ہے ۔زیور کوئی نہیں ۔اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں ۔اگر اس کے بعد کوئی جائیداد پیدا کروں یا ثابت ہو ۔تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی ۔الامۃ :- حبیبہ بیگم بیوہ مستری عبدالعزیز دارالبرکات ۔گواہ شد :- ماسٹر عبدالرحمٰن اتالیق ۔گواہ شد :- علی محمد اصحابی مولوی انسپکٹر وصایا ۔

نمبر ۹۹۴۱ :- منکہ جنت بی بی زوجہ سعد محمد صاحب قوم جٹ عمر ۴۸ سال ۔تاریخ بیعت ۱۹۱۳ء ساکن بٹالہ محلہ بازار ہٹہ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۲/۶/۴۶ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں ۔حق مہر

-/۳۵ روپے تھا جو میں وصول کر چکی ہوں۔ زیور طلائی و نقرئی قیمتی -/۷۰ روپے کا ہے۔ سامان خانہ داری و ظروف وغیرہ مالیتی ۲۳۰ کل میری جائیداد -/۳۰۰ روپے ہوئی۔ جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی میری جائیداد ثابت ہوگی تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ الامۃ:۔ جنت بی بی نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ عبدالحق ولد سعد محمد۔ گواہ شد:۔ سعد محمد خاوند موصیہ۔

نمبر ۹۹۲۵:۔ منکہ بھاگ بھری زوجہ چوہدری فتح محمد صاحب قوم ارائیں عمر ۵۰ سال بیعت ۱۹۱۸ء ساکن سرشت پور ڈاکخانہ نندا چور ضلع ہوشیارپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۱/۴/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے اس کے ۱/۸ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ زیورات طلائی ۸ ماشہ۔ زیورات نقرئی قیمتی -/۸۷ روپے۔ نقد -/۸۰ روپے۔ حق مہر -/۱۰۰ روپیہ بذمہ خاوند ہے۔ کل -/۲۷۸ روپے کے ۱/۸ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اگر اس کے بعد کوئی اور جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائیداد ہو اس کے ۱/۸ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ:۔ بھاگ بھری موصیہ نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ عبدالرحمن عزیز پسر موصیہ۔ گواہ شد:۔ فتح محمد ہیڈ ماسٹر مڈل سکول چک ۹۱۶ منٹگمری۔

نمبر ۹۹۲۴:۔ منکہ محمد نواز ولد نواز خاں صاحب قوم جنجوعہ راجپوت پیشہ وقف زندگی عمر ۲۷ سال بیعت ۱۹۴۱ء ساکن ڈھلوال ڈاکخانہ خاص ضلع جہلم بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵/۴/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میں بفضل خدا وقف زندگی ہوں۔ مجھے دفتر وکیل الصنعت (آئرن میٹل ورکس قادیان) سے مبلغ -/۵۹ روپے بطور گزارہ کے ملتے ہیں میں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میری جائیداد موضع ڈھلوال میں چار بیگھہ زمین اور ایک سفید زمین کا قطعہ برائے مکان قیمتی -/۶۰۰ ہے۔ میں اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اسکے علاوہ میرے مرنے کے بعد اگر کوئی اور جائیداد منقولہ و غیر منقولہ ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد:۔ محمد نواز بقلم خود واقفِ زندگی قادیان۔ گواہ شد:۔ سید محمد مسعود شاہ اسسٹنٹ سب انسپکٹر پولیس شیخوپورہ۔ گواہ شد:۔ سید اعجاز احمد انسپکٹر بیت المال۔

نمبر ۹۹۶۶:۔ منکہ منیرہ منورہ زوجہ عبدالمالک قوم تیندل عمر ۲۰ سال۔ پیدائشی احمدی ساکن کوٹلی لوہاراں غربی ڈاکخانہ خاص ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۴/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میری جائیداد

حسب ذیل ہے۔ مہر ایکہزار روپیہ بذمہ خاوند۔ زیورات طلائی ۱۳ تولے ۸ ماشہ۔ زیور نقرئی ۵۶ تولے۔ اس کے علاوہ دس مرلے اراضی بغرض مکان مجھے والد صاحب نے بطور جہیز دی ہے جو موضع بھنگواں کی اراضی میں سے ریلوے سٹیشن قادیان کے سامنے ہے۔ اِس تمام جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی میں بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں۔ اگر مرنیکے بعد اس جائیداد کے علاوہ میری اور کوئی متروکہ جائیداد ثابت ہو تو یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ جائیداد کی کمی بیشی کی اطلاع بھی وقتاً فوقتاً حسب حالات دیتی رہوں گی۔ الامتہ:۔ منیرہ منوّرہ حال دار الفضل قادیان۔ گواہ شد:۔ عبدالمالک خاوند موصیہ۔ گواہ شد:۔ محمد نور الٰہی والد منیرہ منوّرہ ڈرائنگ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول۔

نمبر ۹۹۶۵ :۔ منکہ مریم صدیقہ بنت ماسٹر نور الٰہی نور الٰہی صاحب قوم جنجوعہ راجپوت عمر ۱۸ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۴/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اِس وقت میری کوئی جائیداد نہیں بجز یکصد روپیہ نقد اور دس مرلہ زمین موضع بھنگواں والی اراضی میں سے جو قادیان کے ریلوے سٹیشن کے سامنے ہے بغرض مکان جو میرے والدین نے مجھے اپنی بقیہ اولاد کے حصہ شرعی کی نسبت سے دیدیا ہے۔ پس میں اس جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر میرے مرنیکے بعد اس جائیداد کے علاوہ میری کوئی اور جائیداد متروکہ ثابت ہوگی تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میں اپنی جائیداد کی کمی بیشی کی اطلاع دیتی رہوں گی۔ الامتہ:۔ مریم صدیقہ دار الفضل قادیان۔ گواہ شد:۔ ماسٹر نور الٰہی والد موصیہ۔ گواہ شد:۔ عبدالمالک۔

نمبر ۹۹۶۱ :۔ منکہ محمد الدین ولد امام دین قوم ملک پیشہ درزی عمر ۴۵ سال پیدائشی احمدی ساکن چھمبیاں ڈاکخانہ خاص ضلع ہوشیارپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۴/۴۶ ۲۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ اِس وقت میری ماہوار آمد مبلغ ۱۵/- روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ کرتا رہوں گا۔ اور کوئی جائیداد اسکے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ محمد الدین نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ اللہ دتہ ولد عید چھمبیاں۔ گواہ شد:۔ حکیم علی احمد مبلغ

نمبر ۹۹۵۶ :۔ منکہ عبدالباسط ولد جودھا صاحب قوم نو مسلم عمر ۶۰ سال بیعت ۱۹۱۹ء

ساکن داتہ زید کا ڈاکخانہ گھنیالیاں ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۹/۲/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد کوئی نہیں۔ میرے پاس صرف یکصد روپیہ نقد موجود ہے اس کے سوا اور کوئی جائیداد نہیں میں اس یکصد روپیہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اگر اس کے علاوہ میری کوئی جائیداد اور میری وفات پر ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہوگی۔ میں اس وقت چوہدری عبد اللہ خاں صاحب داتہ زید کا کے لڑکوں کے پاس رہتا ہوں کھانا اور کپڑا وہی دیتے ہیں۔ العبد:۔ عبد الباسط نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ اسد اللہ خان بیرسٹر ایٹ لاء حال قادیان۔ گواہ شد:۔ عزیز احمد بیت الظفر +

نمبر ۹۹۵۴:۔ منکہ شریفن زوجہ کرم الٰہی صاحب قوم ارائیں پیشہ زمیندار۔ عمر ۲۰ سال ساکن خانپور ڈاکخانہ سرہند ضلع پٹیالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۰/۲/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میرا مہر ما صہ زیور نقرئی سوا دو سیر اسکے دسویں حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ میرے مرنے پر جو ترکہ میرا ثابت ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ الامۃ:۔ شریفن موصیہ نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ منظور احمد مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ۔ گواہ شد:۔ عطاء محمد مستری۔ گواہ شد:۔ کرم الٰہی خاوند موصیہ +

نمبر ۹۹۵۳:۔ منکہ سعد محمد ولد نبی بخش صاحب قوم جٹ رندھاوا پیشہ ٹیچر ہندی عمر ۵۹ سال پیدائشی بیعت ۱۹۰۳ء ساکن بٹالہ محلہ ۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۲/۲/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری آمدنی ۵۰/- روپیہ کمی بیشی کی اطلاع دیتا رہوں گا۔ ایک مکان پختہ دخام واقعہ بٹالہ بارار ہٹہ قیمتی ۴۰۰۰/- بلا شراکت غیری ہے۔ سو میں اپنی آمد و جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اسکے علاوہ جو میری جائیداد ثابت ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد:۔ سعد محمد موصی بقلم خود۔ گواہ شد:۔ عبد الحق پسر موصی۔ گواہ شد:۔ حکیم فضل حق +

نمبر ۹۹۵۱:۔ منکہ سردار بیگم بنت راجہ عالم خاں صاحب قوم راجپوت کھوکھر پیشہ زراعت عمر ۲۴ سال پیدائشی احمدی ساکن مونگ ضلع گجرات۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵/۲/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میرے پاس یکصد روپیہ نقد ہے میں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اور دس روپے ابھی ادا کر دیتی ہوں۔ یہ بھی اقرار کرتی ہوں کہ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائیداد میری ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ الامۃ:۔ سردار بیگم موصیہ۔ گواہ شد:۔ صدر دین موصی ۸۱۶۔ گواہ شد:۔ روشن دین موصی ۲۱۵۵۔ گواہ شد:۔ غلام رسول پنشنر موصی ۸۰۵۶ +

نمبر ۹۹۴۹:۔ منکہ رشید بی بی بنت چوہدری فتح محمد صاحب قوم ارائیں پیشہ ملازمت عمر ۲۴ سال۔ پیدائشی احمدی ساکن سرشت پور ڈاکخانہ نند اچور ضلع ہوشیارپور بقائمی ہوش و حواس

بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۱/۱۲/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں میری
ماہوار آمد -/۲۱ روپے مہنگائی الاؤنس -/۱۶ روپے ہیں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۸ حصہ داخل
خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی رہوں گی۔ اس کے علاوہ اس وقت میری جائیداد حسب ذیل ہے۔
زیورات طلائی ایک تولہ تین ماشہ اس کے بھی ۱/۸ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ اگر میں
کوئی جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور اس پر بھی یہ وصیت
حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۸ حصہ کی مالک
صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ:۔ رشیدہ بی بی ہیڈ معلمہ گرلز سکول ۹۶/۱۲ ضلع منٹگمری۔ گواہ شد:۔
فتح محمد موصی نمبر ۹۷۹۔ گواہ شد:۔ عبد الرحمٰن برادر موصیہ موصی نمبر ۶۷۳۱۔ نمبر ۹۸۳۸ منکہ ملک
جمال دین ولد ملک رنا قوم ملک ہرڑ۔ پیشہ کنبھ گری عمر ۶۰ سال بیعت ۱۹۰۶ء ساکن سرڈوعہ ڈاکخانہ
خاص ضلع ہوشیارپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴/۱۲/۴۶ حسب ذیل وصیت
کرتا ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ دو مکان خام ہیں۔ سفید توڑ قریباً ایک مرلہ۔ اس
جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ ماہوار آمدنی
جو غیر معین ہے اندازاً مبلغ ۳/ ماہوار ہے۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میرے مرنے
کے بعد اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہوگی تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد:۔ ملک جمال دین
موصی نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ چوہدری چھجو خاں امیر جماعت احمدیہ سرڈوعہ۔ گواہ شد:۔ عبد الحکیم خاں
گواہ شد:۔ چوہدری خورشید احمد انسپکٹر وصایا۔ نمبر ۹۸۳۲ منکہ ملک اللہ بخش ولد ملک
رلدو صاحب قوم تیلی پیشہ مزدوری عمر ۳۸ سال بیعت ۱۹۲۹ء ساکن سرڈوعہ ڈاکخانہ خاص ضلع
ہوشیارپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵/۱۲/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں
میری کوئی جائیداد نہیں ہے۔ کیونکہ میرے والد صاحب بفضلہ تعالیٰ زندہ ہیں۔ میرا گذارہ
غیر معین آمد پر ہے جو اندازاً مبلغ ۳۰/ روپے ہے اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ
قادیان کرتا ہوں۔ اگر میرے مرنے کے بعد میری کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ
کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ ملک اللہ بخش موصی نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔
چوہدری چھجو خاں امیر جماعت احمدیہ سرڈوعہ۔ گواہ شد:۔ عبد الحکیم خاں سرڈوعہ۔ گواہ شد:۔
چوہدری خورشید احمد انسپکٹر وصایا۔ نمبر ۹۷۹۷ منکہ مبارک علی خاں ولد وحید احمد خاں
صاحب قوم راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۳۰ سال پیدائشی احمدی ساکن کریام ڈاکخانہ خاص ضلع جالندھر

بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲/۱/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اِسوقت کوئی جائیداد نہیں۔ اِس وقت میری ماہوار آمد ۸۰ ہے۔ مَیں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے بعد جس قدر متروکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ ماہوار آمد کی کمی بیشی کی اطلاع دیتا رہوں گا۔ العبد:۔ مبارک علی بقلم خود کریام۔ گواہ شد:۔ عبدالغنی خاں کریام گواہ شد:۔ عبدالرحمٰن نائب امیر جماعت احمدیہ کریام + **نمبر ۹۹۰۲** :۔ منکہ عبدالحمید ولد چوہدری خدا بخش صاحب قوم جٹ پیشہ تجارت عمر چالیس ۴۰ سال پیدائشی احمدی۔ سکنہ کلانوالی ڈاکخانہ بٹالہ ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۹/۶/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ اراضی زرعی اندازاً تین گھماؤں اور ایک مکان واقعہ بھینی بانگر۔ اس زمین پر مبلغ -/۵۰۰ اروپیہ کے قریب قرض ہے۔ اِس قرضہ کو منہا کرکے باقی جائیداد اور ماہوار آمد اندازاً -/۶۰ روپیہ کے ۱/۱۰ دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اگر میری وفات کے وقت کوئی مزید جائیداد ثابت ہوئی تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی العبد:۔ عبدالحمید دکاندار دار الفتوح۔ گواہ شد:۔ محمد الدین صاحب محرر بہشتی مقبرہ ۱۷/۹/۴۶۔ گواہ شد:۔ محمد یوسف آفندی ۱۷/۹/۴۶ + **نمبر ۹۹۰۵** :۔ منکہ عبدالمجید سیال ولد نور محمد صاحب سیال قوم سیال پیشہ طالبعلمی عمر ۱۲ سال۔ پیدائشی احمدی۔ ساکن جوڑا ڈاکخانہ قصور ضلع لاہور۔ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۵/۳/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں۔ مَیں طالب علم ہوں۔ مجھے دس روپے ماہوار جیب خرچ ملتے ہیں۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر کوئی جائیداد اپنی زندگی میں پیدا کروں یا مرنے پر ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد:۔ عبدالمجید سیال۔ گواہ شد:۔ حبیب اللہ سیال۔ گواہ شد:۔ علی محمد اصحابی وموصی انسپکٹر وصایا + **نمبر ۹۹۰۶** :۔ منکہ فاطمہ بیگم زوجہ گلاب دین صاحب احمدی زرگر۔ قوم راجپوت۔ پیشہ تجارت چوڑیاں۔ عمر ۵۵ سال بیعت ۱۹۱۶ء ساکن دارالعلوم قادیان۔ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۰/۳/۴۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ ایک سو روپیہ مہر ہے۔ زیور کوئی نہیں۔

اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ جس کے مبلغ ۳-۵-۳۳ روپے ہوتے ہیں۔ انشاء اللہ یکمشت جلدی ادا کردوں گی۔ میرا گذارہ اس جائیداد پر نہیں ہے۔ بلکہ میں روزگار دکانداری کرتی ہوں۔ جو کہ چوڑی کانچ کی فروخت کرتی ہوں۔ اور قریباً مبلغ ۳۰/- ماہوار میری آمدنی ہے اس کا ۱/۱۰ حصہ ماہوار ادا کروں گی۔ جو کہ مبلغ ۳/- روپے ماہوار بنتے ہیں۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی اور جائیداد پیدا کروں یا مرنے پر ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی یعنی تیسرا حصہ۔ العبد:۔ نشان انگوٹھا فاطمہ بیگم عرف روڑی احمدی زوجہ گلاب دین بن باجوہ ضلع سیالکوٹ۔ گواہ شد:۔ گلاب دین خاوند موصیہ مذکور۔ گواہ شد:۔ علی محمد اصحابی موصی انسپکٹر وصایا۔

نمبر ۹۹۱۹:۔ منکہ سید نصیر احمد شاہ ولد ڈاکٹر ولایت شاہ صاحب۔ قوم سید۔ پیشہ فوجی ملازمت عمر تقریباً ۲۷ سال۔ پیدائشی احمدی۔ ساکن قادیان تحصیل گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳/۴۷/۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری موجودہ جائیداد کوئی نہیں۔ البتہ گذارہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ مبلغ ۵۰۰/- للعہ ماہوار ہے۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ تنخواہ کے ردّ و بدل کے مطابق حصہ وصیت بھی بدلتا رہے گا۔ اس کے علاوہ اگر اپنی زندگی میں کوئی جائیداد پیدا کروں تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میری وفات کے بعد بھی جو جائیداد ہوگی اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ہوگی۔ العبد:۔ سید نصیر احمد شاہ M.T.S.D.NIRSA.۔ گواہ شد:۔ سید ڈاکٹر ولایت شاہ صاحب والد موصی۔ گواہ شد:۔ علی محمد اجمیری ایڈیٹر ریویو قادیان۔

نمبر ۹۹۷۲:۔ منکہ بہادر شیر ولد تاج محمد صاحب قوم افغان پیشہ ملازمت عمر ۲۴ سال ۶ ماہ ۴ دن تاریخ بیعت ۱۶ جون ۱۹۴۶ء ساکن صوابی ڈاکخانہ خاص ضلع مردان۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵ نومبر ۱۹۴۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ اس وقت ماہوار آمد مبلغ ۹۵/- للعہ ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے پر جس قدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ بہادر شیر احمدی کلرک حوالدار انڈین ملٹری ہسپتال دہلی چھاؤنی۔ گواہ شد:۔ چوہدری ضیاء الدین

آئی-ایم-ایچ دہلی چھاؤنی-گواہ شد:- نصراللہ خاں احمدی آئی-ایم-ایچ دہلی چھاؤنی +

نمبر ۷۵۹۷:- منکہ حامد حسین خاں صاحب ولد مولابخش صاحب قوم پٹھان پیشہ ملازمت عمر ۴۱ سال - تاریخ بیعت ۱۹۴۳ء ساکن بی بی پور ڈاکخانہ کچھوڑہ ضلع فیض آباد صوبہ یو-پی بقائمی ہوش و حواس بلاجبرواکراہ آج بتاریخ ۱۷ ۴۷ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں - میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں - اس وقت میری ماہوار آمد -/۷۷ ہے - مَیں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا - اور اگر کوئی جائیداد اسکے بعد پیدا کروں یا بوقت وفات ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی - العبد:- حامد حسین خاں (حال) ڈسٹرکٹ سب رجسٹرار علی پور - ۲۴ - پرگنہ کلکتہ - گواہ شد:- سید سعید احمد انسپکٹر بیت المال - ۱۷-۱۰-۴۷ - گواہ شد:- سید بدالدین احمدی سیکرٹری ضیافت کلکتہ - ۱۷-۱۰-۴۷ +

تصحیح

شمائل شریف مترجم

جس کا ترجمہ

حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ

و

حضرت علامہ میر محمد اسحٰق صاحبؓ

نے کیا

ملنے کا پتہ

مکتبہ احمدیہ قادیان

ہدیہ:

[illegible] روپیہ مجلد معمولی ساڑھے [illegible] روپیہ مجلد اسپیشل کلاتھ ساڑھے چھ روپیہ

قرآن مجید مترجم

مع حواشی تفسیریہ!

جس کا ترجمہ

حضرت علامہ محمد اسحق صاحب

نے کیا

طرز کتابت یسرنا القرآن

ملنے کا پتہ

مکتبہ احمدیہ ملتان

ھدیہ ۔ مجلد معمولی کپڑا [illegible]